وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

خلافت و حکومت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت کی عملی تصویر، آپ کے عالمگیر، زندہ جاوید نظامِ حکومت کا آئینہ، اور اسلام میں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا مقام، نظامِ خلافتِ راشدہ کا تعارف خلفاءِ اسلام کا طرزِ حکومت ۵۰ سال تک دنیا کے نصف حصے پر درخشندہ اور تابندہ رہنے والے عہد ساز ادوار کی داستان۔

ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

CS CamScanner

شہباز علی
ذخیرہ
ملوٹ اسلام آباد

خلافت و حکومت

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

CS CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

— نام کتاب —

خلافت وحکومت

— مؤلف —

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

— کمپیوٹر کمپوزر —

A.W.A.I.

تعداد: 1100

اشاعت اول: اپریل 1995ء

قیمت ــــ/200روپے

— ناشر —

ادارہ اشاعت المعارف

ریلوے روڈ، فیصل آباد پاکستان فون: 041-640024

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

●

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت کی عملی تصویر، آپ کے عالمگیر، زندہ جاوید نظامِ حکومت کا آئینہ، اور اسلام میں خلفاءِ راشدین کا مقام، نظامِ خلافتِ راشدہ کا تعارف خلفاء اسلام کا طرزِ حکومت ۵۰ سال تک دنیا کے نصف حصے پر درخشندہ اور تابندہ رہنے والے عہد ساز ادوار کی داستان۔

○ نظامِ مصطفیٰ ○ نظامِ الٰہیہ
○ نظامِ شریعت محمدیہ کا گلدستہ

خلافت و حکومت

ناشر:- ادارہ اشاعت المعارف

ریلوے روڈ فیصل آباد (پاکستان) فون: 041-640024

CS CamScanner

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کا تاریخ ساز قول

اللھم انی اشھدک و کفی بک شھیداً افا شھد لی انک ربی وان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رسولک نبیی والاوصیاء من بعدہ ائمتی اے

ترجمہ:- خدایا میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیری گواہی کافی ہوتی ہے۔ پس تو اس بات پر گواہ ہو جا کہ تو میرا رب ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جا کہ محمدؐ جو کہ تیرا رسول ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جا کہ آپؐ کے بعد جو جانشین ہوئے ہیں وہ میرے امام ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ از ابن ہیثم صفحہ ۴۸۶

بحوالہ کتاب خلفاء راشدین

از پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

”خلافت و حکومت“ کو ۶ ستمبر ۱۹۸۶ء سے مارچ ۱۹۹۵ء تک شہید ہونے والے سپاہ صحابہ کے دو سو سے زائد کارکنوں کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جن کے خون ناب سے —— تحفظ ناموس صحابہؓ اور غلبہ اسلام —— کا گلشن سیراب ہو رہا ہے۔ رفتہ رفتہ —— نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کی منزل قریب سے قریب تر ہو رہی ہے۔

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

CamScanner

اھم اقتباس

خلافت راشدہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خصوصی تصریح

قرآنی آیت وعداللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت۔ الخ میں ان (خلفاء) کے ہاتھ سے اور انکی کوشش کے موافق دین کی تقویت، تائید اور شوکت اور کافروں کی طرف سے اطمینان کا حاصل ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور آیہ ذلک مثلھم فی التورته و مثلھم فی الانجیل - الخ میں شہروں کے فتح ہونے اور اقالیم معمورہ میں اسلام کے شائع ہونے کی طرف اشارہ ہے اور آیہ لیظھرہ علی الذین کلہ میں یہودیت اور نصرانیت اور مجوسیت پر (اسلام کا) غالب ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ سب امور خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں پائے گئے اور آیہ من یرتد منکم۔ الخ میں مرتدوں سے جنگ کرنا (خلافت خاصہ کی علامت) بیان کیا گیا ہے اور اسکا ظہور صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں ہوا اور آیہ ستدعون الی قوم اولی باس شدید میں فارس و روم سے جنگ کرنے کیلئے اعلان عام کے ساتھ لشکر جمع کرنا بیان کیا گیا ہے اسکا وقوع خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں ہوا اور آیہ ان علینا جمعہ و قرآنہ میں قرآن کا مصاحف میں جمع کرنا مذکور ہے اور یہ (بھی) خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا۔ اور حدیث قدسی ان اللہ مقت عربھم و عجمھم ... الخ میں عجم میں جنگ کرنا مذکور ہے اور اسکا ظہور خلفائے ثلاثہ کے عہد میں ہوا۔ اور حدیث ھلک کسری فلا کسری بعدہ و ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ میں اور حدیث لتفتحن کنوز کسری میں فارس و روم کا فتح ہونا اور اسکا ظہور (بھی) خلفائے ثلاثہ کے عہد میں ہوا۔ اور حدیث ء لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد اور دوسری حدیث یلی قتلھم اولی الفریقین میں خوارج سے جنگ کرنا مذکور ہے اور اس کا وقوع حضرت مرتضیٰؓ کے عہد میں ہوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

زیر نظر کتاب **"خلافت و حکومت"** راقم نے ۱۹۸۷ء میں سنٹرل جیل فیصل آباد میں نظر بندی کے دوران تالیف کی تھی۔ اس وقت قائد شہید مولانا حق نواز جھنگوی میانوالی جیل میں تھے۔ راقم نے قائد کی گرفتاری پر ملک بھر میں احتجاج کیا۔ یہ احتجاج میاں نواز شریف کو جو اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب تھے، سخت ناگوار گزرا۔ انہوں نے تین ماہ کے لئے پس دیوار زنداں کر دیا۔ یہ گرفتاری اس لحاظ سے قابل تحسین تھی کہ یہاں ایک اہلکار کی وجہ سے ایک بڑی لائبریری میسر آگئی۔ پہلے سے تیار شدہ ایک مسودے پر کام شروع ہوگیا۔ دو ماہ میں الحمدللہ **"خلافت و حکومت"** کے عنوان پر اہم تالیف معرض وجود میں آگئی۔ اس کے بعد یہ مسودہ راقم کی مصروفیات کا شکار رہا۔ اس کی چھان پھٹک، تخریج و تسوید، تبویب و تزئین پے در پے تعطل کا شکار رہی۔ حضرت قائد کی شہادت کے بعد اس کی تکمیل سے دفعتاً مایوسی ہوگئی۔ بالآخر ۱۹۹۳ء میں

فیجی آئی لینڈ کے سفر میں اللہ کی توفیق سے مسودہ پر نظر ثانی مکمل ہوگئی اور کتاب طباعت کے زیور سے آراستہ ہونے کے لئے آخری شکل تک پہنچ گئی۔ محدود وسائل نے اشاعت کے کام کو پھر ڈیڑھ سال تک روکے رکھا۔ کئی عوارض سے گزر کر بحمد اللہ تاریخ اسلام کا یہ نادر خزانہ اور فکری و نظریاتی عنوانات کا گنج گراں مایہ آپ کے سامنے ہے۔

خلافت و حکومت کی تکمیل میں حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ دھلوی رحمہ اللہ کی معرکۃ الاراء کتاب ازالۃ الخفاء کے متن کو بطور رہنما اور اساس سامنے رکھا گیا ہے۔

امید ہے یہ کتاب جدید نسل خصوصاً سپاہ صحابہ میں نئے آنے والوں اور دنیا بھر کے طالبان علم و فضل کے لئے نئی روشنی اور جادہ منزل کا کام دے گی۔

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی
جامعہ عمر فاروقؓ سمندری،
فیصل آباد پاکستان

یکم دسمبر 1994ء

فہرست

پیش لفظ 7

مقدمہ از مؤلف

- نظام خلافت راشدہ ہی نظام الٰہی اور نظام مصطفیٰ ہے۔ 17
- نظام خلافت کا احیاء کیوں ضروری ہے؟ 19
- امریکن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کے سوال کا جواب 21
- تاریخ کی ستم ظریفیاں اور بعض مورخین کا موقیانہ طرز عمل 23
- امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تصریح 27
- عصر حاضر میں نظام خلافت راشدہ کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟ 28
- اسلام میں عزیمت اور رخصت کا مقام 28
- نظام خلافت راشدہ ہی عصر حاضر کے مسائل کا حل ہے! 31

(1) خلافت یا امامت

- شیعہ اور مسلمانوں میں بنیادی اختلاف 35
- مسلمانوں کا نظریہ خلافت 35
  - عقیدہ خلافت راشدہ 35
  - خلفاء کون کون ہوں گے؟ 37
- شیعہ کا نظریہ امامت 38
- نظریہ امامت کا مختصر تعارف 39

(2) اسلام میں خلافت کا تعارف

- خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافت خاصہ 44
- بعثت نبوت کا حقیقی مقصد اور خلفاء راشدین کی ذمہ داری 45
- خلافت کا ظاہر و باطن 46
- حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصریح 47
- آنحضرت ﷺ سے کئے گئے وعدے خلفاء راشدینؓ کے دور میں پورے ہوئے 47
  - ملک روم کے فتح ہونے کا وعدہ 48
  - کسریٰ کے کنگن پہننے کا واقعہ 48
- خلافت راشدہ کی مثال 50
- اسلام میں خلیفہ کے لئے شرائط 51
- خلیفہ وزیر اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے حاملین کی شرائط 51
- چاروں خلفاء کی خلافتیں 52
- حضرت معاویہ ؓ کی خلافت 53
- امام التاریخ علامہ ابن خلدونؒ کی تصریح 53

(3) خلفاء کا مختصر تعارف اور حالات زندگی

- حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ 55
- حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ 57
- حضرت سیدنا عثمان ذو النورین ؓ 58
- حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ 60
- حضرت سیدنا حسن بن علی ؓ 62
- حضرت سیدنا معاویہ ؓ 63
- حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر ؓ 64
- حضرت سیدنا عمر ثانی ابن عبد العزیزؒ 65

(4) اسلام میں خلافت راشدہ کی اہمیت و فضیلت

- خلافت کے بارے میں قرآنی احکامات 69
- خدا کا وعدہ خلافت 69
- حاملین خلافت کی علامات 71
- حضرت ابو بکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کی سرگزشت 72
- خلافت اور جمع قرآن 73
- پہلی کتابوں میں خلافت کا ذکر اور قرآن کی گواہی 75
- حضرت ابو بکر ؓ کی خلافت کا اثبات زبور، انجیل اور توراۃ سے 76
- حضرت عمر ؓ کی خلافت کا اثبات پہلی کتابوں سے 76
- ابو نعیم کی روایت 78
- خلافت راشدہ پر عہد فاروقیؓ کے ایک عیسائی کی تصدیق 78
- فضیلت عثمانیؓ پر ایک سابق عیسائی عالم حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ کی شہادت 79

CS CamScanner

- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کعب احبار کی شہادت 79
- ملک شام کے کاہن سطیح بن مازن کی زبان سے خلافت راشدہ کی گواہی 80
- آنحضرت ﷺ سے دو ہزار سال قبل خلافت راشدہ کی شہادت 81
- شب معراج میں خلافت راشدہ کی تصدیق 82
- "آیت ردہ" میں خلافت راشدہ کا قطعی اعلان 82
- فتنہ ارتداد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت 83
- مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تصریح 85
- مرتدین سے قتال کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک تصریح 86
- "آیت معیت" میں خلافت راشدہ کا اعلان 87
- "آیت غلبہ اسلام" میں خلافت راشدہ کا اعلان 90
- حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح کا خلاصہ اور قیصر وکسریٰ سے جنگ کرنے والوں کا ذکر 90
- قیصر وکسریٰ کے ساتھ جنگ کی قرآنی خبر 93
- خلافت راشدہ کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور امت مسلمہ کی ذمہ داری 93
- خلافت راشدہ حقیقت میں نبوت ہی کا انتخاب ہے۔ 94
- خلافت صدیقی پر چند دلائل 95
- خلافت عثمانی پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد 96
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں آنحضرت کے ارشادات 96
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خبر 96
- شام جائے امن ہے 96
- کوفہ اور شام کے بارے میں ارشادات نبوی ﷺ 97
- خلافت راشدہ کے بارے میں واضح ارشادات 98
- آنحضرت ﷺ کی زبان سے مدت خلافت کی تصریح 100
- تعیین خلافت 101
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے خلفاء کے ناموں کی وضاحت 102
- قرض کی واپسی کے لئے خلفاء راشدین کا نام 102
- خلافت راشدہ کے بارے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا اعلان 104
- مختلف بشارات واحکام کے ذریعے خلافت راشدہ کی شہادت 105
- کنویں کے ڈول کا واقعہ 106
- ترازو کا واقعہ 106
- شب معراج کا خواب 107
- مختلف بشارات نبوی ﷺ 107
- خلافت راشدہ کی حقانیت پر آنحضرت ﷺ کی احادیث 110
- شیعہ علماء اور مفسرین کی طرف سے خلافت راشدہ کی تائید 116

(5) خلفاء ثلاثہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بارہ اماموں کے ارشادات

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افکار کی روشنی میں 117

(6) خلفاء راشدین کا طریقہ انتخاب

- دنیا کے افق پر قائم ہونے والی اسلام کی ابتدائی جمہوری، شورائی اور رعایا پرور حکومتیں 131
- کیا کوئی قوم سردار کے بغیر رہ سکتی ہے؟ 131
- آنحضرت ﷺ کی وفات کا صدمہ جانکاہ 131
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب 133
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت 135
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خراج تحسین 136
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب 138
- حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ .... مسند خلافت پر 138
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب 140
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا انتخاب وخلافت 140
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ اور آپ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت 141
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائط 143
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت سے آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی کی تکمیل 143

(7) خلفائے راشدین کا طرز حکومت

- دنیا بھر کی موجودہ حکومتوں کا جائزہ 145
- خلافت راشدہ کا سنہرا دور 150
- خلافت راشدہ کے دور کی خصوصیات 151
- خلفاء راشدین کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک 153

- خلفاء راشدین کی حکومتیں اسلامی طرز جمہوریت کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ 153
- خلافت راشدہ کے جمہوری اصول 154
- خلفاء راشدین کے شب و روز 155
- حکمران منتخب ہونے کے بعد خلفاء کا طرز عمل 156
- خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا پہلا خطبہ 156
- خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کا پہلا خطبہ 159
- خلیفہ سوم حضرت عثمان ؓ کا پہلا خطبہ 160
- عہدہ خلافت یا عہدہ خدمت 161
- خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا طرز حکومت 162
- باہمی مشاورت 162
- عہد صدیقی کی مجلس شوریٰ 163
- اندھی بڑھیا کی خدمت 163
- وفات کے وقت روزینہ کی واپسی 164
- سرکاری خزانہ یا بیت المال کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد 165
- بیت المال کے بارے میں حضرت ابوبکر ؓ کے چند شاہکار نمونے 165
- خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کا طرز حکومت 168
- فاروق اعظم ؓ کا بیت المال کے بارے میں ارشاد 169
- حضرت عمر ؓ کے نزدیک افسران بالا کی حیثیت اور ذمہ داری 170
- مجلس شوریٰ 173
- انعقاد خلافت کے باوجود لوگوں سے اعتماد کا ووٹ 175
- حضرت عمر فاروق ؓ کی طرف سے رعایا کے حقوق کا اعلان 178
- — انسانی عظمت کے اعتراف میں حضرت عمر ؓ کا تاریخی خطبہ 179
- حضرت عمر ؓ کے دور میں رشوت ستانی کی روک تھام 180
- ججوں (قضاۃ) کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی گئیں 180
- خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان ؓ کا طرز حکومت 181
- غذا اور لباس 182
- حضرت عثمان ؓ کے امور مملکت کی خصوصیات 183
- اینٹ کا تکیہ 185
- عدل عثمانی ؓ 185
- عوام پر ٹیکسوں کی ممانعت 186
- حضرت عثمان ؓ کے دور میں خانہ جنگی سے اجتناب 186
- خانہ جنگی سے اجتناب کے دیگر واقعات 187
- حضرت معاویہ ؓ کے دور میں خانہ جنگی سے اجتناب کا واقعہ 187
- خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا طرز حکومت 188
- — رہائش میں سادگی 188
- — خورد و نوش 188
- — ہارون بن عنترہ ؓ کی روایت 189
- چند درخشندہ واقعات 190
- خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا پہلا خطبہ 191
- حضرت علی ؓ کے امور مملکت کی خصوصیات 192
- — وزراء اور مشیروں کے بارے میں حضرت علی ؓ کا فرمان 194
- — فوج کے بارے میں حضرت علی ؓ کی ہدایات 195
- — عدالت کے معاملات میں حضرت علی ؓ کا فرمان 195
- — گورنروں کے نام خط میں حضرت علی ؓ نے فرمایا 196
- بیت المال کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا بے مثال کردار 197
- خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن ؓ بن علی ؓ کا طرز حکومت 198
- حضرت علی ؓ کی شہادت کے بعد 200
- — حضرت حسن ؓ کا اہم خطبہ 200
- — حضرت معاویہ ؓ کے ساتھ صلح کیلئے حضرت حسن ؓ کا طرز عمل 201
- — صلح کی شرائط 202
- — آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی پوری ہو گئی 203
- — مدت خلافت 203
- — حضرت حسن ؓ حضرت معاویہ ؓ کی اطاعت پر تاحیات قائم رہے۔ 204
- خلافت راشدہ کی خصوصیات کے حامل حضرت سیدنا معاویہ ؓ بن ابوسفیان ؓ کا طرز حکومت 205
- نظم سلطنت 207
- عزیمت کے بعد رخصت کا دور 208
- حکومت کے انتظام و انصرام کے بارے میں حضرت سیدنا معاویہ ؓ کے اہم اصول 209

CamScanner

- حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انتظامی محکموں کی تشکیل — 210
- محکمہ پولیس — 211
- حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آنحضرت ﷺ کے احکام کی پاسداری کا اہتمام — 212
- حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے چند اہم نمونے — 213
  - امام اوزاعی کی رائے — 214
- خلیفہ ہفتم حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت — 215
- خلیفہ کو مشکلات کا سامنا — 217
- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت — 217
- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت — 218
- خلافت راشدہ کے بعد خلافت راشدہ کی تصویر' حضرت سیدنا عمر ثانی بن عبدالعزیز — 218
  - حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولادت — 219
  - بطور گورنر مدینہ — 219
- خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر (ثانی) بن عبدالعزیز کا طرز حکومت — 220
  - حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بطور خلیفہ پہلا خطبہ — 220
- حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں رعایا پروری اور احساس ذمہ داری کے چند واقعات — 222
  - خلافت کا نصب العین — 222
  - منصب رسالت اور منصب خلافت — 223
  - احیائے سنت نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے — 223
  - قحط میں خلیفہ کی حالت — 224
  - کوفہ کی ایک خاتون کا واقعہ — 226
  - چراغ ٹھیک کرنے کا واقعہ — 226
  - گورنروں کی تنخواہ اور حضرت عمر کا زہد — 226
  - بیت المال کا عطر — 227
  - بیت المال کا گرم پانی — 227
  - خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غلہ — 228
  - غلام اور کھجور — 229
  - خوف الٰہی — 229
  - یاد آخرت — 230
  - خوف آخرت — 230
  - واپس کی راتیں — 231
  - آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل — 231
  - ایک ہی کرتا — 231
  - مجلس برخاست کرنے کا معمول — 232
  - کھانے میں اسراف کی اصلاح — 232
  - صاحبزادیوں کی معاشی حالت — 233
  - لونڈی کا قصہ — 233
  - مدینہ طیبہ سے تعلق — 233
  - مقروضوں کا قرض' کنواروں کی شادی اور ذمیوں کی دیکھ بھال — 234
- ایک حبشی لونڈی کا خط : خلیفہ کے نام — 234
  - قیام عدل میں مدد کرنے والوں کو انعام — 235
- حاکم کے لئے دستور العمل — 236
  - خلافت سے وفات تک — 238
  - خلیفہ کا قاصد اور اس کا استقبال — 238

(8) خلافت راشدہ کا جغرافیہ اور وسعت سلطنت

- خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — 240
- خلیفہ دوئم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ — 241
- خلیفہ سوئم حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ — 241
- خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — 241
- خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ — 242
- خلیفہ ششم حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان — 242
- خلیفہ ہفتم حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ — 242
- خلیفہ ہشتم حضرت سیدنا عمر (ثانی) بن عبدالعزیز — 243
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سلطنت کا نقشہ — 244
- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سلطنت کا نقشہ — 246
- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت کا نقشہ — 248

(9) خلفاء راشدین کی اسلامی حکومتوں کے آئین اور دستوری نکات

- قانون مملکت کی بنیادیں — 249
- ہر سوسائٹی کے لئے نصب العین — 251
- عدالتی قوانین کے لئے اہم اصول — 251

- عہدہ کریٹس یا ارکان دولت کی تقرری کے لئے قانون 251
- عالمگیر بھلائی کا عمل 252
- اہل رائے کی مجلس مشاورت کے قیام کا عمل 252
- مشاورت کے بارے میں حضرت فاروق اعظم ؓ کی تصریح 252
- اسلامی خلیفہ یا سربراہ مملکت یا ارکان دولت کے فرائض 253
- افسران حکومت کے بارے میں نہایت زریں اصول 254
- حکومت کی ذمہ داری کے بارے حضرت ابو بکر ؓ کی تصریحات 255
- حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمر ؓ کی تصریحات 256
- نظام خلافت راشدہ میں حکومت کی فرائض داری کی حدود 256
- خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے احکامات 257
- خلیفہ چہارم حضرت علی ؓ کی تصریحات 258
- خلافت راشدہ کے دور میں مسلم معاشرے کی بنیادیں 259

(10) خلفاء راشدین کی مملکتوں کے ارکان دولت اور افسران بالا کی تفصیل

- ملکی انتظام و انصرام 262
- خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دور کے صوبوں اور گورنروں کے نام 263
- خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور کے گورنروں اور اعلیٰ حکام کی تفصیل 264
- خلیفہ سوم حضرت عثمان ؓ ذوالنورین کے دور کے گورنروں اور عمال حکومت کی تفصیل 265
- خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے دور کے گورنر و افسران حکومت 267
- خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن ؓ کے دور کے گورنر و افسران حکومت 268
- خلیفہ ششم حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ کے دور کے گورنر اور عمال حکومت 268
- حضرت سیدنا عبداللہ ؓ بن زبیر ؓ کے دور کے گورنروں کی تفصیل 269
- گورنروں اور عہدہ داران مملکت کا طریقہ انتخاب 270
- حکومت کلو قار اور اسلامی قانون کی بالادستی 272
- امراء اور حکام کی تقرری کے اصول 273
- حکمرانی کے درخشندہ نمونے 274
- خلافت راشدہ میں عہدوں کی تفصیل 275
- خلیفہ یا امیرالمومنین 276
- حکام کے ایام و شوریٰ کی نگرانی کے لئے الگ محکمہ کا قیام 276
- افسران کی تقرری کے لئے شرائط نامہ 277
- دور خلافت کے یادگار نقوش 277
- گورنر کا کل اثاثہ 278
- عمال سے احتساب 279

(11) خلیفہ یا سربراہ مملکت کی ذمہ داریاں

- تنگ دستوں کے ساتھ تعاون، حکومت کی ذمہ داری ہے 289
- کفالت عامہ کے لئے خصوصی محکمہ کی تشکیل 290
- رعایا پروری کا نبوی ﷺ حکم 292
- رعایا کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پوری مملکت کا دورہ 292
- خلیفہ کی آئینی حیثیت 294
- عہد حاضر کی ایک مثال 297

(12) دور خلافت کی معاشی اصلاحات

- ذرائع معاش کی تلاش کا حکم 300
- خلفاء راشدین کے احکامات 300
- تلاش رزق کے اساسی اصول 301
- مال حلال سے مراد 301
- خلیفہ راشد حضرت عمر ؓ کا واضح اعلان 302
- طلب معیشت کے ذرائع 302
- بچوں، بوڑھوں، محتاجوں اور بیواؤں کی معاشی کفالت 305
- کفالت عامہ کے لئے حضرت عمر ؓ کا تاریخی اعلان 306
- خلفاء راشدین کی طرف سے کفالت کا ایک اہم پہلو 306
- معذور افراد کے لئے خدام کا تقرر 307
- نظام مملکت چلانے کے لئے ذرائع آمدن کا حصول 308
- زرعی پیداوار کا حصول 309
- اشیائے پیداوار پر ٹیکس کی تفصیل 309
- حضرت عمر ؓ کے دور کی زرعی اصلاحات 310

- وصول خراج کا طریقہ 311
- وصول جزیہ کا طریقہ 312
- وصول عشر کا طریقہ 312
- وصول زکوٰۃ کا طریقہ 312
- دفتر بیت المال 312
- بیت المال کی رقم کے مصارف 313
- صحابہ کرام کے وظائف کے بارے میں مختصر تفصیل 313
- کفالت عامہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی واضح تصریح 314
- غربت کے خاتمہ کے لئے تاریخ ساز اعلان 314
- عیسائیوں کے معاشی حقوق کی ادائیگی 315
- ایک معذور یہودی کے اخراجات کی ذمہ داری 315
- رعایا کی خوشحالی پر خلفاء راشدین کا اطمینان 316
- دور خلافت میں غریب پروری کا حیرت انگیز واقعہ 317
- دوسرا واقعہ 318
- جارج واشنگٹن کا ایک واقعہ اور خلیفہ راشد 320
- تیسرا واقعہ 320
- گھریلو ملازموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے کا حکم 321
- خزانہ یا بیت المال کے اہتمام کی صورتیں 321
- بیت المال (وزارۃ خزانہ) کی تشکیل 322
- اخراجات کے لئے ایک اصول 322
- ذرائع آمدن 323
- صدقۃ الفطر 323
- زکوٰۃ اور عشر کا قانون 324
- زمین کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی سکیم 324
- زرعی ترقی کے لئے نہروں کی تعمیر 326
- عہد معاویہؓ میں سب سے بڑا ڈیم 326
- صرف دو ملکوں کی زراعت سے نو (9) کروڑ کا منافع 327
- عہد عثمانیؓ میں اس کی آمدنی پچاس کروڑ تک پہنچ گئی 328
- زرعی آلات کی فراہمی 329
- جنگلات کو ٹھیکہ پر دینا 329
- زمین کو کاشت کے لئے مفت دینے کی مثال 330
- تاجروں کو بیت المال سے قرضہ کی سہولت 330

(13) خلفاء راشدین کے قومی ، ملی اور سماجی کارنامے

- حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سوا دو سالہ دور حکومت 336
- خلفاء راشدینؓ کی اصلاحات 337
- اہم سماجی امور 337
- — مہمان خانوں کا قیام 337
- — حوض اور نہریں 337
- — چوکیاں اور سرائیں 339
- — پل اور سڑکیں 339
- — سرکاری عمارتیں 340
- — جیل خانے 340
- — غلہ خانے یا گودام 340
- — شفاخانے 341
- — فوجی قلعوں اور چھاؤنیوں کی تعمیر 341
- خلافت راشدہ کے دور میں بڑے بڑے شہروں کا قیام 341
- — بصرہ 342
- — کوفہ 343
- — فسطاط 345
- — موصل 346
- — جیزہ 346
- — اردبیل 346
- — مرعش 346
- — قیروان 346

(14) خلفاء راشدین کی مذہبی ، دینی اور اصلاحی خدمات

- فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی استقامت 348
- مسئلہ ختم نبوت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا کردار 349
- مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا ایمان افروز واقعہ 350
- خلافت معاویہؓ کے آخری دور میں منکرین ختم نبوت کے خلاف جہاد 351
- حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں جھوٹی مدعیہ

CamScanner

- نبوت کا قبولِ اسلام 352
- حفاظتِ قرآن کا اہتمام 352
- دنیا بھر میں مساجد اور مکاتب کی تعمیر 353
- مذہبی حقوق کا تحفظ 354
- عیسائیوں کی مذہبی آزادی کے بارے میں حضرت ابو عبیدہ کی ضمانت 354
- اصلاحِ احوال کے لئے مختلف محکموں کا قیام 355
- اشاعتِ اسلام کے لئے خلفاء کی کارگزاری 355
- عہدِ فاروقی میں مختلف اقوام و قبائل کا فوج در فوج اسلام میں داخلہ 356
- مبلغین و معلمین کا تقرر 357
- دنیوی عشق و بے راہ روی کے فتنے کا خوف 358
- خلیفہ باپ کی طرح رعایا کا مربی ہوتا ہے۔ 358
- شعلہ بار حسن اور شب ہجر میں ایک عورت کی گفتگو پر خلیفہ کا ردِ عمل 359

(15) خلفاء راشدین کا نظام تعلیم و تربیت

- آنحضرت ﷺ کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول 362
- دیہات کے لوگوں کی تعلیم 362
- عہدِ فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام 363
- گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم 363
- دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم 364

(16) فریضہ جہاد کی ادائیگی کے لیئے خلفاء راشدینؓ کی حیرت انگیز خدمات

- خلفاء کی کارگزاری کا جائزہ 365
- اسلامی جہاد ۲ھ سے لیکر ۶۰ھ تک 365
- جہاد کا بنیادی اصول 368
- عہدِ نبوی کی جنگوں میں خلفاء کی شرکت 368
- دورِ خلافت کے جنگی کارنامے 369
- خلفاء راشدین کے دور کے جنگی قوانین 369
- فوجی چھاؤنیوں کا قیام 372
- سالانہ فوجی بھرتی 372
- فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ 373
- فوجی تربیت 373
- پرچہ نویسی 373
- معاہدوں کی پاسداری 374
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت 374
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ 375

(17) خلفاء راشدینؓ کے دور کی فتوحات

- خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فتوحات 377
  - جنگ ذی القصہ 377
  - جنگ شام 377
  - جنگ ابرق 378
  - جنگ مرتدین۔ طلیحہ اور مسیلمہ سے لڑائی 378
  - عراق کی فتوحات 379
  - شام کی آخری مہم 380
  - جنوبی عراق میں ایرانیوں سے جنگ کا آغاز 380
  - جنگ ذات السلاسل 381
  - جنگ ولجہ 381
  - جنگ امغیشیا اور حیرہ 381
  - جنوبی عراق پر مکمل قبضہ 382
  - جنگ عین التمر 382
  - مختلف جنگیں 382
  - معرکہ فلسطین 382
  - جنگ یرموک 382
- عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ کی فتوحات 384
  - خلیفہ دوم کی اہم فتوحات 384
  - کسریٰ کے ساتھ جنگ 384
  - جنگ قادسیہ 385
  - جنگ اردشیر اور مدائن 385
  - جلولا کی فتح 386
  - جزیرہ اور تکریت پر قبضہ 386
  - روم اور ایران کے سورج کا غروب ہونا 386
  - ایرانیوں سے جنگیں 387
  - خوزستان 387
  - معرکہ نہاوند 388
  - ایرانیوں پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ 388
  - فارس یعنی ایران کے باقی ماندہ علاقوں کی فتح 389

- آذربائیجان اور طبرستان کی فتح 390
- مصر کی فتح 391
- خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت عثمان ؓ ذوالنورین کے دورِ حکومت کی فتوحات 392
- لیبیا اور تیونس کی فتح 392
- جنگ الجزائر 393
- اسپین کی فتح 393
- جزیرہ قبرص کی فتح 393
- جزیرہ اروادکی فتح 394
- جزیرہ صقلیہ پر حملہ 394
- خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ اور خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن ؓ کا دور 395
- حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور کی فتوحات 396
- فتح کابل 396
- فتح ترکستان 397
- ہندوستان کے دروازے پر دستک 397
- روم کی سیاسی قوت پر ضرب کاری 398
- بحری جہاد 398
- غزوہ قسطنطنیہ 398
- روڈس اور اروادکی فتوحات 400

(18) خلفاء راشدین کا عدالتی نظام

- حضرت عمر ؓ کے عدالتی اصول 402
- قضاۃ کی تقرری کے لئے امتحان 403
- قاضیوں کو رشوت سے محفوظ رکھنے کے لیے تنخواہوں میں اضافہ 403
- فرمانروائے حکومت بھی عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ تھا۔ 404
- انصاف کا ایک حیرت انگیز واقعہ 404
- آبادی کے لحاظ سے قضاۃ کا تقرر 406
- مسلمانوں اور غیر مسلموں کیلئے علیحدہ علیحدہ عدالتوں کا قیام 406
- دورِ خلافت کے چند عدالتی فیصلے 406
- صاحبزادے پر حد جاری کرنے کا حیرت انگیز واقعہ 408
- حضرت علی ؓ بحیثیت امیر المومنین عدالت کے کٹہرے میں 410

(19) خلفاء راشدین کا محکمہ احتساب

- اسلام کے فریضہ نہی عن المنکر کی قانونی اور آئینی حیثیت 411
- تجارتی امور کی نگرانی 413
- سپہ سالار کی باز پرس 414
- افسران کے مالی کوائف کی پڑتال 415
- اسلام کے سب سے بڑے جرنیل کی معزولی 415
- گورنروں کا احتساب 416
- عمال کی سالانہ حاضری 419
- شکایات کے لئے عام حکم 420
- حضرت علی ؓ کا احتسابی حکم 421
- گورنر فارس زیاد کو تنبیہ 421
- گورنر منذر بن الجارود کے نام تہدیدی مراسلہ 422
- ارکان حکومت کا حلف اور ان کا احتساب 422
- حکومت کے لئے حضرت عمر ؓ کی حضرت ابو عبیدہ ؓ کو نصیحت 425

(20) خلفاء راشدینؓ کا غیر مسلموں سے سلوک

- بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان 429
- حضرت ابو بکر ؓ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں سے معاہدہ 430
- خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت 430
- جان کی حفاظت 430
- غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا 431
- مال کی حفاظت 431
- حضرت عمر ؓ کے دور میں غیر مسلموں کی رائے کا احترام 432
- غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے اہم واقعات 432

مقدمہ از مؤلف

نظامِ خلافتِ راشدہ ہی نظامِ الٰہیہ اور نظامِ مُصطفیٰ ہے۔

بعثت نبوی کے وقت ایران اور روم کی دو بڑی سلطنتیں افق عالم پر نوا پرداز تھیں۔ دنیا بھر کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ، مشرکین اور ھنود و مجوس انہی دو طاقتوں کے ریزہ چیں تھے۔ جس طرح عہد حاضر میں امریکہ اور کچھ عرصہ قبل روس کی قوتوں نے دنیا بھر کے امن کو تہہ و بالا کر رکھا تھا اور یہی دو قوتیں بزعم خویش سپر پاور اور ایٹمی طاقتیں شمار ہوتی تھیں بعینہ اسی طرح ایران و روم کی دو قوتوں نے اقوام عالم کا سکون و چین تباہ کر رکھا تھا۔ ساری دنیا انہی دو خونخوار پنجوں کے درمیان پس رہی تھی۔ ہر قوت ان کی باج گزار تھی۔ مجوسیت و پاپائیت کی غوغا آرائی اور دھما چوکڑی سے دنیا بھر میں عافیت و سکون غارت ہو چکا تھا۔

روم و ایران کے سرخ اور سفید سامراج اس حد تک چلے گئے تھے کہ صرف ان کی خواہشات ہی انسانوں کے مقدر کا فیصلہ کرتی تھیں۔ پورے معاشرے میں قرار و طمانیت کے نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی۔ غرور و عجب اور قہر و غضب کے گرداب میں غریب انسان سسک رہا تھا۔ مزدور کسان، ناتواں، محتاج، صنف نازک اور نچلے درجے کی ہر سوسائٹی میں تعدی اور تجاوز کی برائی رواج پا چکی تھی۔ اقتدار کی شوکت کو باقی رکھنے کے لئے جور و ستم کا ہر حربہ قانون خیال کیا جاتا تھا۔ ساری دنیا بغیر کسی معیار ہدایت کے، بغیر کسی شرافت وحیاء کے، بغیر کسی عدل و انصاف کے ہلاکت و نکبت اور موت و ذلت کے

ساحل پر جاں بلب تھی ضلالت و غوایت کے اس اندھیرے میں فاران کی چوٹی سے ایک دائمی روشنی سپیدہ سحر کی مانند پھیلنے لگی۔ چمنستان دھر کے خزاں رسیدہ گلوں پر صبح ہدایت کی مہکنے والی بہار چھائی، ظلمت کفر سیماب پا ہوگئی، گناہ و معصیت سے آلودہ شب نیکی کے حسن سے آراستہ ہو کر نسیم صبح کا پتہ دینے لگی۔

آنحضرت ﷺ کے انقلاب سے دنیا بھر کا ہر ذی شعور انسان متاثر ہوا۔ دو طاقتوں کے درمیان ایک تیسری طاقت کا محمڈن بلاک MUHAMMADAN BLOCK کی حیثیت سے ظہور پذیر ہونا ساتویں صدی عیسوی کا غیر معمولی واقعہ تھا۔ شرک و کفر کے اندھیاروں کی کیفیت کیا تھی اور دفعتاً اس سے ہدایت کی روشنی سے جو شب گزیدہ سحر آشکار ہوئی اس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔

او کظلمت فی بحرلجی یغشہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض الخ

محمدی انقلاب کے عدل کا مینہ برسا تو ایک عالم انگشت بدنداں رہ گیا، آتش پرست اور مسیح کے حواری حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے۔ آنحضرت ﷺ کے سچے نصب العین کے ذریعے مکہ کے تیرہ سالوں میں ایک مختصر سی جماعت معرض وجود میں آئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے گلستان نبوت کے پھولوں سے پورا عالم مہکنے لگا۔ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کی دس سالہ جدوجہد اور پہلی ریاست کے قیام کے بعد آپ کی دعوت ایسی پھیلی کہ دنیا کا ہر گوشہ اس عظیم نصب العین سے بہرہ ور ہوا۔ نبوت محمدیہ کے تیئس (۲۳) سالوں میں صحابہ کرامؓ کی صورت میں آپ کی محنت شاقہ اور سعی پیہم کے ایسے ایسے شاہکار چشم نیلگوں نے دیکھے کہ ماہتاب نبوت کے ہر ستارے اور آفتاب رسالت کی ہر کرن نے ضیاء پاشی اور لمعہ افروزی میں وہ کمال حاصل کیا کہ بنجر قلوب آباد ہوگئے۔ شرک و کفر سے اٹی ہوئی بستیاں توحید و سنت کی روشنی سے جگمگا اٹھیں۔ دنیا کے چاروں طرف آنحضرت ﷺ کے رفقاء اور جاں نثاروں نے اپنے رسول ﷺ اور مقتداء کا پیغام پہنچایا جو اسلام تیئس (۲۳) سال میں مکمل ہوا تھا۔ اس کی ابتدائی بہار تو عہد نبوی میں دنیا نے دیکھ لی۔ لیکن تکمیل کے خلعت سے آراستہ کر کے دین اسلام کی عملی تصویر آپ کے خلفاء اور جانشینوں نے امت کے سامنے پیش کی۔

اسلامی نظام کا متن (قرآن عظیم) اور اس کی تشریحات (احادیث رسول) بغیر کسی تحریف و ترمیم کے ایک عالمگیر نظام حیات کی صورت میں رومی و ایرانی سامراجی قوانین کے بالمقابل کھڑی ہوگئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کا نظام حیات' دستور مملکت جوں کا توں آپ کے خلفاء نے نافذ کیا۔ قیصر و کسریٰ یعنی روم و فارس کو زیر و زبر کرنے کے بعد اقوام عالم میں جو تبدیلیاں پیش آئیں' جن نئی ضرورتوں کے تحت اجتہاد کرنا پڑا' رنگ و نسل کے تباین اور زبان و قومیت کے جن تقاضوں کے مطابق اسلام کی رہنمائی کی ضرورت پڑتی رہی خلفاء نے محمدی طرز حکومت کو ایک کسوٹی کے طور پر سامنے رکھ کر نصف دنیا پر پچاس (۵۰) سال تک حکومتیں قائم کیں۔

نظام خلافت کا احیاء کیوں ضروری ہے؟

آنحضرت ﷺ سے قبل تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کے لئے نہ ایسا لائحہ عمل تیار ہوا نہ انہیں ایسے آفاقی پیغام کے خلعت سے آراستہ کیا گیا' یہ ہمہ گیر اور دنیا بھر کی ہدایت کا پیغام آپ پر سلسلہ نبوت کے اختتام کے باعث مقدر کیا گیا۔ آپ کی ذمہ داری اور آپ کے شروع کردہ تمام امور کی تکمیل حق تعالیٰ کی قدرت و مشیت میں مقدر تھی۔ اس عظیم اور اعلیٰ ترین کام کے لئے قرآن نے نظریہ خلافت کا واضح اعلان کیا۔

آپ ﷺ کے سفر آخرت کے وقت ایک ایسی اولوالعزم جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تیار ہو چکی تھی۔ جس نے نبوت کے باقی ماندہ کاموں کو انہی بنیادوں پر اوپر اٹھایا جن پر تیئس (۲۳) سالوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کام کا آغاز کر چکے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے نظام کو نبوت کے طریقہ کے عین مطابق جسے شریعت کی اصطلاح میں خلافت خاصہ یا خلافت علی منہاج النبوۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے' آگے بڑھایا اس جماعت میں ایسے ایسے مدبر' فقیہ' سپہ سالار' اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے کہ انہوں نے منشائے نبوت سے سرمو انحراف نہ کیا پھر دنیا نے دیکھا کہ انہوں نے لاکھوں مربع میل کے خطہ کو عدل و انصاف کے حسن سے کیسے مزین آراستہ کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوا دو سال تک گیارہ لاکھ مربع میل' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ساڑھے دس سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱۲ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل' حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے پونے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک ۲۲ لاکھ مربع میل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر نظام محمدی نافذ کیا۔

نپولین کے بقول خلفاء اسلام نے نصف صدی تک نصف دنیا میں اسلام نافذ کیا۔

آنحضرت ﷺ کے جانشین خلفاء راشدین نے قیصر و کسریٰ کی شوکت پاؤں تلے روند ڈالی، ہرقل، پرویز، رستم، یزدجر اور جبیلہ کی سطوتیں خاک میں ملا دی گئیں۔ خاک عرب کے بدوؤں نے دنیا کی تمام بڑی بڑی طاقتوں کو زیر و زبر کر کے نیا عالمی نظام دنیا کے سامنے پیش کیا یہ عالمی نظام عدل و مساوات کی بنیاد پر قائم تھا۔ اس نظام عدل سے صدیوں تک دنیا سرد جنتی رہی، قادسیہ کے معرکوں سے لیکر بلخ و بخارا کی دھما چوکڑی تک شاہوں کا غرور، سرداروں کا تکبر، حکمرانوں کا عجب ایک کہانی ہو کر رہ گیا۔ اسلام نے عرب سے نکل کر عجم اور پھر عجم سے نکل کر یورپ کے دروازوں پر دستک دی۔

اسی نظام خلافت کو دنیا بھر میں پھر سے فروغ دینے کے لئے عالمی تنظیم سپاہ صحابہ* عملی جدوجہد کر رہی ہے۔

اس جماعت کی بنیاد ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء میں مجاہد اسلام مولانا حق نواز جھنگوی نے رکھی تھی۔ انہیں خلافت راشدہ کے احیاء کی جدوجہد اور صحابہ کرام* کے افکار کے فروغ کے جرم میں ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو ایرانی شیعوں اور پاکستان کی صحابہ دشمن قوتوں نے شہید کردیا۔

آیئے ہم سب مل کر پھر اسی دستور محمدی کے لئے عملی جدوجہد کریں۔ نظام خلافت کے درخشندہ دور کو واپس لانے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ آج جبکہ ایرانی لیڈر خمینی اور اس کے پیروکار خلفائے راشدین کو کافر و منافق قرار دے کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ اسلام کی اس عملی تصویر کو مٹانے کے لئے انہوں نے تمام وسائل داؤ پر لگا دیئے ہیں، ایسے وقت میں پوری اسلامی دنیا پر فرض ہے کہ اسلام کے آفاقی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں خلافت راشدہ کی یاد تازہ کریں۔ یورپ کے دروازہ پر دستک دینے کی بجائے امریکہ و روس اور فرانس و جاپان کے قوانین کا جائزہ لینے کی بجائے براہ راست ایسے دستور کا مطالعہ کریں، ایسے روشن عہد سے ریزہ چینی کریں، ایسی تعلیمات سے ہم آغوش ہوں، ایسے نظام حیات سے اپنی مملکتوں کو سنواریں، جس کا تجربہ قرون اولیٰ میں ہو چکا ہے۔ جس

کی ترقی اور تعمیر کی داستانیں تاریخ پر ثبت ہو چکی ہیں، جس کے انصاف و عدل کے ترانے آج بھی غیر مسلم اقوام کی زبانوں پر جاری ہیں۔

آیئے اس صدیقیؓ، فاروقیؓ، عثمانیؓ، مرتضویؓ، اور حضرت معاویہؓ کے ادوار حکومت سے رہنمائی حاصل کر کے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز کریں۔

امریکن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کے سوال کا جواب

امریکہ کی کناڈا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے آج سے تیس سال قبل دنیا بھر کے اسلامی سکالروں سے سوال کیا تھا کہ اسلام اگر واقعی دنیائے عالم کا سب سے بڑا رہنما ہے تو یہ صرف ۲۳ سال یا ۴۰ سال تک ہی دنیا میں کیوں نافذ رہا؟ اسے مختلف ادوار کی اسلامی حکومتوں اور عصر حاضر کے مسلمانوں نے بھی کیوں نافذ نہ کیا؟ کیا واقعی اسلام دنیا کے ہر جدید چیلنج کا جواب دے سکتا ہے؟ کیا واقعی اسلام کے ذریعے دنیا کے تمام مسائل حل کیے جاسکتے ہیں؟

پروفیسر موصوف کے اس سوال کا جواب دینے کے لئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت و ملوکیت نامی کتاب لکھی، جس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام تو واقعی ہر دور کے لئے رہنما ہے اور چند سالوں سے زیادہ اگر یہ نافذ نہ ہو سکا تو یہ اس کا قصور نہیں بلکہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت معاویہؓ نے اقربا پروری کی اور قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی کی، جس کے باعث اسلام آگے نہ بڑھ سکا۔

مولانا مودودی کی اس کتاب کے خلاف دنیا بھر کے مسلمان علماء نے آواز اٹھائی۔ خود ان کی جماعت اسلامی کے کئی اکابرین نے اس طرز فکر سے کھلے عام بیزاری کا اظہار کیا۔

راقم کے خیال میں مولانا مودودی کی طرف سے مذکورہ پروفیسر کے سوال کا یہ جواب درست نہیں۔

مولانا موصوف نے خلافت و ملوکیت میں شیعہ اور بعد کے چند جھوٹے راویوں کا تاریخی، مواد جمع کر کے اسلام کی ان برگزیدہ ہستیوں کو ہدف تنقید بنایا جسکا کوئی جواز نہ تھا۔

حالانکہ واقدی، ابن سائب کلبی اور ابی مخنف، لوط بن یحییٰ جیسے رسوائے زمانہ مؤرخوں اور جھوٹے قلمکاروں کے ترازو میں حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ جیسے جلیل

القدر صحابہ کرام ؓ کو تولنا اسلامی غیرت کے خلاف ہے۔

راقم کے خیال میں حضرت عثمان ؓ کی وجہ سے اگر اسلام کا نفاذ رک گیا تھا تو آپ کی شہادت کے پانچ سال بعد حضرت معاویہ ؓ نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ مربع میل پر اسلامی خلافت کیسے قائم کی اور اگر حضرت معاویہ ؓ کے دور میں اسلام کی صریح خلاف ورزیاں ہوئیں اور اس کی وجہ سے اسلام اگلی دنیا تک نہ پہنچ سکا' تو حضرت معاویہ ؓ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے کیونکر سوا دو سال کے عرصے تک خلافت راشدہ کے دور کو دہرایا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں! اسلام ایک درخشندہ اور بہار آفرین نظام ہے جس سے رہنمائی وہی حکمران حاصل کرسکتا ہے جو اپنی خواہشات کو اسلام کے تابع کرے' جو حکومت اپنی خواہشات کی تکمیل میں اسلام کو رکاوٹ سمجھے اور عوام کے خوف سے اسلام کا نام بھی لے اور بطور مسلمان اسلام اسلام کی رٹ بھی لگائے تو کبھی اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں جو حکمران اپنے ۵ فٹ کے جسم پر اسلام نافذ نہ کرسکیں وہ پورے ملک پر اسلام کیسے نافذ کریں گے اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔

حضرت معاویہ ؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے ادوار کے بعد بنو امیہ اور بنی عباس کی آویزش اور محاذ آرائی نے پوری دنیا کو اسلام سے دور کردیا تھا۔

اسلام کا نافذ نہ ہونا اور دنیا بھر میں اسلام کی روشنی سے استفادہ نہ کیا جانا' حضرت عثمان ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیا پرست حکمرانوں کی اسلام سے بغاوت اور نام نہاد مسلم فرمانرواؤں کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے ہے۔ جو جرم دنیا پرستوں' خواہشات کے پیروکاروں اور عشرت کدے سجانے والوں کا تھا۔ اسے جلیل القدر صحابہ ؓ اور آنحضرت ﷺ کے قریبی عزیز رفقاء کے سر تھوپنا مقام صحابیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ایک مسلمان کبھی بھی کسی صحابی کو تاریخ کے ترازو میں نہیں تول سکتا۔ صحابہ کرام ؓ کی عظمت شان پر قرآن اور احادیث کی بے شمار تصریحات موجود ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر آج بھی کوئی شخص اپنی تمام خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کے آستانے پر سرجھکائے گا اور تمام دنیاوی دساتیر سے بیزاری کا اظہار کرکے صرف اسلام نافذ کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ آج بھی ضرور بالضرور اس میں کامیاب ہوگا۔

جس مسلمان کو یہی خبر نہ ہو کہ اس کے آنگن میں سورج روشن ہے اور وہ اس سے

روشنی حاصل کرکے سارے صحن چمن کو منور کر سکتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے بجھے ہوئے چراغوں سے روشنی مانگنے کے لئے در بدر پھر رہا ہو' اسے گھر کی روشنی کیا فائدہ پہنچائے گی اس میں اس درخشاں سورج کا کیا قصور ہے' اس تابندہ آفتاب میں کونسی کمی ہے۔

تاریخ کی ستم ظریفیاں اور بعض مؤرخین کا سوقیانہ طرزِ عمل

دور حاضر کی اکثر و بیشتر تاریخی کتابوں میں حضرت عثمان غنیؓ کے دور کی فتوحات کو بالعموم اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جبکہ ان کے دور کے باغیوں کی سرگرمیوں اور مخالفوں کے بے بنیاد الزامات کے لئے زیادہ جگہ وقف کی گئی ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا پورا زمانہ شر و فساد سے عبارت رہا' اور کوئی تعمیری کام نہ ہو سکا' حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آپؓ کا دور خلافت جہاں مدت میں پہلے دونوں خلفاء سے زیادہ ہے وہاں فتوحات کی جغرافیائی وسعت بھی ان سے کئی گنا زیادہ ہے۔

بعد کے بعض مؤرخین نے حضرت عثمانؓ کی فتوحات' طرز حکومت' حیرت انگیز جہاں گیری کی بجائے طبری اور مسعودی کے چند اعتراضات کو بنیاد بنا کر صفحوں کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی طرف سے ان کی معرکۃ الآراء کتاب منھاج السنۃ میں ان تمام اعتراضات کے شافی جواب دیئے جانے کے باوجود ایک جلیل القدر صحابی پر تنقید کے نشتر چلانا کوئی اسلام کی خدمت نہ تھی۔

حضرت امام السند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علاوہ ہندو پاک اور عالم اسلام کی دو سو سالہ تاریخ میں ایک عالم اور مفکر بھی ایسا نہیں گزرا جس نے اسلام کی عملی تصویر یعنی دور خلافت راشدہ کے بے مثال کارناموں اور نادر روزگار کارگزاری' ایک حکومتی لائحہ عمل اور ریاستی نصب العین کے طور پر پیش کی ہو۔ یہ تاریخ اسلام کا وہ المیہ ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابھی تک دنیا بھر کے سارے نظام انسانیت کی فلاح و ترقی کے ضامن ثابت نہیں ہوسکے۔ اب چن چن کر خلافت راشدہ کے چند واقعات کو مختلف کتابوں، رسائل اور اخبارات میں مضامین کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تو دفعتاً انسان انہیں پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے۔

... . ☯ ....

خلافت راشدہ کے دور کو اسلام کی عملی تصویر کے طور پر پیش نہ کرنے سے ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ آج اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے باب میں لاچار نظر آتے ہیں۔ اسلامی اقدار کو سوسائٹی کے ہر ہر شعبے میں کس طرح نافذ کیا جائے، دین کو تمام محکموں میں کیونکر رائج کیا جائے، مختلف اقوام کو کس طرح اسلامی طرز زندگی کا سبق دیا جائے؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، کیا یہ دستور کامیاب بھی ہوگا یا نہیں؟ کیا ان تصریحات کے نفاذ سے لوگ مذاق تو نہ کریں گے؟ یہ ہے وہ اضمحلال اور بے اطمینانی جو اسلام کی عملی تصویر سے روگردانی کے نتیجے میں ہمارے حصے میں آئی ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۸۰ء میں اسلامی حدود کے نفاذ کا اعلان کیا لیکن کئی سال گزر جانے کے بعد بھی جب جرائم میں اضافہ ہوتا رہا اور ایک مجرم پر بھی اسلامی حد نافذ نہ کی گئی تو میں نے فوجی حکومت کے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا یہ تم نے قوم کو دھوکہ کیوں دیا؟ تو اس نے بے ساختہ کہا اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے ہم اہل یورپ کی نظر میں بدنام ہو جائیں گے۔ لوگ اسلام کو کوڑوں کا مذہب سمجھنے لگیں گے۔ بلا تامل میں سمجھ گیا کہ اگر ان کے سامنے خلافت راشدہ کی پوری تصویر ہوتی ان کی نافذ کردہ حدود کے اثرات اور نتائج سے مکمل واقفیت ہوتی اور ہمارے حکمران ۵۰ سال تک قائم و دائم رہنے والے نظام خلافت راشدہ سے واقف ہوتے تو وہ کبھی اس احساس کمتری کا شکار نہ ہوتے۔ ...... آج آپ جس مفکر سے بھی بات کریں گے، جس سیاستدان سے بھی آپ کی گفتگو ہوگی، جس حکمران سے آپ کا مباحثہ ہو جائے ہر شخص یہ کہے گا اسلام کے بغیر ہمارے ملک کی فلاح نہیں، لیکن ۴۶ سال تک عدالتیں، حکمران، سیاستدان، بیوروکریٹس اسلام اسلام پکارنے کے باجود پاکستان میں اسلام کا قانون نہ لاسکے۔ پھر ان

حکمرانوں میں کچھ لوگوں نے فرانسیسی، امریکی اور اشتراکی دساتیر سے ریزہ چینی کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ مختلف ممالک کی دستوری اصلاحات پر غور کرنے کے لئے کمیٹیاں قائم کیں، مگر اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں اور اسلام کی بنیاد پر ووٹ حاصل کرنے والے اسلام کا قانون نافذ نہ کر سکے۔...... میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمارے سامنے اسلامی حکومت کا کوئی عملی خاکہ نہ تھا۔ ہم نے کبھی اسلام کی کسی حکومت کے اصولوں کو نہ پہچانا۔ صرف قرآن اور حدیث کے متن کو دیکھ کر اسلام کے دعوے کرتے تھے۔ جن لوگوں نے ان دستاویزات کو اپنی لاکھوں مربع میل زمین پر عملی شکل بخشی تھی، ان کے ضابطوں کو نافذ کر کے دکھایا تھا، یا ان کے بہار آفریں نظام سے ایک جہاں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔...... اس کا پورا تعارف حاصل کرنے کی ہم نے کبھی کوشش بھی نہ کی۔...... اسلامی حکومت کے دعویداروں اور اسلامی سلطنت کے قیام کا نعرہ لگانے والے سیاست دانوں کو سب سے پہلے اسلام اور اسلامی حکومتوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کے لئے نظام خلافت راشدہ اور اس کے پورے عہد کی کہانی بے مثال رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔ اس نظام اور طرز ہائے حکومت سے واقفیت حاصل کئے بغیر کوئی شخص عملی طور پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا۔

...... ☯ ......

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور مدت و وسعت کے لحاظ سے اسلام کا سب سے بڑا دور کہلاتا ہے۔ ان کی خدمات اور کارنامے غیر مسلموں کی تواریخ میں بھی نمایاں حروف سے لکھے ہوئے ہیں لیکن آپ جس تاریخ اور عصر حاضر کے جس مفکر کی کتاب کھولیں گے وہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا ذکر کرے گا، نہ ان کی طرف سے اسلام کو پہنچنے والے فوائد کا تجزیہ کرے گا، نہ ان کی سلطنت اور ان کے دور کے تقاضوں کا تجزیہ کرے گا۔ بلکہ انہیں صرف جنگ صفین کا ہیرو بنا کر پیش کرے گا اور بس......

یہ کس قدر المیہ ہے کہ وہ عظیم حکمران جس کے احسانات سے پوری امت آج تک سبکدوش نہ ہو سکی۔ اس کے ۲۰ سالہ دور گورنری، ۱۹ سالہ دور خلافت، ۶۴ لاکھ مربع میل کی فتوحات، معاشی، اقتصادی اور معاشرتی اصلاحات کے لئے اس کا قلم تعصب اور تاریخ

کی بے اعتدالیوں کا شکار ہو جائے گا۔

اس طرح حضرت معاویہ ؓ کی شان مرتبت اور حیرت انگیز کارناموں کے سامنے فنکاروں اور مفکروں کا فکر جمود اور تعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ مفکر جرمنی کے ہٹلر اور امریکہ کے براہام لنکن کی مثالیں تو رقم کریں گے، گاندھی کا فلسفہ عدم تشدد کو تو خراج تحسین پیش کریں گے۔ لیکن دنیا کے نصف حصے کو امن اور ترقی کی روشنی سے منور کرنے والے اسلام کے عظیم محسن کی تابش ضیا سے ان کو کوئی حصہ نہ مل سکے گا۔

کیا حضرت عثمان ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کا یہی قصور تھا کہ وہ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے؟ یاد رہے کہ تاریخ کے تمام مجموعے بنوامیہ اور بنو عباس کی آویزش کا نتیجہ ہیں۔ خاندانی تعصب کی بنا پر کئی سو سال بعد مرتب ہونے والی تاریخ اسلامی مفکروں کے افکار پر اس قدر بھاری ہوگئی ہے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کے بیان کردہ ارشادات اور قرآن کا علی الاطلاق شان صحابیت کا اظہار بھی غلط سوچ اور بے بنیاد فکر کے زاویے متعین کرنے سے نہ روک سکا۔

مجھے اعتراف ہے کہ حضرت عثمان ؓ سب سے زیادہ معمر خلیفہ تھے۔ وہ نرم خو اور نرم دل تھے۔ انہوں نے لاکھوں درہم رشتہ داروں کو عطا کئے۔ لیکن کیا ان کی یہ ساری رقم ان کی اپنی جائیداد سے نہ تھی؟ کیا ان کی ۱۲ سالہ خلافت میں یہی دو چار باتیں رونما ہوئی تھیں؟

یہ درست ہے کہ حضرت علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ جنگ صفین کو بالفرض اگر حضرت معاویہ ؓ کی اجتہادی خطاء مان لیا جائے تو کیا یہ دو چار باتیں ان کے سارے کارناموں کو ہضم کر گئیں؟ یہی بے بنیاد باتیں ساری خدمات کو صفحہ تاریخ سے محو کر گئیں؟

روافض کے جھوٹے پروپیگنڈے اور سبائیت و یہودیت کے چیتھڑوں اور چربوں نے

ہمیں صرف اسی سوچ کا حامل بنایا ہے کہ تعصب کے غلاف میں لپٹی ہوئی ابن سائب کلبی اور ابن مخنف اور لوط بن یحیٰ جیسے روافض کے ماخذوں سے وجود میں آئی ہوئی تاریخ ہی سب سے معتبر دستاویز ہے۔..... ان نقوش کے باعث اب نہ کوئی ان کے کارناموں کا تذکرہ کرے، نہ ان کی حیرت انگیز خدمات کا اظہار کرے، ان کو خلیفہ تک نہ مانا جائے اور ستم یہ کہ ان کے لئے راشد کا لفظ بھی نہ بولا جائے اور نہ لکھا جائے۔

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ؒ کی تصریح

بنو امیہ کے ساتھ رفض زدہ مؤرخوں اور بعض سبائیت نواز سنی اساطین نے جو سلوک کیا اس کے بارے میں ہندوستان کی تحریک آزادی کے عظیم رہنما اور مفکر انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے درج ذیل الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ بحث کو ہم مولانا سندھی کے انتہائی حقیقت پسندانہ تجزیے پر ختم کرتے ہیں۔

> "اموی دور اسلام کی بین الاقوامی تحریک کے ارتقاء کی ایک لازمی کڑی کا حکم رکھتا ہے۔ ہمارے تاریخ نگاروں نے بنو امیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور بنو امیہ کے سیاسی مخالفین (بنو عباس وغیرہ) نے جو بعد میں ان کے تخت و تاج کے وارث بنے، انہیں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، پہلے ہم بھی بنو امیہ کے خلاف اپنے مؤرخوں کی باتوں سے متاثر ہو جاتے تھے۔ لیکن اب جو ہم نے دنیا کی انقلابی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور ایک انقلابی تحریک کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان کو پہچانا تو ہم پر اموی دور کی اصل حقیقت واضح ہو گئی۔
>
> ہم نے بنو امیہ کی غلطیوں کو تو خوب اچھالا لیکن ان کی جو اچھائیاں تھیں ان کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیا۔ بیشک امویوں نے اسلامی حکومت کو قومی اور عربی رنگ دیا۔ لیکن انہوں نے اسلام کے بین الاقوامی فکر کو اپنی حکومت کے تابع نہ بنایا۔ چنانچہ عہد بنی امیہ میں اسلام کا مرکز دمشق تھا۔ لیکن ذہنی اور علمی

فکر مدینہ ہی رہا۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی فکر کی بین الاقوامیت بحال رہی۔ (از ماہنامہ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۵۵ ستمبر ۱۹۹۳ء)

عصر حاضر میں نظام خلافت راشدہ کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے؟

اسلام میں عزیمت اور رخصت کا مقام

آج کل مختلف حلقوں سے ہم پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ عہد حاضر میں نظام خلافت کیسے رائج کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دربان مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سازشوں کے اس دور میں حفاظتی انتظامات کے بغیر حکومتیں کیسے چل سکتیں ہیں؟ باریک کپڑا پہننے، جو کی روٹی کھانے، لباس پر پیوند لگانے اور انتہائی سادگی اور بے بسی و بے کسی کی تصویر بن کر زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے؟ جدید ترقی کے دور میں ایسی بیچارگی کا مظاہرہ اکتشافات سے منور اس دنیا کو کس طرح ساتھ لیکر چل سکتا ہے؟

عصر حاضر میں جبکہ زمین نے اپنا سینہ اگل دیا ہے۔ چاروں طرف تیل، سونا، ربڑ اور زمنی نعمتوں سے پورا ماحول جمال صباحت کی رنگینی اور حسن ملاحت کی رعنائی سے روشن ہے ایسے وقت میں کپڑوں پر پیوند لگانا مضحکہ خیز کارروائی ہوگی، خدائی نعمتوں اور کشائش سے صرف نظر کرنا کہاں کی دانشمندی ہوگی۔

نظام خلافت میں جو کی روٹی، ستو کی خوراک، زیتون کا تیل اور خلیفہ ثانی کا قحط میں کئی روز بھوکا رہنا یہ آج کے دور کی مشکلات میں کیسے ممکن ہے۔

دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے۔ جدید سائنس نے ہواؤں کا سینہ چاک کر دیا ہے۔ وائرلیس کے سیاروں نے مشرق و مغرب کے فاصلے مٹا دیئے ہیں۔ آپ ایسے ترقی یافتہ دور میں عرب کے بدوؤں کی بات کر رہے ہیں اور آپ اونٹوں پر سفر کرنے والوں، گھوڑوں سے شمشیر آزمائی کرنے والوں، نیزوں اور تلواروں سے لڑنے والوں کا نظام ایٹم بموں اور میزائلوں کے دور میں پیش کر رہے ہیں؟

برطانیہ میں اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے کئی یہودی اور عیسائی سکالروں نے نظام

CS CamScanner

خلافت پر جو اعتراضات کئے ان میں یہی مذکورہ بنیادی باتیں تھیں۔

راقم نے 1987 میں برمنگھم کے قریب ولور ہیمپٹن کے مسلم کیمونٹی سنٹر میں ان سوالات کے تفصیلی جواب دیئے، تاہم یہاں بھی انہیں اس غرض سے نقل کیا جا رہا ہے کہ زیر نظر کتاب نظام خلافت کو جدید دنیا کے سامنے ایک آئیڈیل کانسٹی ٹیوشن (Constitution) کی صورت میں پیش کر رہی ہے۔ عہد حاضر میں جب ایک مسلمان نظام خلافت کے احیاء اور نفاذ پر زور دیتا ہے تو اس کا مقصد معاشرتی جزئیات، علاقائی ماحول اور قدیم دور کے طرز و طریق کو اپنانے اور نافذ کرنے کی دعوت نہیں دیتا۔

ہم جب نظام خلافت کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ محمدی شریعت کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ اسلام کے سچے اصولوں اور بنیادی قواعد سے مملکتوں کو آراستہ کیا جائے۔ ...... طرز حکومت میں آنحضرت ﷺ اور آپ ؐ کے ابتدائی خلفاء نے دربان مقرر نہ کرکے غریبی اور مسکینی کا جو طرز اپنایا تھا وہ اس دور کے غریبوں ناتواں اور انتہائی بے کس رعایا کی ضرورت اور ماحول کو مد نظر رکھ کر اپنایا گیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی سادگی کا مظاہرہ کیا تو ان کے سامنے پورے ملک کے غریبوں کا نقشہ تھا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس سادگی کو اعلیٰ درجہ کی رعایا پروری اور عزیمت کا عنوان دیا گیا ہے۔ وہ لوگ اسلام کے دائرہ اور تعلیمات میں رہتے ہوئے شاندار محلات، زرق و برق لباس، بیش قیمت تخت و تاج میں زندگی گزار سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے رعایا اور عامۃ الناس کے دکھوں کا احساس کرتے ہوئے خود کو معاشرے کے غریب سے غریب فرد کی طرح رہن سہن کا پابند بنایا۔

آج اگر آپ چاند پر چلے گئے ہیں یا جدید ترقی کے بلند زینوں پر چڑھ گئے ہیں تو انسان کی بنیادی ضرورتیں اور رعایا کے حقوق کے زاویے تو نہیں بدل گئے۔ رعایا پروری کے ضابطے، خدا ترسی اور معاشرے کے ہر طبقے کے حقوق کی پاسداری کے اصول تو ختم نہیں ہوگئے۔ ہم کہتے ہیں آج انسانی حقوق کی تکمیل بے انہی اصولوں کے مطابق مساوی اقدار بحال کی جائیں ہر طبقے اور ہر سوسائٹی کے مطابق ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

اسلام میں اعلیٰ طرز زندگی اور جائز طریقوں سے حاصل کی گئی دولت و ثروت کے مطابق اچھے معیار کا رہن سہن اختیار کرنے کی کھلی اجازت ہے اگر پہلے طریقے کو اسلام میں

عزیمت اور اس کے آخری طریقے کو رخصت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہمیں نظام خلافت میں یہ دونوں طریقے نظر آتے ہیں۔ آپ عہد حاضر میں مملکت کا نظام جدید دنیا کی ضرورتوں اور آسائشوں کے مطابق بھی استوار کرسکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ؐ (مشکوۃ)

میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں۔ جس کے پیچھے چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور خلفاء میں پہلے چار خلفاء کا دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ خلافت خاصہ یا عزیمت کا دور کہلاتا ہے۔ لیکن حضرت معاویہ ؓ کا دور خلافت محمدی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے جو سہولت و رخصت میسر آتی ہے اس سے مالا مال ہے۔

آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر صحابی ہدایت کا درخشندہ ستارہ ہے۔ اب اگر آپ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دربان مقرر کرنے، اعلیٰ معیار زندگی اپنانے، غیر مسلم اقوام کے سامنے شان و شوکت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور جدید دنیا کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر نظام مملکت سنوارنا چاہتے ہیں تو بھی اسلامی اساس کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت معاویہ ؓ کا انیس (۱۹) سالہ دور حکومت بطور نشان منزل آپ کی رہنمائی کرے گا۔

یہ دور جدت طرازی کے ہر باب میں، جنگ وجدال، رعایا پروری، امور خارجہ و داخلہ، مذہبی اقتدار کے فروغ، معاشرتی اور اخلاقی اصول کے ہر عنوان پر آپ کو مشعل راہ کا کام دیتا رہے گا۔

حضرت معاویہ ؓ نے نصف دنیا پر انیس (۱۹) سال تک حکومت کی۔ آپؓ کو دنیا کی ہر قوم، ہر نسل، ہر علاقہ، ہر زبان اور ہر رنگ کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ آپؓ نے عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں اور بدھ مت، ہر غیر مسلم سے جنگیں بھی لڑیں۔ سیاسی معاہدے بھی کئے، بڑے بڑے اکھڑ قبائل کو بھی زیر کیا، رومی بادشاہوں کے غرور بھی خاک میں ملائے، فارس و ایرانی سازشوں کی جڑیں بھی اکھاڑیں، پاپائے روم سے لیکر مکران کے راجوں اور سندھ کے مہاراجوں تک ہر زبردست اور زیردست سے ہم کلام ہوئے، زندگی کے ہر شعبے اور سوسائٹی کے ہر معاملے میں اسلامی اصولوں کی رہنمائی آپ کو

CamScanner

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ملے گی۔

دنیا کی کوئی حکومت جب بھی اسلام کی بنیاد پر نظم مملکت سنوارے گی اسے محمدی شریعت کے لئے خلفاء ہی کے دروازوں پر دستک دینی پڑے گی، اسے یہیں سے عزیمت و رخصت کی راہیں میسر آئیں گی، عہد حاضر میں خلفاء اربعہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ادوار حکومت کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام نے دنیا کو ترقی کے کسی زینے پر چڑھنے سے نہیں روکا۔ چاند کو مسخر کرنا، ہر قسم کا جدید اسلحہ تیار کرنا، عصر حاضر کی ہر سہولت سے فائدہ اٹھانا، سائنس کی بنیاد پر خدا کی بنائی ہوئی ہر چیز کو جدید زندگی کے سانچوں میں ڈھالنا، دشمن جس لباس میں آئے اسی لباس میں اس سے نبرد آزمائی کرنا، اسلام کے ہر مقابل کو سماجی، معاشی، اقتصادی، جنگی اور سیاسی الغرض ہر میدان میں شکست دینا اسلام کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو دنیا کی کسی دوڑ سے پیچھے نہیں رکھتا۔ ہاں مگر اسلام سے ناواقف لوگوں کا زاویہ فکر بدلنے کی ضرورت ہے۔

نظام خلافت راشدہ ہی عصر حاضر کے مسائل کا حل ہے!

اس وقت دنیا بھر میں جہاں بھی اسلامی حکومتیں قائم ہیں، جو سیاستدان بھی اسلام کا نعرہ بلند کرتا ہے، جو دانشور اور مصلح ترانی اسلامی حکومت کے قیام کی بات کرتے ہیں وہ ابھی تک کسی جگہ بھی اسلامی عدل کی بہار کا نمونہ نہیں دکھلا سکے ہیں۔ بڑی سے بڑی مسلمان حکومتیں نظریاتی کمیٹیاں تشکیل دیتی ہیں، تحقیقاتی کونسلیں بناتی ہیں، غریب و امیر کے لئے یکساں قوانین ترتیب دینا چاہتی ہیں۔ پاکستان کی موجودہ اور سابقہ حکومتیں اسلام کا نعرہ بلند کرنے کے باوجود اسلامی قانون نافذ نہیں کر سکیں۔

تمام مسلم حکومتیں بار بار اسلام کا نام لینے کے باوجود زمین کے کسی حصہ پر بھی محمدی قانون کی جھلک نہ دکھلا سکیں۔

لیبیا کے کرنل قذافی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے معاشی مسائل سے استفادہ نہ کر سکے اور معاشی مسائل کے حل کے لئے انہیں اشتراکیت کے اصولوں کا سہارا لینا پڑا اور بالآخر "کتاب الاخضر" لکھ کر اسلام پر عدم اعتمادی کا اظہار کر بیٹھے ہیں۔

مصر کی حکومت بھی اپنا دامن اسلام سے جوڑتی ہے لیکن اسلام کے قانون کو یہاں پر بھی بالادستی حاصل نہیں۔

سعودی عرب دنیا کی واحد اسلامی مملکت ہے۔ جس میں اسلامی حدود نافذ ہیں۔ اگرچہ یہاں پر بھی مزید اصلاحات کی ضرورت ہے۔

اس وقت تقریباً ۵۳ کے قریب آزاد اسلامی ممالک ہیں۔ جہاں کے حکمران مسلمان ہیں۔ ان کے قلوب آنحضرت ﷺ کی محبت کی قندیل سے روشن ہیں۔ ان کو مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ وہ اسلام کے نام پر اپنی اپنی مملکتوں کے اقتدار پر قابض ہیں۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود کوئی ریاست مکمل طور پر اسلامی فلاحی مملکت نہیں کہلا سکی۔ کسی جگہ بھی اسلامی عدل کی بہاریں فضائے ملکوت کو معطر نہیں کر رہیں، کوئی خطہ بھی قرآنی مساوات اور محمدی انصاف کے شہ پاروں سے لمعہ افگن نہیں۔ ہر سال کروڑوں روپیہ اسلام کے نام پر اسلامی اداروں پر خرچ کیا جاتا ہے، اربوں روپے اسلامی سکالروں پر لگائے جاتے ہیں، بڑی بڑی اسلامی یونیورسٹیاں مصروف عمل ہیں، بڑی بڑی مساجد میں نمازوں کے اوقات میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی، لیکن کیا اسلام صرف اس رسمی کارروائی اور سرگزشت کا نام ہے۔ اسلام جو دنیا بھر کی فلاح و بہبود اور ساری انسانیت کے لئے امن و عافیت کا علمبردار ہے وہ صرف نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے مسائل پر محدود ہو کر رہ گیا ہے؟

یہ ایسا مغالطہ ہے جس کا بڑے بڑے لوگ شکار ہوئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد راقم کا خیال ہے کہ ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن کے اسلامی مشن اور آپ ﷺ کے فرامین پر تو نظر دوڑاتے ہیں۔ لیکن خلافت راشدہ کے جس دور میں قرآن کو عملی شکل میں نافذ کیا گیا، احادیث رسول ﷺ کی بنیاد پر عدالتوں اور معاشی اداروں کی بنیادیں رکھی گئیں، ان کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں۔ انگریزی قوانین اور دفعات پر ہماری نظر ہے لیکن صحابہؓ کی عدالتوں اور قوانین کو ہم نہیں پہچانتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور حکومت سے فقر و درویشی، سادگی اور تقویٰ کا سبق لیتے، عہد فاروقیؓ سے عدل و مساوات کا درس لیتے، عہد عثمانؓ سے اسلامی فتوحات، عہد علیؓ سے علم و فضل کے راستے تلاش کرتے اور حضرت معاویہؓ کے دور خلافت سے اسلام کی

عالمگیر حیثیت کا اندازہ لگاتے۔ پھر انہی خلفاء کے طرز حکومت کو اپناتے۔ قرآن و حدیث کی عملی تصویر اور آنحضرت ﷺ کی تیئس (۲۳) سالہ زندگی کے سب سے بڑے شاہکار دور خلافت کے ذریعے ہم مملکت کے تمام مسائل کا حل نکال سکتے ہیں۔ ظلم و جور کے خاتمے کے لئے جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ نے قیصرو کسریٰ کی جڑیں کاٹیں پھر حضرت معاویہؓ نے بڑے بڑے فرعونوں کو صفحۂ ہستی سے مٹایا پھر جس طرح انہوں نے اپنے دور کے ہر مسئلے کا حل قرآن و حدیث سے نکالا، ہم بھی اپنی اپنی ریاستوں، علاقوں، مملکتوں، صوبوں اور سلطنتوں کو آفتاب خلافت کی اسی روشنی سے منور کر سکتے ہیں۔ خلافت راشدہ ایک ایسا خزانہ عامرہ ہے جس کے ظل عاطفت سے تمام مشکلات کی تمازتیں دور ہو سکتی ہیں۔ عہد حاضر میں جبکہ اشتراکی فلسفہ ناکام ہو چکا ہے، امریکی جمہوریت بھی انسانوں کی بستیوں میں کالے گورے کی تمیز نہیں مٹا سکی، یورپ کے دساتیر ترمیم و تنسیخ کے چوراہے پر پڑے ہیں۔ ہمیں جدت طرازی اور نئے نئے اکتشافات کے اس دور میں نظام خلافت ہی کو ایک معیار اور کسوٹی کے طور پر دنیا بھر کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ یقیناً امن و عافیت کی گمشدہ متاع اسی نظام کی وساطت سے ہر مسلم و غیر مسلم کو میسر آ سکتی ہے۔

خلافت کا یہی نظام رنگ و نسل کے توازن کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ لسانی اور علاقائی جھگڑوں کو نمٹا سکتا ہے۔ کشمیر، بوسنیا، فلسطین، فلپائن، برما، افغانستان کے مسلمانوں کی مشکلات کا حل پیش کر سکتا ہے۔ مسلمانوں میں نئے سرے سے جذبۂ جہاد بیدار کر کے ساری دنیا پر ایک نئے عالمی نظام کے ذریعے غلبہ عطا کر سکتا ہے۔

آیئے ہم سب مل کر پھر سے خلافت کے نظام کو زندہ کریں۔

CamScanner

قائد سپاہ صحابہ

علامہ ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

کا مختصر تعارف

◆ پیدائش ۴ مارچ ۱۹۵۳ء

◆ تعلیم ابتدائی تعلیم جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۹۶۳ء

دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال ۷۲-۱۹۷۱ء

جامع باب العلوم کہروڑپکا ضلع لودھراں ۷۴-۱۹۷۳ء

جامع خیر المدارس ملتان ۱۹۷۵ء

◆ بی اے پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۸ء

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی اہم تصانیف

	صفحات
◆ خلافت و حکومت	432
◆ صحابہ کرام کی آئینی حیثیت	416
◆ سپاہ صحابہ کا نصب العین اور تقاضے	104
◆ رہبر و رہنما ﷺ	350
◆ تحریک آزادی ہند کے نامور سپوت	107
◆ فیصل اک روشن ستارہ	700
◆ تدوین تاریخی دستاویز	744

قائد سپاہ صحابہ

علامہ ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

سرگزشت و خدمات

◆ ۱۹۷۳ء جمعیت طلباء اسلام پنجاب کے نائب صدر

◆ ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت میں حصہ، ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ میں پابند سلاسل رہے۔

◆ ۱۹۷۶ء ناظم جمعیت علماء اسلام فیصل آباد

◆ ۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ میں نمایاں حصہ لیا۔ فیصل آباد، ملتان، وہاڑی کی جیلوں میں قید رہے۔

◆ ۱۹۷۸ء دار العلوم فیض عام سمندری کی بنیاد رکھی

◆ ۸۱-۱۹۸۰ء جامعہ فاروقیہ میں تدریس، شعبہ تصنیف و تالیف کے انچارج رہے۔

◆ ۱۹۸۲ء تنظیم کاروان اہلسنت میں شمولیت

◆ ۱۹۸۵ء مولانا حق نواز شہید سے رفاقت کا آغاز

◆ فروری ۱۹۸۶ء سپاہ صحابہ میں شمولیت

◆ ۱۹۸۷ء سنٹرل جیل فیصل آباد میں نظربندی

◆ مارچ ۱۹۹۰ء سپاہ صحابہ کی سرپرستی اور مولانا حق نواز شہید کی جانشینی

◆ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء پہلی مرتبہ وزیر اعظم پاکستان کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔

◆ ۱۹۹۲ء بین الاقوامی سطح پر سپاہ صحابہ کی باقاعدہ تشکیل

◆ ۱۹۹۳ء کے آغاز میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خان کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔

◆ جنوری ۱۹۹۳ء صدر پاکستان فاروق لغاری کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔

◆ دسمبر ۱۹۹۳ء تاریخی دستاویز کی اشاعت

پہلا باب

خلافت یا امامت

شیعہ اور مسلمانوں میں بنیادی اختلاف

قرآن عظیم نے ایک طرف آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت و وحی کے اختتام کا اعلان کیا۔ دوسری طرف نبوت کے مقاصد کی تکمیل اور رہتی دنیا تک اسلام کی شعاعوں کو دنیا بھر میں پھیلانے کی ذمہ داری آپ ﷺ کے خلفاء اور جانشینوں کے سپرد کرنے کی خوشخبری دی۔ قرآن کی واضح تصریحات میں نبوت کے بعد خلافت کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ قرآن کی بے شمار آیات کی روشنی میں اسلام نے نظریہ خلافت کو فروغ دیا ہے۔

آپ کے خلفاء کو علیحدہ آسمانی ہدایات کی بجائے آنحضرت ؐ کے احکامات اور اتباع کی روشنی میں عدل و انصاف کے قیام اور مساوات و اجتماعیت کے انعقاد کا پابند بنایا گیا۔

مسلمانوں کا نظریہ خلافت

عقیدہ خلافت راشدہ:۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امامت کی بجائے خلافت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہ عقیدہ درج ذیل قرآنی آیت سے عبارت ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من

CamScanner

قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لا چکے تم میں سے اور جنھوں نے اچھے عمل کیے ضرور بالضرور ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا گیا تھا اور ضرور بالضرور تمکین (فتوحات) اور شوکت عطا کرے گا ان کے اس دین کو جس کو پسند کیا اللہ نے ان کے لئے۔ اور ضرور تبدیل کرے گا ان کے خوف کو امن میں۔

آیت مذکورہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انعقاد خلافت مسلمہ امر ہے۔ اس میں کلام کرنا خدائی احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

دوسری تصریح ملاحظہ ہو۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ ط

ان لوگوں کو اگر ہم اقتدار دیں زمین پر تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ اداء کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی۔ "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ط (مشکوۃ شریف)

لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو۔

مذکورہ بالا واضح ہدایات سے خلافت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ یہاں نظریہ امامت یا ولایت فقیہہ کی کسی اصطلاح کا نام و نشان نہیں۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر نظریہ خلافت کے بارے میں اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء نے نبوت کے کاموں کی تکمیل کی اور آپ ہی کے ذمہ لگائے ہوئے امور کو بحیثیت نائبین پیغمبر پورا کیا۔ خلفاء اسلام نے آپ ہی کا پیغام آپ ہی کے بتائے ہوئے اصولوں اور قواعد و ضوابط کے مطابق امت تک پہنچایا۔ آپ کے شروع کئے ہوئے کاموں کی تکمیل کی، آپ کی کھینچی ہوئی لکیر پر چل کر محمدی شریعت دنیا میں نافذ کی۔

مذکورہ تصریحات کی روشنی میں حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کی خلافتوں کو نص قرآنی کا مصداق اور محور قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں جس خلافت راشدہ کا ذکر کیا گیا ہے اس میں کون کون سے افراد شامل ہیں؟ ظاہر ہے جب یہ آیت کریمہ (بمعہ قصہ صلح حدیبیہ) نازل ہوئی اسوقت جو صحابہ کرامؓ موجود تھے انہی میں چند افراد کیساتھ یہ خدائی وعدہ

ہے اسلئے جمہور اہلسنت کی رائے کے مطابق حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اس آیت موعودہ میں شامل ہیں۔ یہی لوگ قرآنی مصداق کے حقیقی محور ہیں۔ اس کیساتھ اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ رشد کو صرف چار خلفاء میں بند کرنا بھی کسی قرآنی اور نبوی ارشاد سے ثابت نہیں بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے بارے میں علی الاطلاق حکم ہے۔

اولئک هم الراشدون ؎ یہ تمام لوگ (صحابہ کرامؓ) راشد ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں جماعت رسول کا ہر ہر فرد راشد ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ میں جو افراد بھی خلفاء ہوئے ہیں ان کیلئے بھی یہ لفظ شامل ہے۔ آیت موعودہ میں اگرچہ صرف چار افراد کو شامل کیا گیا ہے تاہم وہ خلفاء جو بعد میں ہوئے ان پر بھی بطور صحابی راشد کا اطلاق ہوگا۔

خلفاء کون کون ہوں گے؟

آنحضرتؐ کے درج ذیل ارشاد سے اس کی حقیقت آشکار ہو رہی ہے۔ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۳۷۲ کتاب الانبیاء اور صحیح مسلم جلد سوم کتاب الامارہ صفحہ ۱۷۴ پر ہے۔

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لا نبى بعدى فسيكون خلفاء فيكثرون قالو فماتا مرنا قال فوابيعة الاول فا الاول اعطوهم ضفهم فان الله سائلهم عما استرعاهم ؎

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھ میں تھی جب بھی کسی نبی کا انتقال ہوتا تو دوسرا نبی اس کی قائم مقامی کرتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جو پہلے آتا جائے اس کی بیعت پوری کرو، اور تم ان کے حقوق ادا کرتے رہو، اللہ تعالیٰ رعایا کے بارے میں خود ان سے باز پرس کرلے گا۔

آنحضرت ﷺ کے اس واضح ارشاد کے بعد الخلافة من بعدى ثلاثون سنه والی حدیث ہے اور ثقاہت کے لحاظ سے بھی مذکورہ حدیث کے پائے

تک نہیں پہنچتی، معیار بنا کر صرف پہلے چار صحابہ کرامؓ کو ہی خلیفہ قرار دینا صحیح نہیں، اول الذکر حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء بہت ہوں گے۔ اب جاننا چاہئے کہ صحابہ کرامؓ میں خلفاء اربعہ کے بعد حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی خلیفہ ہوئے۔ صحابی ہونے کی وجہ سے ہر ایک پر راشد کا اطلاق بھی ہو سکتا ہے۔ اس تصریح کے بعد ہم پھر کہیں گے کہ پہلے چار خلفاءؓ کے ہم پلہ، ہم مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ قرآنی آیت کا مصداق پہلے چار خلفاء ہی ہیں، لیکن بعد والے صحابہ کرامؓ کی خلافتیں رشد سے باہر نہیں۔

اسلام کے مطابق خلفاء راشدین کی نشانیوں اور علامات کا ذکر آنحضرت ﷺ نے کئی جگہ فرمایا تاہم ان کا انتخاب مخصوص صفات کے مطابق امت مسلمہ پر چھوڑ دیا تاکہ رعایا پروری کے حکومتی اصولوں کے مطابق وہ عوام کے سامنے جوابدہ ہوں، ظاہر ہے نبی کے نامزد کرنے کی صورت میں خلفاء کسی طرح بھی عوامی نمائندے نہیں کہلا سکتے اور نہ ہی دنیا کا کوئی شخص ان کے کسی فعل پر برسرعام نقض کر سکتا۔ اس طرح عوامی تائید کی روح اور رعایا کی مرضی کی حکومت کا وہ تصور جو اسلام کے مدنظر تھا یکسر تبدیل ہو جاتا، نبوت کے بعد اسلام نے ایسے اقتدار کی بنیاد رکھی جو ایک طرف پیغمبر کی نیابت کا حق ادا کرے اور تمام اسلامی شرائط کا حامل ہو تو دوسری طرف اس کا انتخاب عوام کی منشاء کے مطابق ہو۔

شیعہ کا نظریہ امامت

آنحضرت ﷺ کے تمام خلفاء کا انتخاب چار معروف طریقوں سے ہوا جن کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا لیکن اگر ان کو خدا کی طرف سے نامزد کردہ قرار دے دیا جائے تو نبوت و نیابت میں چنداں فرق نہیں رہتا۔ یہیں سے مسلمانوں اور شیعہ کے نقطہ نظر میں تفریق ہو جاتی ہے۔

شیعہ کے نزدیک ایک طرف تو آنحضرت ﷺ کے بعد نظریہ امامت کا تصور اجاگر کیا گیا ہے تو دوسری طرف اماموں کا رتبہ سابقہ تمام انبیاء سے بلند اور انبیاء کی تمام صفات وحی کا اجراء، ماموریت من اللہ وغیرہ بھی ان مقدس بزرگوں میں مانی گئی ہیں۔

اگرچہ شیعہ اور ایرانی پیشواء خمینی کے نظریہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے گیارہ افراد کو امام کے درجہ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ تاہم اس نقطہ نظر کی کوئی قرآنی تصریح اور احادیث رسول کا واضح حکم وہ پیش نہیں کر سکے۔

نظریہ امامت کا مختصر تعارف

مسلمانوں کے نزدیک امامت دو قسم پر ہے امامت صغریٰ' یعنی مسجد کی امامت یا کسی شخص کا کسی فن میں ماہر ہونا جیسے فقہ میں مہارت تامہ کی وجہ سے حضرت ابو حنیفہ کو امام اور حدیث میں مہارت کی وجہ سے شارح بخاری کو امام بخاری کہا جاتا ہے۔ امامت کبریٰ یعنی خلافت اور حکومت' اس معنی میں مسلمانوں کے اسلامی حکمران کو امام وقت کہا جاتا ہے۔

شیعہ کا نظریہ امامت ان تمام باتوں سے جدا ہے ان کے ہاں امامت نبوت کی طرح ایسا منصب ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے' ان میں آنحضرت ﷺ کے داماد حضرت علیؓ اور آپؓ کے گیارہ افراد حضرت حسنؓ' حضرت حسینؓ' حضرت زین العابدینؒ' حضرت باقرؒ' حضرت جعفر صادقؒ' حضرت موسیٰ کاظمؒ' رضا کاظمؒ' تقی علیؒ حسن عسکریؒ اور محمد المھدیؒ شامل ہیں۔

ان میں آخرالذکر امام سات سال کی عمر میں اصلی قرآن لے کر غائب ہو گئے تھے۔ شیعہ کی بنیادی کتاب اصول کافی کے مطابق یہ قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ عراق کی ایک غار میں موجود ہیں۔

اماموں کے بارے میں شیعہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ان کا مقام آنحضرت ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے بلند ہے۔ یہ لوگ معصوم عن الخطاء اور مامور من اللہ ہیں۔ ان کو دنیا کے ذرے ذرے کا علم ہے۔ ان کی پیدائش ماں کی ران سے ہوتی ہے۔ یہ ساری دنیا انہی کے دم قدم سے قائم ہے۔

قرآن یا حدیث میں جہاں بھی امام کا لفظ آیا ہے۔ ہر جگہ اس کا مفہوم مقتدا اور پیشوا ہی متعین کیا گیا ہے جیسے آئمہ ہدیٰ امام ابو حنیفہؒ' امام شافعیؒ وغیرہ آئمہ حدیث امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام فلسفہ امام غزالیؒ اسی طرح طاغوتی طاقتوں کے بھی آئمہ کفر ہیں۔

CS CamScanner

قرآن میں ہے "فقاتلو آئمة الکفر" تم کفر کے اماموں سے لڑو۔

فرعون کے ذکر میں آتا ہے "وجعلنهم آئمة یدعون الی النار" اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ آگ کی طرف بلاتے تھے۔"

مطلب یہ ہے کہ امام یا امامت کے لفظ میں کسی قسم کا ذاتی تقدس یا پاکیزگی اور طہارت موجود نہیں۔ اگر ہدایت کے پیشوا ہیں تو آئمہ ہدیٰ اور اگر کفر کے پیشوا ہیں تو آئمہ کفر۔

مگر شیعہ کے ہاں جو بارہ اماموں کی امامت کا تصور ہے۔ وہ قرآن، عربی لغت اور ہر قسم کی ان اصطلاحوں کے برعکس ایک من گھڑت تصور امامت ہے۔ اس کے مطابق یہاں یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ اسلام کے نظریہ خلافت کی قرآنی وضاحت کے بعد نظریہ امامت کا عقیدہ گھڑنا بے اصل اور خلاف اسلام ہے۔

قارئین کو معلوم ہوگا، ارکان اسلام میں کلمہ طیبہ، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام کے حقیقی متن قرآن میں بیسیوں مقامات پر ان ارکان کا ذکر ہے لیکن نظریہ امامت کو ارکان اسلام میں شمار کرنے والے ایک بھی قرآنی آیت میں مخصوص نظریہ امامت کے اثبات کی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اندیشہ ہائے دور دراز اور قرآن کی معنوی تحریف کے بعد اگر کسی جگہ سے امامت پر استدلال کیا گیا ہے تو بھی وہ ان کے اپنے دعویٰ سے کوسوں دور ہے۔

اگر شیعہ کے نقطہ نظر کے مطابق آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کی امامت کو تسلیم کر لیا جائے تو دو درجن قرآنی آیات کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء نے اقتدار قائم کر کے فتوحات کے ذریعے اسلام کو ایسی قوت بخشی کہ پوری دنیا میں اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا۔

"آلم غلبت الروم" میں روم کی فتح "لیظهره علی الدین کله" کے مطابق قیصر و کسریٰ کا زیر و زبر ہونا صرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں پیش آیا، اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نظریہ امامت کو تسلیم کر کے حضرت علیؓ کو پہلا خلیفہ تسلیم کر لیا جائے تو قارئین بتائیں کہ یہ فتوحات کب اور کس زمانے میں ہوئیں۔ قرآن کے مطابق ان کا مصداق کون ٹھہرا....؟

شیعہ کی طرف سے حضرت علیؓ کے بارے میں خلیفہ بلافصل کا اعلان تاریخ عالم کا ایسا جھوٹ اور بے بنیاد فریب ہے جس کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ اعلان ہندو پاک میں روزانہ شیعہ کی ہر عبادت گاہ میں تین اذانوں کے بعد لاؤڈ سپیکروں میں کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں!

اشهد ان امیر المومنین و امام المتقین علی ولی الله وصی رسول الله خلیفة بلافصل

"میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین علی اللہ کا ولی ہے اور متقین کا امام ہے۔ رسول اللہ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے' اور وہ رسول اللہ کے بعد بغیر فاصلے کے خلیفہ ہے۔"

"ایسے جھوٹ اور من گھڑت اعلان کا مطلب یہ ہے کہ سورج جب نصف النہار پر ہو اور کوئی شخص لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرے "آج سورج نہیں نکلا" آج سورج نہیں نکلا" آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت اور آپ کی جانشینی کی حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اگر کسی کو اس سے اختلاف ہو وہ افسوس کا اظہار تو کر سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا لیکن یہ کہے کہ "حضرت علیؓ بغیر فاصلے کے حضور ﷺ کے جانشین ہیں" ایسا جھوٹ بول کر وہ کیونکر مقدس حقائق کو مسخ کر سکتا ہے۔

اسلام کے نظریہ خلافت کا انکار واضح حقائق کا انکار ہے۔ اس کے منکرین اپنے غلط دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کبھی کلمہ طیبہ میں تین اجزاء کا اضافہ کرتے ہیں' کبھی کہتے ہیں "اگر قرآن مکمل ہوتا تو اس میں حضرت علیؓ اور گیارہ اماموں کا نام ہوتا" کبھی کہتے ہیں "جن لوگوں نے ابو بکر کو خلیفہ تسلیم کیا وہ سب کافر تھے" وغیرہ' وغیرہ۔

صرف نظریہ امامت کے اثبات کے لئے شیعہ نے کیا کیا قلابازیاں کھائی ہیں' کیا کیا شگوفے چھوڑے ہیں' کیا کیا حقائق مسخ کئے ہیں' کہاں کہاں ٹھوکریں کھا کر ضلالت کے گہرے گرداب میں جاں بہ لب ہوئے ہیں' ایک جھوٹ کے بعد جھوٹ کے کتنے طوفان اٹھانے پڑے ہیں' یہ الگ داستان ہے۔ "خلافت راشدہ" اسلام کی عملی اور تجرباتی تصویر ہے۔ جو اسلام تئیس (۲۳) سال میں آسمانوں سے اترا' خلافت راشدہ کا دور اس کا عملی نفاذ ہے۔ خلفاء راشدین کا دور حقیقت میں محمدی شریعت کا آئینہ شفاف ہے جس کی ضو فشانی

سے سارا عالم منور و مستفیض ہے۔ اگر اس دور کو اسلام سے جدا کر دیا جائے تو شریعت اسلامیہ کے عملی اجراء کی ساری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ خلافت راشدہ کا دور اسلام کا درخشاں اور تاباں چہرہ ہے جس کی تابندگی نے کفر و شرک کے اندھیاروں میں عدل اجتماعی کا دیپ جلایا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ سے لے کر حضرت معاویہؓ تک اسلام کے خلفاء نے مساوات و انصاف کے وہ موتی بکھیرے ہیں جس سے قیصرو کسریٰ کے ظلم سے اٹی ہوئی انسانیت طمانیت و قرار کی دولت عظمیٰ سے مسرور اور مطمئن ہوئی۔

قیامت کی صبح تک جب بھی کوئی دور، ملک، خطہ، ماہتاب اسلام سے روشنی کا طلبگار ہو گا اسے خلافت راشدہ کی چوکھٹ پر ہی سر جھکانا پڑے گا۔

اس آستاں کی ریزہ چینی کے بغیر اسلام کا نفاذ، زبانی طور پر تو ہو سکتا ہے، دونوں کے حصول کے لئے اسلام اسلام کی رٹ تو لگائی جا سکتی ہے، لیکن نفاذ شریعت کی حقیقی روشنی نہیں مل سکتی۔

مذکورہ تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امت مسلمہ کا شیعہ سے اصل اختلاف مسئلہ امامت پر ہے۔ شیعہ نے عقیدہ امامت کو ثابت کرنے کیلئے کبھی کلمہ طیبہ کو تبدیل کیا، پھر جب قرآن سے وہ اس کا اثبات نہ پیش کر سکے تو یہ عقیدہ گھڑا کہ یہ تو محرف شدہ کتاب ہے اگر یہ کتاب صحیح ہوتی تو اس میں بارہ اماموں کا ذکر ہوتا۔

اسی عقیدہ امامت کے اثبات کیلئے مسئلہ بداء گھڑ کر خدائے ذوالجلال کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی۔

اسی عقیدہ کے اثبات کے لئے آنحضرت ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ اور سچے خلفاء اور رفقاء کو کافر و مرتد اور منافق قرار دیا کیونکہ صحابہ کرامؓ کو سچا مسلمان مانا جائے تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار ان رفقاء نبوت میں کسی سے بھی اس مخصوص عقیدہ امامت کی تصدیق نہ ہو سکنے کی صورت میں شیعہ مذہب کی عمارت دھڑام سے زمین پر گر جاتی ہے۔

شیعہ کا عقیدہ امامت ایک ایسا معمہ ہے جو چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ساری دنیا کے مؤرخین خواہ وہ عیسائی، یہودی اور ہندو ہوں، اسلام کے سخت سے سخت دشمن، مستشرقین یورپ ہوں، محمدی شریعت کے مخالف تاریخ نگار ہوں، جب بھی کسی نے تاریخ اسلام پر قلم اٹھایا، تنقید اور تنقیص کے نشتروں کے باوجود ہر ایک نے

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ادوار خلافت کو اسلام کی حقیقی روح اور محمدی دین کا دور شباب قرار دیا۔ ان کی فتوحات کی نشاۃ اولین اور غازہ و حق و صداقت کے طور پر پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء کے طرز ہائے حکومت و ساتیر مملکت کو ایک نمونہ اور معیار تسلیم کیا' بڑی بڑی بازنطینی' سلطنتوں' غیر مسلم حکومتوں نے خلفاء راشدین کے ادوار سے ریزہ چینی کی' خصوصیت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے دور کو جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک میں ایک اعلیٰ درجہ کی فلاحی حکومت کا درجہ دیا گیا۔ بڑے بڑے اداروں نے ریسرچ و تحقیق کے باب میں خلفائے راشدین کے دور کو سماجی اصلاح کا اعلیٰ نمونہ اور رعایا پروری کا درخشندہ عہد قرار دیا۔

دوسری طرف شیعہ اور خمینی کا نقطہ نظر ملاحظہ ہو کہ انہوں نے عقل و انصاف کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ کو اسلام کا دشمن قرار دیا۔ اپنے بے بنیاد نظریہ امامت کے اثبات کے لئے جہاں ایک طرف قرآن' حدیث اور تاریخ کا منہ چڑایا وہاں خود حضرت علیؓ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ چوبیس (۲۴) سال تک خلفاء ثلاثہ کے دور میں ان کے بطور وزیر اور مشیر رہنے کو پرکاہ کے برابر اہمیت نہ دی' حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں خود اپنی کتابوں (نہج البلاغہ' تفسیر حسن عسکری) میں لکھی ہوئی واضح تصریحات اور ارشادات سے انحراف کیا۔

ہر اذان میں یہ کہنا کہ "حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے بعد بغیر کسی فاصلے کے خلیفہ ہیں" اس جھوٹ اور دجل کے مقابلے میں خود حضرت علیؓ' حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے طرز عمل اور اسوہ حسنہ کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔ شیعہ کے نظریہ امامت کے مقابلے میں اسلام کے نظریہ خلافت کا تصور ایسا اجلا اور واضح نشان ہے۔ جس کے اثبات اور دلائل پر قرآنی احادیث' تاریخ اسلام حتیٰ کہ حضرت علیؓ اور دیگر آئمہ کے اقوال شاہد عدل ہیں۔

CS CamScanner

دوسرا باب

اسلام میں خلافت کا تعارف

خلافت کے معنی لغت میں نیابت اور جانشینی کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں خلافت اس اسلامی سلطنت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی جانشینی کو قائم اور مستحکم کیا جائے۔ (از ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۲۵۶، شاہ ولی اللہ)

لفظ خلافت خود بھی اپنے مفہوم اور منشاء کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ اصل کا سایہ ایک آئینہ کا عکس اور حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے۔

جو شخص نائب نبی ہونے کی حیثیت سے دین کو قائم رکھنے کا انتظام کرے وہ خلیفہ ہے۔ نائب نبی کی قید سے انبیاء کی جماعت خارج ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء اللہ کے خلیفہ ہیں۔ جو دنیا میں خلافت الٰہیہ کے قیام کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافت خاصہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک مسلمانوں کے نزدیک خلافت کے معنی سلطنت اور فرمانروائی کے ہیں۔ اگر وہ خلافت نمونہ نبوت پر ہو تو اسے خلافت خاصہ یا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہتے ہیں۔ اس کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ تمام ملکی اور ملی نظام آنحضرت ﷺ کے شروع کردہ طریقہ اور حکم کے عین مطابق ہو، مثلاً (۱) اقامتِ دین (۲) اقامتِ جہاد (۳) اقامتِ علوم دینیہ (۴) اقامتِ حدود شرعیہ وغیرہ خلافت خاصہ کو خلافت راشدہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں خلافت جابرہ ہے۔ جس کا انعقاد کسی صحابی سے ممکن نہیں۔ خلافت راشدہ وہ ہے جس کے ذریعے احکام شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری کو پورا کیا جاتا ہے اگر یہ ذمہ داری آنحضرت ﷺ کے طرز کے عین مطابق یعنی

CamScanner

عزیمت کے طریقے پر ہو تو یہ خلافت راشدہ کا وہی عنوان ہے جس کا ذکر آیت استخلاف یعنی وعدہ اللہ الذین امنوا منکم الخ میں کیا گیا ہے۔ یہ خلافت راشدہ موعودہ ہے۔ اس کا اطلاق صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔

کیونکہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو چاروں خلفاء مسلمان تھے اور ان کی خلافتوں کے انعقاد کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ صحابہ کرامؓ میں امت محمدیہ کے جن افراد سے خدائی وعدہ خلافت کیا گیا ہے وہ یہی مقدس لوگ تھے۔

تاہم بعد میں جتنے صحابی بھی خلیفہ ہوئے ان میں ہر شخص قرآنی نص "اولئک هم الراشدون" کے مطابق راشد تھا۔

اس لئے ان تمام خلفاء صحابہؓ پر جن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ راشدون کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

بعثت نبوت کا حقیقی مقصد اور خلفاء راشدین کی ذمہ داری

انبیاء کی بعثت کا حقیقی مقصد خلافت الہیہ کا قیام اور ربانی ہدایات کا نفاذ ہوتا ہے۔ اللہ کی یہ برگزیدہ ہستیاں معاشرے میں انقلاب برپا کرنے کے لئے، ہر برائی کے خاتمے اور ظلم کے استحصال کے لئے کمربستہ رہتی ہیں۔ ہر نبی حق تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے خلیفۃ اللہ حضرت آدمؑ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ"

ہر نبی نے اپنی اپنی امت کی پوری پوری اصلاح فرمائی، منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کو عام کرنے میں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا، یہاں تک کہ آخر الزمان پیغمبر ﷺ مبعوث ہوئے۔ چونکہ آپؐ حق تعالیٰ کے آخری خلیفہ اور خاتم الانبیاء تھے۔ جب تک آپؐ کی بعثت کا مقصد حقیقی پورا نہ ہوا آپ کو عالم قدس کی طرف جانے کی دعوت نہیں دی گئی اور جب خدائی آئین مکمل کر دیا گیا، اسلام کا آئین پوری قوت کے ساتھ دنیا میں نافذ ہونے لگا، تو قرآن عظیم نے اعلان کر دیا کہ آپؐ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا۔ لہٰذا اب رسالت کے فرائض کی بجا آوری باقی تھی۔ اس عظیم مقصد کے پیش نظر آنحضرت

ﷺ کی زبان سے ارشاد ہوتا ہے۔

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء اور پیغمبر سیاست کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا، لیکن اب پیغمبری ختم ہو گئی۔ اب تم میں خلفاء ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

چنانچہ آپ ﷺ کے خلفاء نے آپؐ کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ جان جوکھوں میں ڈالکر خلفاء راشدین ایسی ایسی راہوں سے گزرے جو مصائب کے خاروں سے اٹے ہوئے تھے۔ انہیں جلا وطنی اور قتل تک کے دکھ اٹھانا پڑے۔ اقامت دین کے لئے انہوں نے سب کچھ تج دیا۔ حدود شرعیہ کے قیام کے لئے انہوں نے جانوں کی بازی لگادی۔ آنحضرت ﷺ نے جس انقلاب کی بنیاد رکھی اس کا مقصد جہاں خدائی قوانین کا نفاذ تھا وہاں غریبوں، ناداروں، کمزوروں اور ناتواؤں کو طاقتوروں اور دولت مندوں کے پنجہ ظلم سے نجات دلانا تھا۔ لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے خلفاء نے آخری دم تک جدوجہد کی۔ جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے ہر پیغمبر کی دعوت پر سب سے پہلے غریبوں نے لبیک کہا، اسی طرح آپؐ کے خلفاء کا واسطہ بھی ابتداء میں معاشرہ کے کمزور اور غریب لوگوں سے ہوا۔

خلافت کا ظاہر و باطن

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصریح کے مطابق خلافت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ خلافت کا ظاہر وہ ریاست اور فرمانروائی ہے جو دین متین کی تمکین اور اس کے استحکام کے لئے ہو اور خلافت کا باطن وہ خاص تشبیہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے بحیثیت پیغمبر کے خلفاء کو حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح حقیقت نبوت ارادہ الٰہیہ ہے جو عالم کی اصلاح و فلاح اور شریعت الٰہیہ کی ترویج کے متعلق ہو، اسی طرح خلافت بھی ارادہ الٰہیہ ہے جو کسی شخص کے ہاتھ پر پیغمبر کے اقوال و افعال، اس کی شریعت، دین کی اشاعت اور غلبہ کی تکمیل اور تتمیم سے متعلق ہو۔ ایسا شخص آنحضرت ﷺ سے خاص مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔ (از ازالۃ الخفاء)

CS CamScanner

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصریح

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک مزید تصریح ملاحظہ ہو'

"خلیفۂ رسول کی عقلی قوت وحی الٰہی کے مشابہہ ہوتی ہے۔ یہ مقام صدیقت ہے اور جن اغراض و مقاصد کے لئے نبی مبعوث ہوتا ہے ان اغراض کی تکمیل اس خلیفہ کے ہاتھ پر ہوتی ہے۔ یعنی نبی اور رسول جس کام کی بنیاد رکھ کر گئے ہوں مگر وہ کام تک پہنچنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید سے ان کاموں کو نبی کے خلیفہ کے ہاتھ پر پورا فرماتے ہیں۔ یعنی جو خلیفہ نبی کے باقی ماندہ امور کو پورا کرنے والا ہو وہی خلیفہ خلافت خاصہ کا حامل ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امور کی تکمیل یوشع علیہ السلام نے کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے امور کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی بلاشبہ یہ تمام خلفاء انبیاء علیہم السلام تھے۔ انہوں نے انبیاء کے علم اور فتوحات کو آخری نقطے تک پہنچا دیا۔ (از ازالۃ الخلفاء)

اس خلافت کا ذکر قرآن پاک کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتو فینک فالینا یرجعون ؁

مذکورہ آیت میں واضح طور پر موجود ہے کہ خدا کے حکم کے مطابق جو وعدے انبیاء سے کئے گئے' کچھ تو ان کی وفات سے پہلے پورے کر دیئے گئے' کچھ وفات کے بعد ان کے خلفاء کے ہاتھوں پورے ہوئے۔ انبیاء سے کیا گیا ہر ہر وعدہ اپنے اپنے وقت پر پورا ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے وعدے

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں پورے ہوئے

آیئے ہم قرآن عظیم کی پیشینگوئیوں پر غور کر کے دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے وعدے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے خلفاء کے دور میں پورے کئے۔

CamScanner

(1) ملک روم کے فتح ہونے کا وعدہ:

سلطنت روم کی شان و شوکت اس قدر زیادہ تھی کہ آپؐ کے دور میں قیصر روم اور کسریٰ ایران ہی دو بڑی طاقتیں تھیں۔

روم کی فتح کا اعلان قرآن نے ایسے وقت میں کیا جب مکہ بھی فتح نہ ہوا تھا۔ قرآن کی آیت "الم غلبت الروم ۝ فی ادنی الارض من بعد غلبھم سیغلبون ۝ جب اتری تو کفار مکہ نے مذاق اڑایا کہ جن لوگوں کے پاس اپنے لئے بیٹھنے کی جگہ تک نہیں وہ روم جیسی جبروتی طاقت کی فتح کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا جب خلیفہ دوئم حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں روم فتح ہوا اور دنیا کی اس دوسری سپر پاور کے ٹکڑے ٹکڑے فضائے عالم میں بکھر گئے۔ حضرت عمرؓ کے روانہ کردہ لشکر کے ہاتھوں مسلمانوں نے رومیوں کی وسیع و عریض قوت کو پارہ پارہ کر دیا۔

(2) کسریٰ کے کنگن پہننے کا واقعہ:

ہجرت کے موقع پر سراقہ بن جعشم آپ کے تعاقب میں نکلا آنحضرت ﷺ کا معجزہ دیکھ کر سراقہ نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک وقت آئے گا کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔"

پھر جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ ایران یزدگر مغلوب ہوا تو اس کا تمام ساز و سامان مسلمانوں کے پاس بطور مال غنیمت جمع ہوا اور اس میں کسریٰ ایران کے کنگن بھی تھے۔ جو حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت سراقہؓ کے ہاتھوں میں ڈالے گئے۔ یہ حضرت عمرؓ ہی کا دور خلافت تھا۔

(3) قرآن کا ارشاد تھا:

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۝

"بیشک زمین پر نیک بندے وارث بنائے جائیں گے۔"

مفسرین کہتے ہیں اس آیت میں اس دور کی وسعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ۴۴ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے پر پھیلا ہوا تھا۔

CamScanner

(4) قرآن میں اعلان گیا تھا:

ھو الذی ارسلہ رسولہ بالھدی الخ

اس قرآنی آیت میں اسلام کے جس غلبہ کا اعلان ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زریں عہد اور فتوحات کی بشارت دی گئی ہے۔

(5) حدیث رسول ﷺ ہے:

اول جیش یغزو البحر فقد اوجبوا'

پہلا لشکر جو سمندروں میں (اسلام کی) جنگ لڑے گا اس پر جنت واجب ہو گئی۔

مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے جس بحری لڑائی کی خوشخبری سنائی ہے کیا یہ حضرت معاویہ ؓ کی امارت کا دور نہیں تھا؟ کیا حضرت معاویہ ؓ ہی وہ پہلے شخص نہیں تھے! جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑا تیار کیا تھا؟

آنحضرت ﷺ تمام انبیاء و رسل سے افضل تھے۔ اسی طرح آپ ؐ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت و رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ بالکل اسی طرح آپ ؐ کے خلفاء بھی تمام انبیاء کے خلفاء سے افضل تھے۔ آپ ؐ کی جامعیت کبریٰ نے خلفاء کے مزاج اور عملی زندگی کو جامعیت اور کاملیت کی زندہ و جاوید تصویر بنا دیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت بصورت بادشاہت ' حضرت زکریا علیہ السلام کی نبوت بصورت علمیت ' حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بصورت زہد و تقویٰ ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصورت اصلاح و تربیت ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بصورت طب و حکمت تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نبوت ان تمام کمالات کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ سلطنت و حکومت سے لے کر اصلاح و تربیت تک ہر طرح کے کمالات آپ ؐ کی جامع ذات میں پنہاں تھے۔ بعینہٖ آپ ؐ کے خلفاء بھی ہر کمال کے جامع اور ہر عظمت کے حامل تھے۔

خلافت راشدہ کی مثال

خلیفہ کی مثال ایک لاؤڈ سپیکر کی ہے، جس طرح لاؤڈ سپیکر آواز بلند کرنے والا ہے مگر اصل آواز تو خود آواز دینے والے کی ہوتی ہے۔ لیکن آواز میں شدت و کیفیت لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح جو کام خلفاء راشدین کے ہاتھوں مکمل ہوئے وہ سب آنحضرت ﷺ کی آواز تھے۔ اگر یوں کہا جائے کہ خلیفہ کا وجود نبی کے لئے بطور اعضاء و جوارح کے ہوتا ہے کہ اصل فرمانروا تو قلب اور دماغ ہے۔ یعنی نبی کے لئے خلفاء راشدین کی ذات بمنزلہ دست و بازو کے ہیں، جن کی حرکت تو نظر آ رہی ہے لیکن اصل حرکت جس دل و دماغ کی ہے وہ نظر سے پوشیدہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اصل میں نبوت کا بقیہ اور تتمہ ہے۔ آپ کا دور ۲۳ سالہ نہیں بلکہ ۵۳ سالہ ہے پہلے تیئس (۲۳) سال میں تو آپ نے براہ راست احکام صادر فرمائے لیکن بقایا تیس (۳۰) سال میں پہلے ہی احکام پر عمل ہوتا رہا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زمانہ نبوت میں صراحت آپ کی تھی اور زمانہ خلافت میں نبی ساکت اور صامت بیٹھے ہیں۔ لسان نبوت خاموش ہے۔ لیکن آپ ہی کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق نظم حکومت استوار رہا۔ خلفاء راشدین کا دور حکومت حقیقت میں حکومت الہیہ اور نظام مصطفیٰ ہے۔

ان تصریحات سے آگے امام دہلویؒ رقمطراز ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین کے اقوال و افعال باجماع امت حجت شرعیہ ہیں۔ ان کا اتباع واجب اور لازم ہے۔ خلفاء راشدین کی سنت کے اتباع میں بکثرت احادیث آئی ہیں۔
(از کتاب خلافت راشدہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی"، بحوالہ ازالۃ الخفاء)

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی زندگی کے ساڑھے چوبیس سال نہ صرف خلفاء ثلاثہ کی اتباع کی بلکہ ان کے ادوار میں آپؓ بطور وزیر و مشیر کام کرتے رہے۔ نہج البلاغہ کے مطابق حضرت علی ؓ نے خلفاء ثلاثہ کی پیروی کو واجب قرار دیا اور اپنے پونے پانچ سالہ دور حکومت میں انہی کے نظام حکومت کو جاری و ساری رکھا۔ حضرت علی ؓ کا دور حکومت جن اصولوں کے مطابق قائم تھا وہ خلفاء ثلاثہ ہی کے قائم کردہ قوانین تھے۔ ان کے

اپنے دور میں کہیں بھی فقہ جعفری کا نام و نشان نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ گیارھویں امام حضرت حسن عسکری" تک فقہ جعفریہ نام کا کوئی قانون دنیا کی کسی کتاب میں موجود نہ تھا۔

دور خلافت راشدہ کی حقانیت کا انکار حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کا انکار ہے۔ یہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا (العیاذ باللہ) لازم آتا ہے کہ قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کے فضائل بیان کئے جو ان کے صحیح مصداق نہ تھے۔ دوسری طرف قرآن عظیم کی تمام پیش گوئیاں اور بشارتیں غلط ثابت ہوتی ہیں۔ ایک طرف وعدہ استخلاف باطل قرار پاتا ہے تو دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔

اسلام میں خلیفہ کے لئے شرائط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و جانشینی اور بعد کے خلفاء اسلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خلافت خاصہ یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت کے حامل افراد کے لئے جن صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ عام خلیفہ اسلام کے لئے وہ باتیں شرط نہ ہوں تاہم اسلام میں خلیفہ کے لئے شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلمان ہو' (۲) آزاد ہو' (۳) عاقل ہو' (۴) بالغ ہو' (۵) صائب الرائے ہو' (۶) تدبیر و انتظام کی پوری صلاحیت رکھتا ہو' (۷) احکام شریعت کا محافظ ہو' (۸) احکام شریعت کے جاری اور نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام کے لئے جس قدر علمی' عملی قوتوں کی ضرورت ہے وہ اس میں موجود ہوں' (۹) اتباع شریعت' عدل وانصاف کے قیام' شجاعت و ہمت کے اوصاف سے متصف ہو۔

(از شرح فقہ اکبر و فتح الباری وغیرہ' از ازالۃ الخفاء)

خلیفہ پیغمبر اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے حاملین کی شرائط

سابقین اور مذکورہ بالا خاص شرائط کے علاوہ خلفاء راشدین میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

CS CamScanner

(۱)... خلیفہ مہاجرین میں سے ہو۔
(۲)... صلح حدیبیہ یعنی آیت استخلاف کے نزول کے وقت موجود ہو۔
(۳)... آنحضرت ﷺ کی طرف سے نام لیکر (مبشر بالجنتہ) جنت کی خوشخبری مل چکی ہو۔
(۴)... امت کا طبقہ علماء میں شامل ہو۔
(۵)... آنحضرت ﷺ سے اس کا معاملہ مستحق خلافت کا رہا ہو۔
جیسا کہ آپ ؐ نے اس کے استحقاق کا ذکر کیا۔ جو کام خلافت سے تعلق رکھتے ہیں، اپنی زندگی میں اس پر مامور کیا ہو۔
(۶)... اس کا قول محبت ہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافتیں اگرچہ ان تمام شرائط سے موصوف نہیں تاہم مذکورہ تینوں اصحاب رسول ؐ کی خلافتوں کو اسلام میں اعلیٰ مرتبہ ہے۔ کیونکہ ان کے ادوار میں اقامت دین، اقامت حدود شرعیہ کی پاسداری قائم رہی۔ اس لئے انہیں لغوی طور پر خلفاء راشدین قرار دینا بالاتفاق اور اصطلاحی طور پر بالاختلاف درست ہو گا۔

چاروں خلفاء کی خلافتیں

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کے مطابق خلافت خاصہ کے لوازم میں یہ بات داخل ہے کہ خلیفہ ایسا شخص ہو جو تمام امت میں افضل ہو۔

خلافت خاصہ امت محمدیہ میں صرف چار افراد کو حاصل ہے یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ان چاروں خلفاء کو سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہے۔ مثلاً

(۱)... چاروں خلفاء کا سابقون الاولون (اولین مسلمان) ہونا۔
(۲)... چاروں خلفاء کا عشرہ مبشرہ میں داخل ہونا۔
(۳)... چاروں خلفاء کا طبقہ مہاجرین میں شامل ہونا۔
(۴)... چاروں خلفاء کا جنگ بدر میں شریک ہونا۔
(۵)... چاروں خلفاء کا آیت استخلاف کے وقت موجود ہونا۔

CS CamScanner

(۶)..... چاروں خلفاء کا فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی صحبت میں موجود ہونا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت فرمائی تو پوری امت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئی۔ اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت محمدیہ میں ایک ایسا شرف نصیب ہوا جس کے مطابق آپؓ کا دور دنیائے اسلام کا سب سے وسیع اور طویل دور قرار پایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو بنی امیہ کی دشمنی اور عداوت کی بھینٹ چڑھا کر ایسی ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ الامان و الحفیظ۔

اسلام کا وہ عظیم الشان حکمران اور خلیفہ، جس نے آنحضرت ﷺ سے لیکر آج تک اسلام کی سب سے بڑی سلطنت میں ۱۹ سال تک اسلامی حدود نافذ کیں۔ اقامت دین کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کا ذکر کئے بغیر صرف صفین کے ایک معرکے کی بنیاد پر اس کی ساری اسلامی خدمات سے صرف نظر کر لینا تعصب اور تنگ نظری کی زندہ مثال ہے۔ اس سلسلے میں راقم کی کتاب "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ " کے مطالعے سے کئی چھپے ہوئے حقائق سامنے آسکتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی کہ ایڈورڈ گبن اور نپولین کے بقول مسلمانوں نے نصف صدی تک جس نصف دنیا کو فتح کیا تھا وہ آپؓ ہی کے دور کی زندۂ جاوید داستان ہے۔

امام التاریخ علامہ ابن خلدونؒ کی تصریح

امام ابن خلدونؒ فرماتے ہیں! کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا ذکر خلفاء راشدین کے ساتھ کیا جاتا کیونکہ تمکین فی الارض اور حدود شرعیہ و سعت خلافت، تبدل خوف کے باب میں آپؓ کے دور میں تمام شرائط پوری نظر آتی ہیں۔

CS CamScanner

"خلافت و حکومت" کے اس عنوان میں حضرت معاویہ ؓ کا طرز حکومت، وسعت سلطنت، کارنامے اور خدمات کو خلفاء راشدین کے ساتھ ہی قارئین کے سامنے پیش کیا جائے گا.......

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت معاویہ ؓ کی خدمات، کارناموں اور تاریخی اصلاحات کو چھپانا سبائیت نوازی سے کم نہیں۔

بڑی بڑی علمی شخصیات نے حقائق و اسرار کی وادیوں کو سر کیا، بے شمار معارف کا ادارک کیا، ضخیم سے ضخیم تاریخوں کی چھان پھٹک کی، تاریخ کی دبیز تہوں سے پردے ہٹائے، معرفت و حقیقت کے کئی راز آشکار کئے مگر دنیائے اسلام کی سب سے بڑی سلطنت قائم کرنے والے عہد ساز اسلامی حکمران کے باب میں مصلحتوں کا شکار ہو گئے، سبائیت و رافضیت کی کوکھ سے جنم لینے والی تاریخ کے ہتھے چڑھ گئے۔ اسلامی بحری بیڑے کا آغاز کر کے آنحضرت ﷺ کی بشارتوں کا محور ایک طرف رفض کے کچوکے کھاتا رہا۔ تو دوسری طرف اپنوں کی ژاژخائی کا سزاوار بنا رہا۔ جس عہد ساز انسان نے محمدی شریعت کا پرچم پرتگال سے مراکش تک اور شام سے ساحل مکران تک لہرایا۔ اس کی خلافت کے کارناموں پر داد تحسین دینے کی بجائے اسے صرف جنگ صفین کا مرتکب قرار دینے کے لئے تاریخ کو مقدس صحیفہ خیال کیا گیا۔ قاتلان عثمان ؓ سے انتقال لینے کے لئے لڑی جانے والی جنگ صفین کے بعد اگرچہ حضرت علی ؓ کے صاحبزادے حضرت حسن ؓ نے تو حضرت معاویہ ؓ سے صلح کرلی۔ لیکن حضرات اہل بیت کا نام لیکر حضرت معاویہ ؓ کو برا کہنے والوں کے نقش قدم پر چل کر ان مہربانوں نے تو آج تک حضرت معاویہ ؓ سے صلح نہیں کی (فیا للعجب)۔

CS CamScanner

تیسرا باب

خلفاء کا مختصر تعارف اور حالات زندگی

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: ۵۷۳ء بمقام مکہ مکرمہ۔

نام: ابتدائی نام عبد الکعبہ... آنحضرت ﷺ نے آپؓ کا نام عبد اللہ پڑا۔

کنیت: اسلام سے قبل ایک عورت ام بکر کے ساتھ نکاح کے نتیجے میں بکر نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے آپؓ کو ابو بکر کہا گیا۔ (از کتاب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

والد کا نام و نسب: ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔

والدہ کا نام اور نسب: ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب

والد کا قبول اسلام: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

ابو قحافہ کی وفات حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد ۹۷ برس کی عمر میں ۱۴ھ میں ہوئی۔
(الاصابہ ج ۴، صفحہ ۳۷۵)

قبل از اسلام: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل بھی ایک متمول تاجر اور

کاروباری کے طور پر معروف تھے۔ ان کی دیانت، راست بازی کا شہرہ دور دور تک تھا۔

بعد از اسلام: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے آئینہ شفاف کی مانند تھا۔ نبوت سے قبل آپؓ کو آنحضرت ﷺ سے گہرا انس تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ سے آپؓ کی دوستی ہوگئی تھی۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ جونہی آپؐ نے دعوئ نبوت فرمایا! مردوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

رفاقت نبوتؐ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۸ سال کی عمر سے لے کر ۶۱ سال کی عمر تک ۴۳ سال آنحضرت ﷺ کی صحبت پائی۔ اس دوران مکہ اور مدینہ میں صلح و جنگ کے تمام مواقع پر آپؓ کو صحبت نبوتؐ میسر رہی۔

امامت: آنحضرت ﷺ نے وفات سے چار روز قبل مرض الموت میں فرمایا:
(ترجمہ) "ابوبکر کو بلاؤ آکر میرے مصلے پر نماز پڑھائیں۔" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ﷺ کے حکم پر نیابت نبوت کے فرائض سنبھال چکے تھے۔

خلافت: جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؓ کو جانشین پیغمبر کے طور پر تسلیم کیا۔

آپؓ کا دور خلافت دو سال تین ماہ دس دن تک قائم رہا۔ اس دور میں کل ۱۴ اہم جنگیں لڑی گئیں۔

مسیلمہ کذاب کا خاتمہ اور قیصر روم کا پہلا معرکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تاریخی کارنامے ہیں۔

آپ کا دور خلافت گیارہ لاکھ مربع میل تک محیط رہا۔

وفات: ۱۳ ہجری ۲۲ جمادی الثانی کو یہ آفتاب خلافت ۶۳ سال کی عمر میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ اس طرح خلافت راشدہ کے مہر منیر کی ضیا گستری سے عالم عرب و عجم عدل و انصاف کے حسن سے آراستہ ہوگئے۔

آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: ہجرت نبوی سے ۴۰ برس قبل (۵۸۴ء)

نام: عمر

والد کا نام و نسب: خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح آپؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

آپؓ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلہ بنی عدی سے تھا۔

والدہ: ختمہ بنت ہاشم بن مغیرہ۔

قبول اسلام: آنحضرت ﷺ کی دعا آپؓ کے قبول اسلام کا باعث بنی۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اس وقت نبوت کا ساتواں سال تھا۔

بعد از اسلام: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مشرکین مکہ میں کھلبلی مچ گئی۔ چند روز بعد ہی خانہ کعبہ میں اذان ہونے لگی۔ اس وقت تک ۴۰ دوسرے افراد بھی مسلمان ہو چکے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں سات (۷) سال اور مدینہ منورہ میں دس (۱۰) سال تک ہر موقع پر صحبت نبویؐ سے شرف پایا۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ اسلام کی بڑی بڑی مہموں میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔

بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ۲۷ قرآنی آیات نازل ہوئیں۔''

آپؓ کے بے شمار فضائل احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔

عہد صدیقی: آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جونہی فتنوں کا دور شروع ہوا۔

منکرین زکوٰۃ اور منکرین حدیث و ختم نبوت کی غوغا آرائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

خلافت: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایام وفات ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کردیا تھا۔ عہد فاروقی ؓ اسلام کا تابندہ اور روشن دور ہے۔ آپ ؓ کی فتوحات اور بے مثال جدوجہد اسلام کے ماتھے پر جھومر کی طرح روشن ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت غلبہ اسلام کا شاہکار تھے۔ بے شمار قرآنی آیات جن میں غلبہ اسلام کی بشارات دی گئی ہیں۔ آپ ؓ کے دور میں تکمیل کے خلعت سے آراستہ ہوئیں۔ قیصر و کسریٰ کا خاتمہ، دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کی اسلام کے در و دولت پر جبہ سائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شوکت کا آئینہ دار ہے۔ آپ ؓ نے دس سال چھ ماہ دس دن تک ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلام کے اقتدار کو رونق بخشی۔

شہادت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۴ ہجری یکم محرم کو نماز فجر میں ایک ایرانی ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہو کر جام شہادت پا گئے۔

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے ۴۷ برس قبل ۵۷۷ء میں پیدا ہوئے۔

نام: عثمان۔

کنیت: ابو عبداللہ۔

لقب: ذوالنورین (دو نوروں والے)... اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح ہے۔

والد کا نام و نسب: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القریشی۔

والدہ کا نام و نسب: اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔

آنحضرت ﷺ سے پہلی رشتہ داری: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی کریز بیضاء ام الحکیم آنحضرت ﷺ کے والد کی سگی بہن بلکہ جڑواں بہن تھیں۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی آنحضرت ﷺ کی پھوپی کہلاتی ہیں۔

قبول اسلام: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے چونتیسویں سال میں اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کی ترغیب سے مسلمان ہوئے۔

آپؓ کا خاندانی تعلق بنوامیہ سے تھا۔

بعد از اسلام: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرب کے متمول تاجر اور رئیس تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپؓ سے کیا۔ جب چند سال بعد حضرت رقیہؓ فوت ہوئیں تو ان کی بہن حضرت ام کلثومؓ بھی آپؓ سے بیاہی گئیں۔ حضرت رقیہؓ کے بطن سے آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ واقعہ بیعت رضوان آپؓ کی فضیلت کا عظیم شاہکار ہے۔ آپؓ کو ناشر قرآن کی حیثیت حاصل ہے۔

جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے تشریف نہ لے جا سکے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی تمام جنگوں میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ احادیث کا ایک اہم ذخیرہ آپؓ کے فضائل و مناقب پر شاہد عدل ہے۔

خلافت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرامؓ کی ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی نے آپؓ کو مسند رسولؐ پر براجمان کر دیا۔ آپؓ کے خلیفہ بنتے ہی فتوحات کا دور دوبارہ شروع ہو گیا۔ ۲۲ لاکھ مربع میل سے بڑھ کر آپؓ کی فتوحات ۴۴ لاکھ مربع میل تک پہنچ گئیں۔ خلافت کے پہلے چھ سالوں میں اسلام عرب و عجم سے نکل کر یورپ اور فرانس کے دروازے تک پہنچ گیا۔

شہادت: خلافت کے ساتویں سال سے آپؓ کے خلاف سازشوں کا طوفان شروع ہوا۔ عبداللہ بن سباء (مشہور یہودی النسل) شیعہ مذہب کے بانی کی طرف سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اول کا نعرہ لگایا گیا تو آپؓ کے خلاف مصر میں ایک سازشی گروہ تیار کیا گیا۔ بالآخر ۳۵ ہجری میں باغیوں کے ایک گروہ نے جب تمام لوگ حج پر گئے ہوئے تھے۔ آپؓ کے گھر کا محاصرہ کر کے ۱۸ ذوالحج کو آپؓ کو شہید کر ڈالا۔ اس طرح اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے اسلام ہی کے ستون کو توڑ کر اسلام میں فتنہ آرائی کا آغاز کر دیا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: بعثت نبوت سے دس سال قبل آپؓ کی ولادت ہوئی۔

نام و نسب: علی بن عبد مناف ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف آپؓ کی والدہ بھی آپؓ کی چچازاد تھیں۔ اس طرح آپؓ نجیب الطرفین ہیں۔

والد: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب عبد مناف کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست رہے۔ ساری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور محب رہے۔ کلمہ اسلام کی دولت سے محروم رہنے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ آپؓ کے اسلام قبول نہ کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر دم تک قلق رہا۔

تربیت: حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی بچپن ہی میں تھے کہ آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

قبول از اسلام: بچوں میں سب سے پہلے آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بچپن اور جوانی کا کچھ حصہ گزارا۔

بعد از اسلام: آپ ؓ کو آنحضرت ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ داماد رسول ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سب سے چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ ؓ آپ ؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان ؓ سے آپ ؓ کی اولاد حضرت زینب ؓ، حضرت رقیہ ؓ، حضرت ام کلثوم ؓ، حضرت حسن ؓ، حضرت حسین ؓ اور حضرت محسن ؓ پیدا ہوئے۔

حضرت علی ؓ بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ آپ ؓ نے غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ عہد صدیقی ؓ، فاروقی ؓ اور عثمانی ؓ میں ان حضرات کے مشیر، وزیر، اور قاضی القضاۃ کی حیثیت سے آپ ؓ کو اعلیٰ مقام حاصل رہا۔

آپ ؓ کی محبت کے جھوٹے دعوے دار اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں ۲۴ سال تک اسلام کی خدمت کی۔ خلفاء ثلاثہ پر اعتماد رکھنا، انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا ماننا تاریخ کا حصہ ہے۔ لیکن آپ ؓ کی محبت کا راگ الاپنے والے حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کو کافر قرار دیکر کیونکر حضرت علی ؓ کی محبت کے دعویٰ میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔

عہد خلافت: حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد آپ ؓ مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ آپ ؓ کے دور میں جنگ جمل، جنگ صفین جیسے افسوسناک واقعات پیش آئے یہ دونوں جنگیں اگر قاتلان عثمان ؓ کا بدلہ لینے کے لئے تھیں۔ تاہم اس میں مسلمانوں کو بے پناہ نقصان ہوا۔ آپ ؓ نے ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے پر خلافت کا منصب سنبھالا۔

شہادت: اس وقت آپ ؓ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ کہ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو یہ آفتاب خلافت عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں غروب ہوئے۔

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: ہجرت نبوی کے چوتھے سال آپؓ کی ولادت ہوئی۔

نام و نسب: حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب بن عبد المطلب۔

والدہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ

تربیت: آپؓ نے ابتدائی ۶ سال کا حصہ اپنے نانا حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں گزارا۔

وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادوار میں آپؓ کی حیثیت ایک شہزادہ رسول اور انتہائی قابل تکریم نوجوان کی تھی۔ تمام خلفاء آپؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ فضائل احادیث کے مطابق مسلمانوں کے تمام حلقہ احباب آپؓ کی محبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت خیال کرتے تھے۔

خلافت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے آپؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ چھ ماہ کے بعد آپؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی خلافت ان کے سپرد کر دی۔

اس طرح آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق قرار پائے۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بین فیئتین من المسلمین ○

میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

وفات: کوفہ سے واپسی پر ۴۱ ہجری میں آپؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: ۶۰۸ء آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔

نام و نسب: معاویہ بن ابو سفیان بن امیہ بن عبد شمس۔

قبول اسلام: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں شروع ہی سے اسلام کی محبت جاگزیں تھیں۔ اس لئے کفر کی حالت میں بھی آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ آپؓ کے والد ابو سفیان مشرکین مکہ کے سردار اور سپہ سالار تھے۔

علماء تاریخ کے مطابق آپؓ نے صلح حدیبیہ سے قبل ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ لیکن والد کے خوف سے اسے ظاہر نہیں کیا۔ بعد میں اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت: قبول اسلام کے بعد آپؓ نے تمام غزوات نبوی میں شرکت کی۔ غزوہ حنین، طائف، خیبر اور لچامہ کی لڑائیوں میں آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

کتابت وحی: بخاری شریف کے مطابق آپؓ وحی الٰہی کے کاتب بھی رہے۔ عہد صدیقیؓ، فاروقیؓ، عثمانیؓ میں آپؓ بطور گورنر شام، اردن وغیرہ رہے۔

مسیلمہ کذاب کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کا سر آپؓ ہی نے قلم کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ آپؓ کی سیادت و قیادت عرب میں مسلمہ حیثیت رکھتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھی جانے والی تاریخ میں بعض جگہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کے نشتر چلائے گئے ہیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

CS CamScanner

خلافت: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد ۴۱ ہجری میں آپؓ کے ہاتھ پوری امت کی بیعت خلافت قائم ہوگئی۔ اس کے بعد آپؓ نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

وفات: ۶۰ ہجری میں آپؓ کی وفات دمشق شام میں ہوئی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: سنہ ایک ہجری جائے ولادت قباء مدینہ منورہ۔

نام: عبداللہ۔

کنیت: ابوبکر۔

والد کا نام و نسب: زبیر بن عوام بن خویلا بن اسد بن عبدالعزیٰ

والدہ کا نام و نسب: اسماء بنت ابوبکر بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب

آپؓ ماں اور باپ دونوں طرف سے قریشی النسل ہیں۔ آپؓ کے والد حضرت زبیر عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضور ﷺ نے آپؓ کو اپنا حواری قرار دیا تھا۔

وطن مالوف: آپؓ کا آبائی وطن مکہ مکرمہ تھا۔ حضور ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے ماموں زاد بھائی تھے۔

آنحضرت ﷺ سے تعلق: آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو بیعت کا شرف بخشا۔

آپؓ کے بے شمار فضائل احادیث اسیر کی کتب میں موجود ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؓ کی خالہ تھیں۔ وہ آپؓ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ اولاد نہ

ہونے کی وجہ سے آپؓ ہی کے نام آپؓ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد: آپؓ کے کارناموں کا آغاز طرابلس سے ہوتا ہے۔ اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فوجوں سے ملکر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ لیبیا، الجزائر، مراکش کے کئی علاقوں میں آپؓ شریک جہاد رہے۔

خلافت: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب تخت پر یزید متمکن ہوا تو اس کی امارت سے اختلاف کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپؓ نے یزید سے جونہی اختلاف کیا بیشتر صحابہ کرامؓ اور علماء نے حجاز عرب پر آپؓ کی امارت کا اعلان کردیا۔

آپؓ حجاز عراق، یمن، مصر اور خراسان میں بارہ (۱۲) سال تک بطور خلیفہ اور امیر المومنین رہے۔

شہادت: عبدالملک کے دور حکومت میں حجاج نے مکہ مکرمہ میں فوجوں کی چڑھائی کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، عمارہ اور ایک ساتھی عبداللہ تینوں کے سر کاٹے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو کئی روز تک چوک میں لٹکایا گیا۔ بعد میں تینوں کے سر دمشق بھیج دیئے گئے۔ جگہ جگہ سروں کی نمائش کی گئی، اسلامی تاریخ کا یہ المناک واقعہ ایسا جاں گداز اور مشہور ہے کہ صدیوں تک تاریخ نے اس واقعہ پر آنسو بہائے ہیں۔ یہ واقعہ ۷۳ ہجری جمادی الاخریٰ کو پیش آیا۔

حضرت سیدنا عمر (ثانی) بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت: ۶۱ ہجری مصر کے قصبہ حلوان میں پیدائش ہوئی۔ جب آپؒ کے والد وہاں گورنر تھے۔

نام و نسب: عمر بن عبدالعزیزؒ بن مروان۔

خاندان: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بنوامیہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپؒ کی والدہ ام عاصم بنی ہلال کے قبیلہ سے تھیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عاصم کی صاحبزادی تھیں۔

فضائل و مناقب: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فضائل سے احادیث و تواریخ بھری ہوئی ہیں۔ آپ کے محاسن اور کمالات تاریخ کا انمول حصہ ہیں۔ آپؒ کو عمر ثانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خلافت و وفات: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور دو سال چار ماہ چند دن پر محیط ہے۔ آپؒ کے دور کو خلافت راشدہ کا آئینہ یا تتمہ کہا جاتا ہے۔ آپؒ نے عدل اجتماعی اور مساوات و انصاف کے ایسے ایسے موتی بکھیرے جس سے تاریخ اسلام ایک مرتبہ پھر تابندہ عہد کی یاد دھرانے لگی۔ آپ ۹۹ ہجری سے ۱۰۱ ہجری تک خلیفہ رہ کر دار بقا کی طرف رخصت ہوگئے۔

چوتھا باب

اسلام میں خلافت راشدہ کی اہمیت و فضیلت

عصر حاضر کے نابغۂ روزگار امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے خلافت راشدہ کے بارے میں نہایت خوبصورت اور جامع گفتگو فرمائی ہے۔ آپ نے صرف ایک لفظ میں دور خلافت کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ بڑے سے بڑے دفتر بھی ایسی جامعیت بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ آپؒ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

"خلافت راشدہ ہی اصل دین ہے۔"

آنحضرت ﷺ پر تیئس سال میں قرآن نازل ہوا۔ آپؐ کی حیات مبارکہ کا پورا دور تکمیل اسلام تک محیط رہا۔ بالآخر وفات سے تین ماہ قبل اعلان ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً .... (القرآن)

"آج تمہارا دین مکمل ہو گیا ہے اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر کے اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا ہے۔"

تکمیل اسلام کے بعد اگر یہ نظام دنیا کے کسی بھی خطے پر نفاذ کی بہاریں نہ دکھاتا تو رہتی دنیا تک کوئی قوم اور مذہب اس حکومت و سلطنت اور معاشرت و معالمت کو کامل و مکمل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتی۔

دنیا کا ہر غیر مسلم یہی کہتا! جب سے تمہارے رسول ﷺ نے اسلام کا اعلان کیا، ان کے بعد کس خطے پر اسے نافذ کیا گیا؟ کیا اس دین نے کسی قوم کو انصاف مہیا کیا؟ کسی

ملک کو عدل کی نعمت سے سرفراز کیا؟ مساوات و طمانیت کی دولت سے بہرہ ور کیا؟ کیا مزدوروں، محنت کشوں، ناتواؤں اور غیر مسلموں کو اس خزانہ عامرہ سے فلاح نصیب ہوئی؟

ایرانی پیشوا خمینی اور اس کے پیشواؤں نے خلفاء راشدین کو اسلام کا دشمن اور رسول اللہ ﷺ کا مخالف لکھ کر دین اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ؐ کے بعد صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا مذاق اڑایا ہے۔ جن خلفاء ثلاثہ کا دور اسلامی فتوحات، بے مثال کارناموں، بے نظیر اصلاحات اور شریعت محمدیہ کے عملی نفاذ کا چمکتا ہوا نشان تھا، جو عہد زریں اسلام کی پیشانی پر جھومر کی مانند روشن رہا اس سے انحراف کر کے اسلام کی کس عملی تصویر اور دین کے کس تجرباتی دور کو مشعل راہ بنایا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی صلاحیتیں جن ادوار میں نمایاں ہوئیں اور آپؓ جن خلفاء کی اتباع میں سب سے آگے تھے آپ نے جن اکابرین کو اپنا امام اور مقتداء تسلیم کیا، ساڑھے چوبیس سال تک جن رفقاء کی قیادت و سیادت کو دل و جان سے قبول کیا، انہیں کافر و مرتد لکھ کر خمینی اور اس کے پیشواء کس اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں؟ کیا سورج سے زیادہ روشن حقیقتوں کا انکار بھی ممکن ہے؟ عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ، بدھ مت اور اسلام کے بدترین دشمن مستشرقین یورپ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ کے ادوار حکومت کو عدل و مساوات اور انصاف و رعایا پروری کا نمونہ قرار دیں لیکن شیعہ اور ان کے پیشواء انہی بزرگوں کو قرآن دشمن قرار دیکر تمام اصلیتوں اور روشن نقوش کا انکار کر دیں......

اسلام میں نظام خلافت راشدہ کی اہمیت و وقعت کیا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں خلافت کا کیا مقام ہے؟ ان سوالوں کا جواب آپ کو درج ذیل سطور سے ملے گا۔

قرآن عظیم پر غائرانہ نگاہ ڈالنے والا کوئی شخص خلفاء ثلاثہ کے بارے میں آنے والی تصریحات کے بعد ان کی عظمت و اہمیت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ بے شمار قرآنی آیات کا مفہوم ہی خلفاء ثلاثہ سے پہلو تہی کئے جانے پر متعین نہیں ہو سکتا۔

آیئے ہم اسلام کے نظریہ خلافت کا جائزہ لینے کیلئے قرآن کا دبستان آپ کے سامنے کھولتے ہیں۔ قارئین کو اندازہ ہو گا کہ اسلام اصل میں نظام خلافت ہی سے عبارت ہے۔ نظام خلافت ہی اصل دین اور اساس اسلام ہے۔

CS CamScanner

خلافت کے بارے میں قرآنی احکامات

وعداللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا ط یعبدو ننی لا یشرکون بی شیئا ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا تم سے اور نیک عمل کرنے والوں سے کہ ان کو زمین میں ضرور بالضرور خلافت عطا کرے گا' جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تاکہ ان کو ایسے دین کے ساتھ قوت عطا کرے جس کو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا' اور ضرور بالضرور اللہ ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا' وہ (خلفاء) میری عبادت کرتے ہوں گے اور وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں گے۔

خدا کا وعدہ خلافت

یہ آیت مبارک صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں واضح طور پر اسلام کے نظریہ خلافت' اس کی ضرورت و اہمیت' خلفاء کے ذمہ امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اس آیت سے درج ذیل امور واضح ہوئے:

(۱) ..... آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے براہ راست مومنوں سے وعدہ کیا (نہ کہ حضور ﷺ سے) کہ تم میں یعنی 'جو اس وقت صحابی موجود ہیں' ان میں سے کچھ افراد کے ساتھ خلافت پیغمبر عطا کرنے کا وعدہ کیا۔

(۲) ..... لفظ منکم (یعنی تم میں سے) سے شیعہ کے نقطۂ نظر کی بھی تردید ہو گئی جس میں انہوں نے اس آیت سے مراد امام مہدی بیان کئے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تو امام مہدی موجود نہ تھے۔ پھر ان سے وعدہ کیسے ہوا؟

CS CamScanner

(۳)..... جن کے ساتھ خلافت کا وعدہ ہے وہ ایمان اور عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔

(۴)..... ولیمکنن لھم تمکین ارض (یعنی زمین پر شوکت و طاقت) عطا کرے گا۔

اس بشارت سے جملہ مفسرین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مراد لئے ہیں۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خلفاء کو حکومت و سلطنت بھی ملے گی اور یہی لوگ دنیا میں اسلام کے غلبہ کا ذریعہ بنیں گے۔

یہاں آکر شیعہ کے نظریہ خلافت کے تمام ستون زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ جن کے ہاں حضور ﷺ کے بعد نظریہ امامت کا عقیدہ گھڑا گیا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں سابقہ مفتوحہ علاقے میں پونے پانچ سال تک آپؓ حکمران رہے، ایک انچ زمین بھی فتح نہ ہوئی۔ پھر آپؓ کے بعد باقی گیارہ اماموں میں حضرت حسنؓ کے چھ ماہ کے اقتدار کو چھوڑ کر کسی کے پاس اقتدار نہیں رہا۔ آیت مذکورہ میں وعدہ اقتدار اور حکومت کا ہے۔ بقول شیعہ اماموں نے تو پوری زندگی دین کا کھلے عام اظہار بھی نہیں کیا، زندگی کا ہر سانس تقیہ میں گزارا۔

آیت استخلاف کی تفسیر کے ضمن میں شیعہ تفسیر قرآن مرأۃ العقول ج ۱، صفحہ ۱۴۷، مطبوعہ نجف اشرف پر مرقوم ہے:

لنورثنھم ارض الکفار من العرب و العجم ؂

"کہ ہم ان خلفاء کو عرب و عجم کی زمینوں کا وارث بنائیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر کے تحت شیعہ مصنف لکھتا ہے:

"و دراندک وقتی حق تعالی بوعدہ مومنان وفانمودہ جزائر عرب و دیار کسری و بلاد روم بدیشاں ارزانی داشت"

"تھوڑی مدت کے بعد خدا نے مسلمانوں سے وعدہ پورا کر دکھایا اور عرب و عجم اور روم کے علاقوں کو ان کے قبضے میں دے دیا۔"

(۵)..... کما استخلف الذین من قبلھم یعنی جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خلیفہ حضرت یوشع علیہ السلام کو اور حضرت داؤد

علیہ السلام کا خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مقرر کیا گیا۔ فرق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہوا اور آپ کے خلفاء وصف نبوت سے متصف نہ تھے۔ پہلے انبیاء کے خلفاء کو نبوت کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ خلافت عطا کرنے کا مقصد انبیاء کے باقی ماندہ امور کی تکمیل تھی جن کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ نے شروع کیا تھا۔

(۶)..... آنحضرت ﷺ کی جماعت کو جب خلافت ملے گی تو وہ اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے جیسا کہ فرمایا یعبدو ننی لا یشرکون بی شیئا ط

(۷)..... "وعد اللہ الذین امنو" میں خدائی وعدہ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پورا ہوگا مثلاً جنگ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

"کل میں ایسے آدمی کو پرچم عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہو جائے گی۔"

اس وقت کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ وعدہ کس کے ساتھ کیا جا رہا ہے لیکن جب اگلے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا گیا تو معلوم ہوگیا کہ جو کل وعدہ ہوا تھا اس کے مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ بعینہ یہاں بھی آیت استخلاف کے نزول کے وقت خلافتوں کا جب وعدہ ہوا تو مشیت الٰہی کو تو معلوم تھا کہ ان کے مصداق کون کون ہوں گے لیکن جب ترتیب وار پہلے چار خلفاء کو منصب خلافت عطا ہوا تو یہ بات ساری دنیا پر واضح ہو گئی کہ یہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتھ تھا۔

کیونکہ اگر یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ہی پورا ہو جاتا تو خلافت کا معنی ہی لغو ہو جاتا۔ دوسری طرف اس کی تخصیص "الذین آمنوا" کے سامنے باطل ہو جاتی۔

حاملین خلافت کی علامات

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور ط

(یعنی جن سے وعدہ خلافت کیا گیا ہے) ایسے لوگ ہیں اگر ہم ان کو اقتدار عطا کریں تو

وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں گے، اچھی باتوں کا حکم اور برائیوں سے منع کریں گے اور اللہ ہی کو تمام کاموں کے انجام کا علم ہے۔

مذکورہ قرآنی تصریحات میں خلافت کے چار فرائض کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۱)...... اقتدار پر آنے والے نماز قائم کریں گے۔ (اقامت شرعیہ)

(۲)...... فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام۔ (فریضہ زکوٰۃ کا نفاذ)

(۳)...... محکمہ امر بالمعروف کا قیام۔

(۴)...... محکمہ نہی عن المنکر کا انتظام۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرگزشت

اب ہم یہاں مختصر طور پر یہ دیکھتے ہیں کہ خلیفہ اول نے جب اقتدار کی باگ ڈور سنبھالی تو منکرین زکوٰۃ کے فتنہ نے سر اٹھایا۔ آپؓ نے کس انداز سے شریعت اسلامیہ کی حدود کو باقی رکھا، اقامت دین کے بارے میں کن جذبات کا اظہار کیا، منکرین زکوٰۃ کے فتنہ کی سرکوبی اور سرزنش کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے مثال جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ کچھ لوگوں نے منکرین زکوٰۃ، حدیث و ختم نبوت کے بارے میں نرمی کا مشورہ دیا تو خلیفہ اول نے فرمایا:

"تم الدین وانقطع الوحی اینقص الدین وانا حی"

دین کامل ہو چکا، وحی الٰہی بند ہو گئی، کیا دین پر زوال آئے یعنی میری زندگی میں دین پر آفت آئے اور میں زندہ رہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپؓ نے غصہ کی حالت میں فرمایا۔

هل انت جبار فی الجاهلیة و خوار فی الاسلام؟

"کیا آپ جہالت میں سخت تھے اور اسلام میں بزدل ہو گئے ہو۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور آپؓ نے اثر انگیز خطبہ دیا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بکری کا بچہ یا اس کے گلے کی رسی جو زکوٰۃ میں دی جاتی تھی، اگر آج اس کو کوئی روکے گا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ جہاد کرے گا۔"

قارئین اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وفات رسولؐ کے بعد مدینہ منورہ کیسے مہیب سایوں اور کتنی کٹھن مشکلات میں گھر گیا تھا۔ بعض لوگ جو آنحضرت ﷺ کے آخری دور میں بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ دفعتاً ارکان اسلام سے پھر گئے۔ ایک طرف منکرین ختم نبوت نے سر اٹھایا تو دوسری طرف فریضہ زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ احادیث رسولؐ سے بغاوت کر دی۔ حدیث، ختم نبوت اور زکوٰۃ اسلام کے اہم ارکان ہیں۔ ان کی حفاظت خلیفہ کا اولین فریضہ تھا۔ اگر اقامت شریعت کے محاذ کی طرف سے معمولی کمزوری کا مظاہرہ ہو جاتا تو اسلام کی اصل بنیاد ہی منہدم ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اہل ردہ یعنی مرتدین کے بارے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبیوں والا کام کیا...... صحابہ کرامؓ کی اکثریت منکرین کو اہل قبلہ قرار دیکر ان سے جہاد میں متردد تھی، لیکن وراثت نبوت کے حامل خلیفہ نے فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے معاملے میں نہایت سخت موٴقف قائم کر کے ابتداً ہی میں قیامت تک آنے والی نسلوں کو اسلام کے اس معاشی واقتصادی ستون فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت سے آگاہ کر دیا۔

یہی استقامت شریعت محمدیہ کے اصلی منشاء کی آئینہ دار تھی۔ آج ہی سے شریعت محمدیہ کے اصولوں اور بنیادوں میں تحریف و تبدل کی ایسی جڑ کاٹ دی گئی کہ چودہ سو سال کی پوری تاریخ میں کسی ملحد کو اسلامی شریعت کے ارکان تبدیل کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقامت صلوٰۃ کے لئے سخت قوانین بنائے۔ محکمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے ذریعے پورے معاشرے میں نیکی کی بنیادوں کو استوار کیا۔ مدینہ اور تمام صوبوں میں شریعت اسلامیہ کے اجراء اور حدود کے قیام کے لئے بے مثال اصلاحات قائم کیں۔

خلافت اور جمع قرآن

"ان علینا جمعه و قرآنه ۝"

بیشک قرآن کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

یہاں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کو جمع کرنے اور پڑھانے کا جو وعدہ کیا گیا ہے یہ دراصل خلیفہ اور اسلامی حکمران کی ذمہ داری بتائی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے

پورے دور میں قرآن عظیم درختوں کے پتوں، چمڑے کے پارچوں اور لکڑی کی تختیوں پر تحریر تھا۔ علاوہ ازیں قرآن کے سینکڑوں قراء کے سینے قرآنی آیات کیلئے صحیفہ کا کام دے رہے تھے۔ عہد صدیقیؓ میں جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسئلہ ختم نبوت پر مسیلمہ کذاب سے معرکہ آرائی ہوئی تو اس جنگ میں ساڑھے سات سو قرآن کے قاری شہید ہوئے۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگر تمام قراء دنیا سے رخصت ہوگئے اور صفحہ قرطاس پر قرآن کو محفوظ نہ کیا گیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ چنانچہ تمام تختیوں کو جمع کر کے قراء کی ایک تعداد کے ذریعے پورا قرآن صفحہ قرطاس پر رقم ہوا۔ اس مصحف صدیقیؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز و تحریک پر تیار کیا گیا اور بعد میں اس کے ستر سے زائد نسخے تیار کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دنیا کے ممالک میں پھیلائے۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جامع قرآن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ناشر قرآن قرار پائے۔

ملاحظہ ہو کہ وفات پیغمبر کے وقت قرآن کی موجودہ شکل نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے پورا قرآن ایک مجموعہ کی صورت میں صفحہ قرطاس پر موجود تھا۔ گویا کہ خدائے باری تعالیٰ کی طرف سے جس ذمہ داری اور جمع و ترتیب کا قرآن میں اعلان کیا گیا تھا وہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اب اگر انہی خلفاء کو بقول شیعہ و خمینی کافر، منافق اور مرتد العیاذ باللہ مان لیا جائے تو قرآن کی موجودہ ہیئت و صورت مشکوک ہو جائے گی۔

خدائے لم یزل نے جس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس کی ذمہ داری کا کام بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ اگر ان کے قلوب اسلام سے عاری تھے یا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اور سچے جاں نثار نہ تھے۔ تو بتایا جائے کہ باری تعالیٰ کی قدرت و مشیت اور ارادہ و حاکمیت کہاں جائے گی؟ حفاظت قرآن کی جس ذمہ داری کا قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا وہ حفاظت جمع و ترتیب کی صورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لی گئی۔ تراویح میں باقاعدہ پڑھنے کی صورت میں حفاظ اور دنیا بھر میں ہر سال اس کی تحفیظ کا کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پورا کرایا گیا، نشر قرآن کا سارا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا۔ تو کیا ایسی واضح اور حقیقی فضیلتوں کے بعد بھی خلفاء ثلاثہ کی

عظمت و حقانیت پر داغ لگانے والا اسلام کے دائرے میں باقی رہ جاتا ہے؟

یہاں یہ حقیقت واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ نشر قرآن کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جس دوسری شخصیت سے لیا گیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ اس وقت حضرت معاویہ گورنر شام تھے۔ اسلام کے پہلے بحری بیڑے کو جو آپ نے بحر او قیانوس میں اتارا تو ساڑھے سترہ سو بحری جہازوں اور ستر جہازوں میں ۵۰۰ سے زائد قراء و حفاظ بھی تھے جن کے ذریعے دنیا کے تین سو جزیروں میں قرآن پہنچایا گیا۔ (ہسٹری آف اسلام، ایڈورڈ گبن)

پہلی کتابوں میں خلافت کا ذکر اور قرآن کی گواہی

و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون ط

ترجمہ: "بے شک ہم نے پیغمبروں کے صحیفوں میں لکھا ہے کہ قرآن کے بعد زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

ذالک مثلهم فی التوراۃ و مثلهم فی الانجیل ط

یعنی یہ وہ لوگ ہیں (صحابہ کرام) جن کا ذکر توریت اور انجیل میں گزر چکا ہے۔

مذکورہ آیات بھی خلافت راشدہ کی حقانیت پر شاہد عدل ہیں۔ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام کے بعد بلاشبہ زمین کے وارث بنائے گئے، ان کو خلافت کے تاج سے آراستہ کیا گیا، ان کو خلافت راشدہ کے لئے ازل ہی سے منتخب کیا گیا، ان کے کارنامے پہلی کتابوں میں لکھے گئے، ان کی بشارتیں پہلے صحیفوں میں درج کی گئیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں:

میں نے زبور کا ایک نسخہ دیکھا، اس میں ۱۵۰ سورتیں تھیں، چوتھی سورت کا یہ مضمون ہے کہ:

"اے داؤد سنو جو کچھ میں کہتا ہوں اور سلیمان کو حکم دو کہ وہ تمہارے بعد لوگوں سے یہ بیان کریں کہ زمین میری ہے، میں اس کا وارث محمد ﷺ اور ان کی امت کو بناؤں گا"

(ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۲۳)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثبات

زبور، انجیل اور توراۃ سے

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں ایک مرتبہ یمن گیا، وہاں قبیلہ ازد کے ایک بوڑھے آدمی کے ہاں مہمان ہوا وہ کتب سماویہ کا عالم تھا۔ اس کی عمر تین سو نوے (۳۹۰) برس تھی۔ اس نے مجھ سے کہا! میں سمجھتا ہوں کہ تم حرم کے رہنے والے ہو؟ "میں نے کہا ہاں۔" اس نے کہا میں سمجھتا ہوں تم قریشی ہو؟ "میں نے کہا ہاں۔" "اس نے کہا تم تیمی ہو؟" میں نے کہا ہاں۔" "اس نے کہا! "تمہاری ایک بات مجھے معلوم نہیں۔" "میں نے کہا! "وہ کونسی بات ہے؟" "اس نے کہا! "تم مجھے اپنا شکم دکھلا دو۔" "میں نے کہا "کیوں؟" "اس نے کہا "مجھے علم صادق میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوں گے۔ ان کے کام میں ایک ادھیڑ عمر والا اور ایک جوان مدد دیں گے۔[1] جوان بڑا جفاکش اور مشکلات حل کرنے والا ہوگا اور ادھیڑ عمر گورے رنگ والا دبلا پتلا ہوگا۔ اس کے شکم پر ایک تل ہوگا۔ اس کی بائیں ران میں ایک علامت ہوگی۔" "اگر تم مجھے اپنا پیٹ دکھلا دو تو تمہیں کیا حرج ہے؟ مجھے جو بات معلوم نہیں معلوم ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے اس کے سامنے اپنا شکم کھول دیا۔" "اس نے دیکھا" کہ ایک سیاہ تل میری ناف کے اوپر ہے۔" "کہنے لگا" رب کعبہ کی قسم ہے! وہ ادھیڑ عمر والے تمھی ہو۔"

(ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۳۵)

[1] جوان سے مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ادھیڑ عمر والے سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثبات پہلی کتابوں سے

ابن عساکر نے زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کرتے تھے کہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ بغرض تجارت قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب ہم چلے تو مجھے اپنا ایک کام یاد آیا، میں اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ کر کہ میں تمہارے ساتھ بعد میں مل جاؤں گا، پیچھے کی طرف

لوٹ گیا۔ پس میں شام کے ایک بازار کی طرف جا رہا تھا کہ ایک بطریق (عیسائیوں کا عالم) ملا، اس نے میری گردن پکڑ لی، میں اس سے لڑنے لگا، بالآخر وہ مجھے ایک گرجا میں لے گیا۔ وہاں مٹی کا ایک ڈھیر تھا، مجھے اس نے ایک بیلچہ، ایک پھاوڑا اور ایک ٹوکری دی اور کہا اس مٹی کو یہاں سے ہٹا دے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور گرجا کا پھاٹک بند کر گیا۔ میں بیٹھ کر سوچنے لگا اب کیا کروں، پھر وہ دوپہر کے وقت میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا تو نے ذرا بھی مٹی نہیں نکالی اور اس نے ایک گھونسا میرے سر میں مارا تو مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اس کے سر پر پھاوڑا دے مارا، جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا، اس کے بعد میں اسی وقت بھاگا، میری سمجھ میں نہ آتا تھا میں کیا کروں، الغرض اس دن کا باقی حصہ اور پوری رات میں چلتا رہا، صبح ہوتے ہی ایک گرجا کے پاس پہنچا، اس کے سایہ میں جا کر بیٹھ گیا، اس گرجا سے ایک شخص نکلا اس نے مجھ سے کہا اے بندہ خدا تو یہاں کیوں آیا ہے؟ میں نے کہا میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر راستہ بھول گیا ہوں، پھر وہ میرے لئے کھانا اور پانی لایا اور ایک مرتبہ مجھے نیچے سے اوپر تک بغور دیکھا، اس کے بعد کہنے لگا، اس شہر کے تمام اہل کتاب جانتے ہیں کہ اب روئے زمین پر مجھ سے زیادہ کتاب الٰہی کا کوئی عالم نہیں ہے اور میں اپنے علم سے تجھے وہی آدمی سمجھتا ہوں جو ہم کو اس گرجا سے نکالے گا اور اس شہر پر قابض ہوگا۔ میں نے کہا، نہیں صاحب آپ تو کہیں اور چلے گئے۔ اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا، "عمر بن خطاب"۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا، خدا کی قسم! تم وہی آدمی ہو، کچھ شک نہیں۔ اچھا اس گرجا اور جو کچھ اراضی اور اموال اس میں ہے یہ تو ہمیں لکھ دو۔ میں نے کہا، صاحب! آپ نے میرے ساتھ احسان کیا ہے، اب اس کو نہ مٹائیے، اس نے کہا، ایک کاغذ پر لکھنے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ایک تحریر لکھ دی۔ ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر براجمان ہوئے اور شام کے سرکاری دورے پر تشریف لے گئے تو وہی راہب وہی تحریر لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو دیکھ کر تعجب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔ اب راہب نے کہا! "میرا وعدہ پورا کیجیے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں آپ کا وعدہ کیسے پورا کر سکتا ہوں کیونکہ بیت المقدس میں نہ عمر رضی اللہ عنہ کا کچھ حصہ ہے اور نہ اس کے بیٹے کا۔"

ابو نعیم کی روایت

ابو نعیم نے شہر بن حوشب کے حوالے سے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب وہ شام کے سرکاری دورے پر تشریف لے گئے، عرض کیا تھا کہ توریت، انجیل اور زبور میں لکھا ہے کہ یہ شام صالحین میں سے ایک شخص کے ہاتھوں پر فتح ہوگا۔ وہ ایمانداروں پر مہربان اور کافروں پر سخت ہوگا، اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا۔ اس کا قول اس کے فعل کے خلاف نہ ہوگا۔ قریب و بعید سب اس کے نزدیک حق میں برابر ہوں گے۔ اس کے ساتھ والے تارک الدنیا ہونگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم سچ کہتے ہو؟ میں نے کہا! "ہاں اللہ کی قسم!" تو انہوں نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عزت و شرافت عطا کی۔

طبرانی اور ابو نعیم نے مغیث اوزاعیؒ سے درج ذیل روایت نقل کی ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے پوچھا توریت میں میری صفت کس طرح لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا یہ لکھا ہوا دیکھا ہے "ایک خلیفہ ہوگا روئے تن 'یعنی بہت مضبوط حاکم ہوگا' اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے گا' پھر جو شخص آپ کے بعد خلیفہ ہوگا ظالم لوگ اس کو قتل کرڈالیں گے۔ اس کے قتل کے بعد فتنہ پھیل جائے گا۔"

خلافت راشدہ پر عہد فاروقیؓ کے ایک عیسائی کی تصدیق

ابن عساکرؒ کی روایت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن رویم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پادری کو بلوایا اور پوچھا تم لوگ اپنی کتابوں میں ہمارا بھی کچھ ذکر دیکھتے ہو۔ اس نے کہا ہاں آپ لوگوں کی صفت اور آپ کے کاموں کا بیان اپنی کتابوں میں دیکھتے ہیں، صرف آپ کے نام نہیں دیکھتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' "میرے متعلق کیا دیکھتے ہو۔" اس نے کہا آپ کے

متعلق لکھا ہے "ایک شخص روئے تن ہوگا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "روئے تن سے کیا مراد ہے؟" اس نے کہا "سخت حاکم ہوگا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ اکبر!" پھر پوچھا "جو شخص میرے بعد ہوگا۔" اس نے کہا "یہ لکھا ہے وہ ایک نیک آدمی ہوگا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ابن عفان پر خدا رحم کرے" پھر پوچھا "جو شخص اس کے بعد ہوگا اس کی نسبت کیا لکھا ہے؟" اس نے کہا "وہ ایک نیک شخص ہوگا، مگر اس کی خلافت کی حالت یہ ہوگی کہ خونریزی ہو رہی ہوگی اور تلوار میان سے نکلی ہوگی۔" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۳۰)

فضیلت عثمانی رضی اللہ عنہ پر ایک سابق عیسائی عالم

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عساکرؒ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد پوچھا گیا کہ ان کا ذکر پہلی کتابوں میں کیا دیکھتے ہو، تو انہوں نے فرمایا:

"ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اپنے قتل کرنے والے اور توہین کرنے والے تمام لوگوں پر سردار ہوں گے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کعب احبار کی شہادت

محمد بن سعدؒ نے ابو صالح رضی اللہ عنہ سے درج ذیل روایت نقل کی ہے۔

"ایک مرتبہ ایک حادی (حدی خوان) رجز گا رہا تھا۔ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر تھا۔

ترجمہ: بے شک خلیفہ بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے لئے پسندیدہ ہیں۔" کعب رضی اللہ عنہ نے کہا "زبیر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ۔" (ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۳۱)

حضرت کعب احبارؒ تمام آسمانی کتابوں کے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے کتب سماویہ میں

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے اشارات کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہؓ کی خلافت کی پیشینگوئی دی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اس بات کی خبر ملی تو آپؓ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا: "حضرت زبیرؓ کی موجودگی میں میری خلافت کیونکر قائم ہو سکتی ہے"۔ تو حضرت کعب نے فرمایا: "میں جانتا ہوں ... (علی کے بعد) "تمھی ہو"

(ازالۃ الخفاء ج ا' صفحہ ۱۳۲)

ملک شام کے کاھن سطیح بن مازن کی زبان سے خلافت راشدہ کی گواہی

اسلام میں "خلافت راشدہ" کا انعقاد ازل ہی سے مقدر تھا۔ اسی وجہ سے پہلی کتابوں اور صحیفوں میں آنحضرت ﷺ اور ان کے خلفاء اور جانشینوں کا تذکرہ نہایت اعلیٰ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت امام دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہئے کہ اللہ کی عادت یوں جاری ہوئی ہے کہ جب کوئی بڑا کام عالم غیب میں مقدر ہوتا ہے تو ملاء اعلیٰ (آسمانی مخلوق) میں اس کی صورت منقش ہو جاتی ہے۔ پھر ملاء سافل (زمینی مخلوق) اس صورت کو پالیتی ہے پھر یہاں تک بات پہنچتی ہے کہ کاھن لوگ بھی اس صورت کو اپنی کہانت سے معلوم کر لیتے ہیں اور روشن ضمیر لوگ خواب میں اس صورت کو دیکھ لیتے ہیں۔"

اس تفصیل کے بعد حضرت امام نے خصائص کے حوالے سے شام کے مشہور کاھن سطیح بن مازن بن غسان کا درج ذیل بیان نقل کیا ہے۔

"سطیح نے نبی علیہ السلام کا ذکر کر کے کہا' ان کے دین کے والی صدیق ہوں گے' جب فیصلہ کریں گے تو سچا فیصلہ کریں گے' لوگوں کا حق دلانے میں نہ متحیر ہوں گے نہ بدحواس ہوں گے' پھر ان کا خلیفہ راست باز اور تجربہ کار سردار ہوگا' مہمانوں کی مہمان نوازی کرے گا اور اسلام کو مضبوط کر دے گا۔ پھر اس کا خلیفہ

پرہیزگار اور اپنے کام میں تجربہ کار ہوگا، مگر بالآخر لوگ اس کو قتل کرنے کے لئے جمع ہوں گے، وہ خلیفہ ذبح کر دیا جائے گا، تو پھر ان پر خدا کا غضب نازل ہوگا۔ پھر کچھ اس کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر ان کا خلیفہ ان کا مددگار ہوگا اور تدبر کے ساتھ اپنی تلوار کو مخلوط رکھے گا۔ روئے زمین پر لشکروں کو جمع کرے گا۔"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی" کے بقول یہاں مددگار سے مراد "حضرت معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔

(ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۳۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ہزار سال قبل

خلافت راشدہ کی شہادت

ابن عساکر نے عبد المنعم بن غلبون مقری سے روایت کی ہے:

جب شہر عموریہ فتح ہوا تو لوگوں نے اس کے ایک گرجا پر آب زر سے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی۔ "وہ بہت ہی برے خلف ہیں جو سلف کو برا کہیں، ایک سلف ہزار خلف سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار تم نے قابل فخر بزرگی پائی کہ تمہاری تعریف ملک جبار نے کی جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ "ثانی اثنین اذ هما فی الغار" اے عمرؓ تم والی نہ تھے بلکہ عام رعیت پر والد کی طرح مہربان تھے۔ اے عثمانؓ تم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا تم کو مدفون بھی نہ کر سکے اور تم اے علیؓ ابرار کے پیشواء رسول خداؐ کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔"

ابن عساکر کے مطابق عبد المنعم اس گرجا کے خادم سے جس کے دونوں ابرو بڑھاپے کی وجہ سے لٹک آئے تھے پوچھا کہ "یہ تحریر تمہارے گرجا کے دروازے پر کب سے ہے؟" اس نے کہا "تمہارے نبیؐ کی بعثت سے دو ہزار سال پہلے سے۔"

(بحوالہ ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۳۳)

شب معراج میں خلافت راشدہ کی تصدیق

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس شب مجھے معراج ہوئی میں نے دیکھا، عرش پر لکھا ہوا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم"

"آیت ردہ" میں خلافت راشدہ کا خدائی اعلان

یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین ؗ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ؗ

ترجمہ: اے ایمان والو جو پھر جائے تمہارے گروہ کا اپنے دین سے تو اس کے بعد خدا تعالیٰ ایسی جماعت کو لائے گا کہ خدا ان کو دوست رکھے گا اور وہ خدا کو دوست رکھیں گے، تواضع کرنے والے ہوں گے، ایمان والوں کے مقابلے میں سختی کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور جہاد کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس کو نوازتا ہے۔ اللہ وسعت والا اور دانا ہے۔

اس قرآنی آیت میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے فوراً بعد پیدا ہونے والے فتنہ ارتداد کی خبر دی گئی ہے کہ اے مسلمانو! تم میں سے بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ خدا نے ان کے قلع قمع کرنے کے لئے عالم غیب سے تدبیر مقرر کی ہے کہ خاص ان خدا کی ایک جماعت ان کے قتال پر اللہ کی طرف سے برانگیختہ کی جائے گی وہ ان کی سرکوبی کرے گی۔

ارتداد کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی یعنی واقعی طور پر کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد دین سے پھر جائے۔ صحابہ کرامؓ میں یہ محال اور ناممکن ہے۔ دوسرا ارتداد صوری یعنی ظاہر میں ایک آدمی مسلمان ہوا اس کے بعد دین اسلام سے پھر گیا۔ قرآن میں جہاں کہیں ارتداد کا لفظ بولا جاتا ہے، اس سے یہی صوری ارتداد مراد ہوتا ہے۔

"آیت ردہ" کے واقعہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اخیر زمانہ میں عرب میں تین قبیلے مرتد ہوگئے۔ ہر قبیلے میں ایک ایک شخص مدعی نبوت اٹھ کھڑا ہوا، مسیلمہ، اسود عنسی اور ایک عورت طلیحہ کا نام تاریخ میں موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہ فتنہ بہت بڑھ گیا، ماسوا حرمین شریفین اور شہر جواثی کے جو بحرین کے مضافات میں ہے اکثر مقامات کے لوگ مرتد ہوگئے۔ بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور یہ کہہ دیا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو زکوٰۃ لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ایک طرف جمال جہاں آرائے نبوت کے دیدار سے امت کی محرومی اور دوسری طرف فتنہ ارتداد کی یہ شدت دیکھ کر تمام مسلمان لرز گئے۔ تیسری طرف رسول اللہ کی وصیت کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر شام کی جانب مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے روانہ کر دیا جائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے کہ جن کی قوت قلبیہ نے یہ رنگ دکھلایا کہ کوہ استقامت بن کر تمام پریشانیوں کے باوجود مطلع اسلام کے غبار کو صاف کر کے اسلام کی پیشانی کو منور کر دیا۔

(از رسالہ النجم، مولانا عبدالشکور لکھنوی)

فتنہ ارتداد کے خاتمے کے لئے اللہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایسی پیغمبرانہ شان اور استقامت نصیب فرمائی کہ ان کا سینہ اسلام کے لئے روشن ہوگیا۔

فتنہ ارتداد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس وقت قتال مرتدین کا ارادہ فرمایا، بعض صحابہ کرامؓ نے اس امر میں اختلاف کیا منکرین زکوٰۃ کو بعض نے اہل قبلہ قرار دے کر جہاد سے پہلو تہی کا مشورہ دیا، بعض دیگر مرتدین کے مقابلے میں مصلحت کا درس دینے لگے کہ یہ وقت اسلام کے لئے انتہائی نازک ہے، اس وقت تالیف قلوب سے کام لینا چاہئے۔ اس موقع پر آیت مذکورہ میں جس ملامت کا ذکر ہے وہ پیش آئی اور اپنوں کی ملامت کی شدت

بلاشبہ ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی اور استقلال کے کوہ گراں بن کر شریعت محمدیہ کے اصولوں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ اس طرح لایخافون لومة لائم کی تصدیق دنیا کے سامنے روشن ہو گئی۔ اس ملامت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اختلاف کیا۔ نرمی اور مصلحت براری کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس جلال بھرے لہجے میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کی آج بھی انسان وہ الفاظ سن کر لرز جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام مرتدین کے ساتھ بیک وقت قتال فرمایا' ہر طرف سے فتح و نصرت کے شادیانے بجائے گئے۔ آپؓ کا یہ کارنامہ دیکھ کر پوری امت ششدر رہ گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میری تمام عمر کی عبادت لے لیں' مجھے صرف ایک دن و رات کی عبادت دے دیں۔

اما الليلة فليلة الغار واما اليوم فيوم الردہ

یعنی رات سے مراد غار کی رات اور دن سے مراد فتنہ ارتداد سے مقابلے کا دن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قام فی الردة مقام الانبياء

"فتنہ ارتداد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا جو انبیاء کے کرنے کا تھا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كرهناه فی الابتداء وحمدناه فی الانتهاء

یعنی ہم لوگوں نے ابتداء میں قتال مرتدین کو ناپسند کیا تھا مگر انجام دیکھ کر پھر ہم سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شکر گزار ہوئے۔ (خلفاء راشدین' صفحہ ۱۴۰' مولانا عبدالشکور لکھنوی)

آیت مذکور میں فسوف یاتی اللہ یعنی "عنقریب خدا لائے گا" کا مفہوم یہ ہے کہ آیت استخلاف میں خدا کی طرف سے خلیفہ بنائے جانے کا جو اعلان ہوا ہے اس کے مطابق انہی لوگوں کو خدا اس عظیم مہم پر آمادہ کرے گا۔ ان کے دل میں اس کام کی مضبوطی کا ارادہ قائم کر دے گا۔

اسی طرح " یحبھم و یحبونہ " کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتے ہیں۔

یہ آیت نہایت صفائی اور وضاحت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول اور برحق ہونے پر روشن دلیل ہے۔ علاوہ ازیں اس میں آپؓ کے ساتھیوں کے اعلیٰ کمالات کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔

قارئین! غور کریں کہ یہ صفات کس رتبہ کی ہیں؟ کیا شریعت میں خدا کی محبوبیت سے اونچا کوئی درجہ ہے؟ جب تک فتنہ ارتداد ظاہر نہ تھا کسی کو بھی پتہ نہ تھا، اس میں کن لوگوں کی صفات کا ذکر ہے مگر فتنہ ارتداد کے ظاہر ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست سے جب اس کی بنیادیں کاٹی گئیں تو ساری دنیا کی آنکھیں کھل گئیں کہ اس میں خلیفہ اول اور ان کے رفقاء کی تعریف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل وہ اور ان کے رفقاء خدا کے محب اور محبوب ٹھہرے۔

اس قرآنی تفسیر میں سوائے منکرین قرآن کے کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا۔ حیرت ہوتی ہے کہ خمینی اور ان کے ممدوح ابن کلینی، مجلسی وغیرہ نے غیرت و حیاء کی ساری دھجیاں اڑا کر کیسے کیسے بوگس دلائل سے خلیفہ اول کو قرآن کا دشمن، کافر اور منافق لکھ ڈالا۔ امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے مطابق بعض شیعہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں مرتدوں سے جنگ لڑی تھی، تو اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تصریح

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جن لوگوں سے جنگ لڑی۔ ان میں کوئی مرتد نہ تھا، سب مسلمان تھے چنانچہ شام کے متعلق نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے کہ وہ مومنین کاملین تھے۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر)

اگر شیعہ اصول کے مطابق صحابہ کرامؓ مرتد تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی مرتدوں سے تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات خلفاء ثلاثہ سے جنگ کیوں نہ کی؟ حالانکہ آیت کا تقاضا تھا کہ نزول کے وقت جس قدر کلمہ گو تھے ان میں سے کوئی مرتد ہو گا۔ اس کا قتال ضرور ہو گا۔ بعض مرتدوں سے لڑائی ہو، بعض کی اقتداء کی جائے یہ آیت مذکورہ کی تکذیب ہے۔

دوسری بات یہ جو آیت میں موجود ہے کہ قتال مرتدین میں وہ جماعت کامیاب ہوگی اور فتنہ ارتداد کا قلع قمع ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی لڑائیوں میں فتح حاصل نہ ہو سکی بلکہ دشمنوں کا زور بڑھتا گیا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حریف شکست کھا گئے اور فتنہ ارتداد کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو لڑائی خوارج سے ہوئی اگر اسے مراد لیا جائے تب بھی اس میں آپؓ کو کامیابی نہ مل سکی۔

بعض شیعہ کے بقول اگر اس آیت کے مصداق حضرت امام مہدی ہوں، تب بھی منکم (یعنی تم میں سے جو حاضر تھے) کا خطاب کہاں جائے گا۔

مرتدین سے قتال کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک تصریح ملاحظہ ہو!

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ کی طرف سے ایک ارادہ ڈالا گیا" وہ مثل ایک چراغ کے تھا، جو اس کے سامنے آجاتا وہ روشن ہو جاتا، یہاں تک کہ مسلمانوں کی بڑی جماعتیں جہاد کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ ابوبکر بن عیاش کہتے کہ میں نے ابو حصین کو فتنہ ارتداد کے موقع پر یہ کہتے ہوئے سنا، پیغمبروں کے بعد کوئی شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل پیدا نہیں ہوا، مرتدین سے لڑنے میں انہوں نے وہ کام کیا جو ایک نبی کرتا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر وہ مصیبت پڑی اگر پہاڑوں پر پڑتی تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتی، بے شمار عرب مرتد ہو گئے تھے مگر خدا کی قسم جن لوگوں نے ایک نقطہ سے بھی اختلاف کیا تو میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو مٹانے اور اسلامی اقدار کو ہر ہر شعبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی طرح زندہ کرنے کے لئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔

دنیائے اسلام کی تمام تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جن کے ذریعے اسلامی جہاد قائم ہوا اور عرب کی زمین پر دین کو کمزور کرنے والے فتنے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسند نبوت کا ایسا حق ادا کیا جو انہی کا حصہ تھا۔ آپؓ ہی وہ عظیم انسان ثابت ہوئے جن کو کئی مسائل میں ملامت کرنے والوں نے ملامت کی۔ لیکن انہوں نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ فتنہ ارتداد کے خاتمہ اور اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے آپؓ کی ثابت قدمی،

اولوالعزمی، استقامت اور استقلال ایسا بے مثال اور ناقابل فراموش کارنامہ تھا۔ جس کو وحی الٰہی سے مشابہت اور خدائی الہام کے مماثل قرار دیا جا سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کے نظریہ خلافت کی توضیح و تشریح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صاف نظر آتی ہے۔ دو سال تین ماہ کی انتہائی مختصر مدت میں آپؓ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے جس سے پیغمبرانہ نیابت کا حامل انسان ہی عہدہ برا ہو سکتا تھا۔ عجیب النوع فتنوں کے بھنور میں پھنسی ہوئی اسلام کی کشتی کو سہارا دیکر ساحل مراد تک لے جانا ایک ایسا مہتمم بالشان کارنامہ ہے۔ جو کسی دوسرے خلیفہ کے حصہ میں نہیں آیا۔ آپؓ نے ارتداد کی جڑوں کو کاٹ کر اسلام کا گلشن آباد کیا۔ خرمن اسلام میں اچانک بھڑک اٹھنے والی چنگاری کو ایسی قوت آمیز پھونک سے بجھایا کہ دنیا ششدر رہ گئی اور زمانہ سکتے میں پڑ گیا۔ اس طرح تاریخ کی جبیں ایک ایسے کردار سے روشن ہو گئی، جو جھومر کی طرح صبح قیامت تک درخشندہ رہے گی۔

آیت "معیت" میں خلافت راشدہ کا اعلان

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم في التورة ومثلهم في الانجيل كزرعٍ اخرج شطأه فازره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار ط وعد الله الذين امنو وعملو الصلحت منهم مغفرة و اجراً عظيماً۔ ط (القرآن پ ۲۶ سورۃ فتح)

"اور جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں اور باہم مہربان ہیں، (مخاطب) تو ان کو کبھی رکوع میں سمجھتا ہے، کبھی سجدے میں، یہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں اور جنت۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے ان کی مثال اس کھیتی کی ہے۔ جس نے کونپل اگائی پھر اس کو قوی کیا پھر وہ پودا موٹا ہو گیا پھر کھڑا ہوا اپنی ڈنڈی پر کاشتکاروں کو خوش کرتا ہے تاکہ غصہ دلائے کفار کو۔

وعدہ کیا اللہ نے ایمان دار نیک لوگوں سے کہ ان کو مغفرت عطا کرے گا۔

○..... اس آیت سے درج ذیل امور واضح ہوئے۔ یہ آیت خلفاء راشدین کی عظمت پر بہت واضح ہے۔

(۱)..... "محمد رسول اللہ" محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی رسالت کا دعویٰ ہے۔

(۲)..... "والذین معہ" وہ لوگ جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ (حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے مطابق ان سے مراد صلح حدیبیہ کے سفر کے ساڑھے چودہ سو صحابہؓ ہیں کیونکہ پچھلا مضمون واقعہ حدیبیہ بیان کر رہا ہے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کی ذات آپ ﷺ کے ساتھ "معیت" میں تمام صحابہ سے زیادہ ہے اور چونکہ چاروں خلفاء راشدین صلح حدیبیہ کے سفر میں ساتھ تھے۔ ان تمام کی "معیت" بھی مراد لی جا سکتی ہے۔

(۳)..... "اشداء علی الکفار" "جو کافروں پر بہت سخت ہیں۔" یہاں صحابہؓ کی عمومی صفات کا بھی بیان ہے لیکن واضح طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کا مصداق ہیں۔
(از غنیۃ الطالبین)

(۴)..... "رحماء بینھم" "آپس میں رحم دل ہیں۔" تمام صحابہ آپس میں رحم دل ہیں لیکن باہمی رحمدلی کا وصف سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں موجود ہے۔ جن کی سخاوت اور ہر موقع پر مسلمانوں کے دکھ میں شریک ہونا اس بات پر شاہد ہے۔

(۵)..... "ترھم رکعاً سجداً" "(اے مخاطب) جب تو ان کو دیکھے گا تو رکوع سجدے میں ہوں گے۔" یہاں بھی جملہ صحابہؓ اس کے مصداق ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں ممتاز ہیں۔ آنحضرت ﷺ جب آپؓ کو بلاتے آپؓ مسجد میں نماز میں مصروف پائے جاتے۔

(۶)..... "یبتغون فضلاً من اللہ" "وہ اللہ کے فضل کے طالب ہیں" ان الفاظ میں صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین کے کمال اخلاص کا بیان ہے۔ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۰۹)

(۷)..... "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" "ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔" یہاں اصحاب ؓ حدیبیہ کا خشوع و خضوع اور خلفاء راشدین کی

CS CamScanner

عبادت و انابت کا تذکرہ ہے۔

(۸)۔۔ "کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ" اس کھیتی کی طرح جس کی کونپل نکلتی ہے پھر بڑی ہوتی ہے اور پھر موٹی ہو کر اپنی ڈنڈی پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس آیت کے ضمن میں ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ" رقمطراز ہیں۔

> "یہاں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات کھیتی کی کونپل کا اگنا 'کام کے آغاز پر دلالت کرتی ہے' اور آخری بات درخت کا ڈنڈی پر کھڑا ہونا 'کام کی انتہائے ترقی پر دلالت کرتی ہے'، جس کے بعد ترقی کا کوئی زینہ باقی نہیں رہتا۔

اول آپؐ کی حالت جب آپ مکہ میں مبعوث ہوئے۔ تمام اہل مکہ آپؐ کے مخالف تھے۔ اس وقت اسلام کا پودا نیا ظاہر ہوا۔ دوسری حالت یہ تھی کہ آپؐ مشرکوں کے ہاتھوں سے رہائی پاکر مدینہ پہنچے۔ آپؐ نے مدینہ میں رہ کر جہاد کیا اور مکہ فتح ہوا، تمام حجاز آپؐ کی اطاعت میں اچھی طرح آگیا۔ اس وقت ایک چھوٹی سی ریاست پر اقتدار قائم ہوا تو فازرہ 'یعنی ٹہنی بڑی ہوتی ہے' والی صورت ظاہر ہوئی۔ پھر آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی دو بڑی طاقتوں "قیصرو کسریٰ" کو ختم کر کے دنیا بھر میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا۔ یہ دونوں سلطنتیں شوکت اسلام سے پامال ہوگئیں تو "فاستغلظ" یعنی 'درخت موٹا ہوا' والی صورت ظاہر ہوگئی۔ چوتھی حالت وہ تھی کہ قیصرو کسریٰ کے باج گزار کئی ممالک اور اطراف و جوانب کی کئی ریاستیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ادوار میں فتح ہوئیں۔ جن کا حدود اربعہ ۶۴ لاکھ مربع میل تک بنتا ہے۔ جو تمام شیخین کے دور سے بھی بہت بڑا خطہ ہے۔ جب یہ فتوحات ہوئیں تو (فاستوی علی سوقہ) یعنی 'یہ پودا اپنی ڈنڈی پر کھڑا ہوگیا' والی صورت ظاہر ہوگئی۔"

(۹)۔۔ "یعجب الزراع" "کاشتکاروں کو خوش کرتا ہے" یہ اللہ کی کمال خوشنودی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اسلام کی کھیتی کا کاشتکار وہی ایک خدا ہے۔

(۱۰)۔۔ "وعداللہ الذین امنوا الخ" سے مراد اسلام کے غالب آنے کے بعد

تمام صحابہؓ کو جنت میں داخل کرنے اور ان تمام کی مغفرت کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔

آیت "غلبہ اسلام" میں خلافت راشدہ کا اعلان

یریدون ان یطفوٴا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ○ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ○

مشرک اور عیسائی چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی مشعل اسلام) کو بجھادیں اپنے منہ سے اور اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہے گا۔ اگرچہ کافروں کو سخت دکھ محسوس ہو۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے، چاہے مشرکوں کو تکلیف پہنچے۔

○..... "لیظھرہ علی الدین کلہ" (تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے) اس آیت کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصریح کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح کا خلاصہ
اور قیصرو کسریٰ سے جنگ کرنے والوں کا ذکر

چونکہ دین حق کا تمام ادیان پر غلبہ بظاہر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوا، کیونکہ عیسائی اور مجوسی اس وقت تک اپنے اپنے طور طریق پر قائم تھے۔...... ضروری نہیں کہ یہ غلبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوجائے۔ آپؐ کا مبعوث "ظاہر ہوجانا" غلبہ کا سبب ہوگیا لیکن اس کا نتیجہ آپؐ کے خلفاء کے ہاتھوں ہوا۔ آپؐ کے نائبین کے ہاتھوں دین کا غلبہ بھی گویا کہ آپؐ کے ہاتھوں غلبہ قرار پائے گا۔...... الحاصل اس وقت تمام دنیا دو پرشوکت بادشاہوں (یعنی قیصرو کسریٰ) کے زیر نگین تھی۔ یہ دونوں بادشاہ تمام مذاہب پر غالب تھے۔ یہودی، مجوسی اور انصاری کسی نہ کسی طرح انہی کے تابع فرمان تھے۔ روم،

فارس، فرانگ، جرمن، افریقہ، شام، مصر اور بعض بلاد حبشہ قیصر کی موافقت میں نصرانیت کے ہم مذہب تھے۔ خراسان، توران، ترکستان، زاولستان اور باختر وغیرہ کے لوگ بہ تبعیت کسریٰ مجوسی تھے اور باقی مذاہب مثل یہود، مذہب مشرکین، مذہب ہنود اور مذہب صابئین انہی دونوں بادشاہوں کی شوکت میں پامال ہو رہے تھے اور ان مذاہب کے معتقدین درہم برہم ہو چکے تھے۔ لہٰذا ارادہ الٰہی نے جو کہ دین حق کے غالب کرنے اور کفار کے ظلم کا انتقام لینے سے متعلق تھا۔ سرزمین حجاز میں جو نہ کسریٰ کے تصرف میں تھی اور نہ قیصر کے زیر نگیں تھی۔ دونوں 'قیصروکسریٰ' اس سے غافل تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دین برحق کے قائم ہوجانے کے بعد کسریٰ اور قیصر کی دونوں سلطنتوں کو نشانہ بنایا۔ کہ جب یہ دونوں سلطنتیں درہم برہم ہو جائیں گی تو سطوت اسلام ان دونوں کے قائم مقام ہوجائے گی۔ اس طرح جو موجودہ مذاہب سب سے زیادہ مشہور ہیں وہ شوکت اسلام سے خود بخود پامال رہیں گے۔ جس طرح ان دونوں سلطنتوں سے سابقہ تمام مذاہب پامال ہوگئے تھے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی مشیت میں آنحضور ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد یہ نعمت مقدر تھی، اس لئے ضروری ہوا کہ دین حق کے غلبہ کو کامل کرنے اور دشمنان خدا کو مکمل طور پر زیر و زبر کرنے کے لئے آپؐ کے خلفاء مقرر کئے جائیں تاکہ یہ باتیں بھی آپؐ کے صحیفہ اعمال میں درج ہو جائیں اور وہ ارادۂ انتقام جو آپ ﷺ کی بعثت کے ضمن میں لپٹا ہوا تھا اپنا کام پورا کرے...... (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۷۴)

خلافت راشدہ کی ضرورت اور خلفاء راشدین کی بے مثال کارگزاری کے عنوان پر اس جامع تجزیہ کے بعد حضرت امام دہلویؒ لکھتے ہیں۔

"اب سمجھ لینا چاہئے کہ " لیظهره علی الدین کله " کا صحیح مطلب یہ ہے کہ 'جس قدر غلبہ دین حق کو حاصل ہوا وہ لیظهره میں داخل ہے"۔

اس غلبہ کے اعلیٰ اقسام میں دولت کسریٰ و قیصر کا درہم برہم ہونا بدرجہ اولیٰ داخل ہوگا اور یہ غلبہ حاصل کرنے والے آپؐ کے خلفاءؓ تھے۔ ان کی کوششیں آپؐ کی بعثت کے ساتھ لپٹی ہوئی تھیں اور بطور گواہ تدبیر غیبی کے لئے اس کے ظہور کے ساتھ شامل تھیں۔ خلافت خاصہ کے یہی معنی ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۷۵)

آگے چل کر امام دہلویؒ نے وضاحت کی کہ!

"اور پھر یہ سمجھ لو کہ آیت مذکور میں **لیظھرہ** کے لفظ سے ظاہر ہے کہ وہ ہدایت اور دین حق جس کے ساتھ آنحضرت ﷺ بھیجے گئے تھے ظاہر، غالب، روشن اور مشہور ہوگی نہ مخفی اور پوشیدہ۔" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۷۵)

یہاں پر امام دہلویؒ شیعہ کے اس نظریئے کی سختی کیساتھ تردید کرتے ہیں جس میں ان کے بعض مزعومہ امام دین حق کو پوشیدہ اور مخفی بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے چنانچہ ان کی کتاب شرح نہج البلاغہ میں درج ہے۔

"امر ولایت کو خدا نے صرف جرائیل کو بتایا، جرائیل نے آنحضرت ﷺ کو اور آنحضرت ﷺ نے صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا! دین حق کے غلبہ اور امر حق کے واضح ہونے کے سلسلے میں کس قدر واضح دلائل کا سورج چار دانگ عالم میں چمک چکا ہے۔ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت و تباہی سے کس طرح دین کو استحکام عطا ہوا اور پوری دنیا کے ہر ہر گھر میں اسلام کی آواز داخل ہو چکی ہے۔ ...... بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی مندرجہ ذیل پیشنگوئیوں کی تکمیل بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں ہوئی۔

○... آنحضرت ﷺ نے فرمایا! میرے لئے زمین کو لپیٹا گیا اور فرمایا مجھے سرخ اور سفید دو قسم کے خزانے عطا کئے گئے۔ (مسلم عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

○... آنحضرت ﷺ نے فرمایا! **ھلک کسری ثم لایکون کسری بعدہ و قیصر لیھلکن ثم لایکون قیصر بعدہ و لتقسمن کنوزھما فی سبیل اللہ** (مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

(شاہ ایران) کسریٰ ہلاک ہوگیا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی برباد ہو جائے گا۔ اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ تم لوگ ان دونوں بادشاہوں کے خزانے اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔

○... آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"سراقہ بن جعشم کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔"

ان احادیث کو پیش نظر رکھا جائے تو خلافت راشدہ کی حقانیت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ تمام تاریخیں اس بات پر شاہد ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کسریٰ ہلاک ہوا اور قیصر کی شکست و ریخت بھی آپؓ ہی کے دور میں ہوئی۔

قیصر و کسریٰ کے ساتھ جنگ کی قرآنی خبر

ستدعون الی قوم اولی بأس شدید ؎

عنقریب تمہیں ایک بہت بڑی جنگجو قوم کی طرف (جنگ کیلئے) بلایا جائے گا۔

جملہ مفسرین کی رائے کے مطابق اس آیت میں فارس و روم کی جنگ کی پیشینگوئی بیان کی گئی ہے۔ یہ جنگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی اور تمام تاریخیں اس جنگ کو عہد فاروقیؓ کی تاریخی اور اسلام کی فتح کا عظیم نمونہ قرار دے رہی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قدسی ہے:

"ان اللہ مقت عربهم و عجمهم" (الخ)

اس حدیث میں عجم کی بڑی جنگ کا ذکر ہے، جس سے مراد فارس کی تاریخی لڑائی ہے۔

خلافت راشدہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور امت مسلمہ کی ذمہ داری

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں خلافت راشدہ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے لیکن آپؐ نے صراحت کے ساتھ کسی شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد کیوں نہ کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ جب بھی کسی جنگ میں تشریف لے جاتے، مدینہ منورہ میں آپؐ اپنا قائمقام ضرور مقرر فرماتے۔ آپؐ ہر سفر میں اپنا جانشین بنا کر جاتے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے سفر پر روانہ ہونے لگے تو کسی شخص کو بھی اپنا نائب مقرر کرنے کا اعلان نہیں فرماتے۔

اس موضوع پر آئمہ اسلام نے وضاحت کی ہے کہ بلاشبہ آپ ؐ نے کسی شخص کو نام لے کر خلیفہ مقرر نہیں کیا، لیکن آپ ؐ نے اپنی زندگی ہی میں چند لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا کہ عقل و فہم رکھنے والا ہر انسان خود بخود اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص ہی اس لائق ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسند پر براجمان ہو۔ اس بارے میں نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ملاحظہ ہو جس میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ آپ ؓ نے کیونکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ ؓ نے فرمایا!

"دین کا سب سے بڑا ستون نماز ہے اور دنیا کا سب سے بڑا ستون خلافت ہے۔ جب آپ ﷺ نے دین کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امام بنایا تو دنیا کے لئے ہم نے انہی کو پیشواء تسلیم کیا۔
(از کتاب، نہج البلاغہ)

خلیفہ مقرر نہ کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اسلام چونکہ شورائی اور جمہوری نظام ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ ؐ کسی کو نامزد کر دیتے تو وہ رعایا کے کسی فرد کے سامنے جوابدہ نہ رہتا۔ آپ ؐ کی طرف سے خلیفہ کی تعیناتی کو کوئی چیلنج نہ کر سکتا تھا۔ آپ ؐ کا مقرر کردہ خلیفہ ہر بات میں آزاد ہوتا۔ یہ بات اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی تھی۔ اس لئے آپ ؐ نے جانشین نامزد تو نہیں فرمایا لیکن خلیفہ بنانے کا وہ طریقہ اختیار فرمایا جو اللہ نے آدم ؑ کی برتری ملائکہ پر ظاہر کرنے اور اس کی خلافت عامہ کو فرشتوں سے منوانے کیلئے کیا تھا۔ یعنی فرشتوں کو حکم دیا! "اس کو سجدہ کرو" یعنی جس کے پیچھے سجدہ کیا جائے یہی اس کی قیادت تسلیم کرنے اور نیابت مان لینے سے عبارت ہے۔ اسی طرح آپ ؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ کو سجدہ کریں تاکہ خلافت آدم کی مرتبت تسلیم کرنے والی امت محمدیہ خلافت صدیقی کی حقانیت سے آشکار ہو جائے۔"

خلافت راشدہ حقیقت میں نبوت ہی کا انتخاب ہے

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں ہر ایک کو چالیس سال کے بعد تاج نبوت پہنایا گیا۔ حضور ﷺ کے بعد تمام خلفاء کو بھی چالیس سال کی عمر کے بعد ہی خلافت نبوت کا تاج

پہنایا گیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ مان لیا جائے تو خلافت نبوت کا یہ پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔ کیونکہ آپؓ کی عمر آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ۲۹ سال تھی۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۱ سال تھی۔

خلافت راشدہ کو تتمہ اور لاحقہ نبوت کہنے کا مطلب حضرت شاہ ولی اللہؒ کے درج ذیل قول کی روشنی میں ملاحظہ ہو:

"خلافت کا زمانہ بقیہ نبوت تھا (یوں سمجھو کہ آپؐ بعد نبوت تیئس (۲۳) برس اپنی عمر شریف اور تیس (۳۰) برس زمانہ خلافت خاصہ موعودہ کے کل ترپن (۵۳) برس دنیا میں رہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ) گویا زمانہ نبوت میں تصریحاً زبان مبارک سے بیان فرماتے تھے اور زمانہ خلافت میں ساکت بیٹھے ہوئے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کرتے تھے۔ خلفاء راشدین آپؐ کے ارشادات سے اصلی مقصود سمجھ گئے۔

خلافت صدیقیؓ پر چند دلائل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا!

○..... لقد همت واردت ان ارسل الى ابى بكر وابنه فاعهد ان يقول القائلون ويتمنى المتمنون ثم قلت يابى الله ويدفع المؤمنون (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف)

"میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ دوں تاکہ میری وفات کے بعد لوگ خلافت کی خواہش لیکر کھڑے نہ ہو جائیں اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ حق دار ہوں۔ مگر میں نے اس خیال سے اپنا ارادہ ترک کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور خیال پر راضی نہ ہوگا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کو قبول کرے گی"

شیعہ کی مشہور تفسیر قمی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

○..... ان ابا بکر یلی الخلافة من بعدی ثم ابوک فقالت من انباک یا رسول الله قال نبأنی العلیم الخبیر۔

بیشک میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور اس کے بعد تمہارے باپ عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپؐ کو کس نے بتایا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

خلافت عثمانیؓ پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

○..... ان الله یقمصک قمیصاً فان ارادک المنافقون علی خلعه فلا تخلعه ابداً۔

"اے عثمان رضی اللہ عنہ یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیض پہنائے گا، اگر منافق اس قمیض کو اتارنے کی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز نہ اتارنا۔" (از مسند احمد بن حنبل)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں آنحضرتؐ کے ارشادات

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خبر :

"یا معاویة ان ولیتم الامر فاتق الله"

اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرتے رہنا۔

(۲) شام جائے امن ہے :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت شام میں قائم ہوئی، شام کے بارے میں آنحضرت

ﷺ نے فرمایا:

وعن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال، قال رسول الله ﷺ طوبی للشام قلنا لمن ذلك يا رسول الله قال لان ملئكة الرحمن باسط اجنحتها عليها۔ (مسند احمد و ترمذی)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: شام کے واسطے خوشحالی ہے یہ سن کر ہم نے عرض کیا، کس سبب سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ کے فرشتے شام کی سرزمین پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔

(۳) کوفہ اور شام کے بارے میں ارشادات نبوی ﷺ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللهم بارك لنا في شامنا و بارك لنا في يمننا قالوا يا رسول الله و في نجدنا قال اللهم بارك لنا في شامنا اللهم بارك لنا في يمننا قالوا يا رسول الله وفي نجدنا فاظنه قال في الثالثة هناك الزلازل و الفتن و بها يطلع قرن الشيطن (صحیح بخاری)

اے اللہ ہمیں برکت دے شام میں، اے اللہ برکت دے ہمیں یمن میں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے برکت دے ہمارے نجد (عراق) میں (راوی کا بیان ہے) پس میں گمان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا 'اس میں زلزلے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔'

اسی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے تین مرتبہ شام اور یمن کے لئے برکت کی دعا مانگی، باوجود صحابہ کرامؓ کے اصرار کے نجد (عراق) کے متعلق دعا نہ فرمائی، بلکہ فرمایا 'وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا'

جن لوگوں کو تاریخ سے واقفیت ہے ان کو علم ہے کہ مختار ثقفی جیسا شیطان اور معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور خوارج وغیرہ کے تمام فتنے عراق کے علاقہ نجد سے اٹھے۔

خلافت راشدہ کے بارے میں واضح ارشادات

○..... قال النبی ﷺ ان ھذا الامر بدأ رحمۃ و نبوۃ ثم یکون رحمۃ و خلافۃ ثم کائن ملکا عضوضاً

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسلامی حکومت کی ابتداء رحمت و نبوت سے ہوگی، پھر رحمت و خلافت ہوگی، پھر ملک عضوض کا دور ہوگا۔

خلافت نبوت کا خاتمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہوا۔ رحمت و خلافت کا خاتمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ہوا۔ پھر ملک عضوض کا دور ہوگا۔

○..... وعن علی رضی اللہ عنہ قال قیل یا رسول اللہ من تؤمر بعدک قال ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امیناً زاھداً فی الدنیا راغباً فی الاخرہ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویاً امیناً لایخاف فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیاً تجدوہ ھادیا مھدیاً یأخذکم الطریق المستقیم ۔"
(از مسند احمد بن حنبل)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ؐکی وفات کے بعد کس کو امیر منتخب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو امانت دار اور دنیا سے بے رغبت پاؤ گے۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو قوی اور امانت دار پاؤ گے اور اللہ کے دین میں کسی ملامت کے خوف سے ڈرنے والا نہیں پاؤ گے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تم لوگوں کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے۔"

○..... غزوہ احزاب کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جب ایک سخت چٹان پر ضرب لگائی اور اس کا ایک تہائی ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں۔ پھر اسی طرح فارس اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔"

چونکہ یہ سب کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہوا، اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ واقعہ خلفاء ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل ہے۔

○..... سیرۃ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہتے ہیں۔ چونکہ ان کے ہاتھ سے وہ کام ہوئے، جو صرف نبیوں کے ہاتھوں سے ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے کاموں کی تکمیل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ "لو کان بعدی نبی لکان عمر" اسی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ قرار دیا تھا۔ اس لئے ان کی فتوحات بھی حقیقت میں حضور ﷺ کی فتوحات ہیں۔ اس لئے اس دائرے میں وہ تمام فتوحات آگئیں جن کے متعلق وقتاً فوقتاً آنحضرت ﷺ نے ارشادات فرمائے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

○..... دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت راشدہ قائم ہوئی، خلفاء راشدین نے نبوت کے باقی ماندہ کاموں کی تکمیل کی۔ اگرچہ نہایت واضح انداز میں آنحضرت ﷺ نے جانشینوں کی تقرری نہیں فرمائی۔

اس بارے میں حضرت امام الہند شاہ ولی اللہؒ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

"خلافت راشدہ سے متعلق خواب میں بشارات، قرآنی آیات کے ساتھ جب آپ کا دل پر ہو گیا تو اس کا کچھ حصہ آپ کی زبان مبارک سے لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا اور آپ نے تین طرح خلافت راشدہ کو ظاہر فرمایا، خلافت کی مدت اور مقام کو معین فرمایا اور خبر دیدی کہ یہی لوگ امت کا کام سرانجام دیں گے۔" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۱۳)

آنحضرت ﷺ کی زبان سے مدت خلافت کی تصریح

مدت کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت سفینہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"الخلافة بعدی ثلثون سنة"

"میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔"

اس سے مراد وہ چار اسلام کے بڑے خلفاء ہیں، جو آیت استخلاف کے حقیقی مصداق ہیں، جن کا سلسلہ حضرت ابو بکرؓ سے شروع ہو کر حضرت علیؓ پر ختم ہوا۔
(از غنیۃ الطالبین)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"تدور رحی الاسلام لخمس و ثلثین سنة"

"اسلام کی چکی ۳۵ سال تک چلتی رہے گی۔" (ابو داؤد شریف)

(۳) دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا!

"تدور رحی الاسلام لستة و ثلثين سنة"

"اسلام کی چکی ۳۶ سال تک چلتی رہے گی۔" (ابو داؤد شریف)

(۴) تیسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"تدور رحی الاسلام لسبعة و ثلثين سنة"

"اسلام کی چکی ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔" (ابو داؤد شریف)

پہلی حدیث کے بعد مذکورہ تینوں احادیث میں آنحضرت ﷺ نے اسلام کی چکی چلنے کا ذکر فرمایا۔ چکی چلنا یا چکی گھمانا بہت بڑی شان و شوکت، فریضہ جہاد کے امور کی تکمیل اور عظیم قوت سے عبارت ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ ہی نے ایک اور حدیث میں حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا:

"ابوبکر الصدیق لا یلبث خلفی الا قلیلاً و صاحب رحی دارالحرب یعیش حمیداً و یموت شهیداً قال رجل، و من هو یا رسول

اللہ قال عمر بن خطاب"

ابوبکر رضی اللہ عنہ تو میرے بعد بہت تھوڑے دنوں زندہ رہیں گے اور وہ دارالحرب کی چکی گھمانے والا عمدہ زندگی پائے گا اور شہادت کی موت مرے گا۔ کسی نے پوچھا "یارسول اللہ" وہ کون ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "عمر بن خطاب" (بیہقی ابو نعیم بحوالہ ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۱۷)

مذکورہ تینوں احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اسلام کی چکی چلنے کا ذکر فرمایا اس سے مراد فریضہ جہاد کے سلسلے میں خلفاء راشدین کی جہد مسلسل اور سعی پیہم ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۵۶ پر ان احادیث کی درج ذیل تصریح فرمائی ہے۔

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے بعد ۳۵، ۳۶، ۳۷ سال اسلام کی چکی گھومے گی۔" چکی سے مراد دین کی قوت ہے۔ (کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انیس سالہ دور خلافت کے ابتدائی ساڑھے پانچ سال میں بڑی کثیر اسلامی فتوحات واقع ہوئیں۔) انتیس (۲۹) سال حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورے ہوگئے۔ چھ (۶) ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ باقی ساڑھے پنجسالہ مدت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور پر صادق آتی ہے۔"

تعین خلافت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الخلافة بالمدينة والملك بالشام"

"خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۱۴)

اس حدیث سے تو بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور بھی خلافت سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد مدینہ سے باہر کوفہ میں ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث خلفاء ثلاثہ کی خلافت خاصہ پر دلالت کرتی ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات کا دروازہ بند رہا...... شام کی سلطنت کا ذکر بھی اسی بات کا عکاس ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ نے فتوحات اور قوت اسلامی کا جو شرف پایا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ امور خلافت کی انجام دہی، اسلامی حدود کے قیام، اقامت دین کے جملہ امور میں ایک مسلم خلیفہ راشد ہیں۔ ...... اسی طرح اسلامی حدود، اقامت دین اور فریضہ جہاد کی تمام وجوہ کے مطابق تکمیل کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور پر بھی یہ تمام علامات صادق آ رہی ہیں۔

زکوۃ کی ادائیگی کے لئے

خلفاء کے ناموں کی وضاحت

حاکم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے تھے "مجھے قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم اپنی زکوۃ کس کو دیں، چنانچہ میں نے جا کر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کہہ دو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دینا۔ میں نے جا کر بنی مصطلق کے لوگوں سے کہہ دیا۔ حضرت انس" فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے کہا پھر جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو زکوۃ کس کو دیں۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا "کہہ دو، پھر عمر رضی اللہ عنہ کو دیں۔" عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جب پوچھا تو فرمایا "عثمان رضی اللہ عنہ کو دیں" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۱۵)

قرض کی واپسی کے لئے خلفاء راشدین کا نام

سہل بن خثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک اعرابی نے کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بطور قرض فروخت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو اگر انہیں موت آجائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا۔ چنانچہ وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،

اس نے پوچھا تو آپ ؐ نے فرمایا 'ابو بکر تم کو دیں گے' پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہی ان سے بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پھر کہا 'پھر پوچھو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو موت آجائے تو پھر کو کون ادا کرے گا۔ آپ ؐ نے فرمایا 'عمر رضی اللہ عنہ' ادا کریں گے۔ پھر اس اعرابی نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ ؐ نے فرمایا 'عمر کے بعد کون ادا کرے گا' اعرابی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ ؐ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔ اعرابی نے یہی واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اس اعرابی سے کہا پوچھو 'عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو کون ادا کرے گا۔ چنانچہ وہ اعرابی پھر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی موت آجائے' عمر رضی اللہ عنہ بھی مرجائیں' عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی موت آجائے تو (پھر دنیا رہنے کے قابل نہ رہے گی) لہٰذا پھر تم سے ہو سکے تو تم بھی مرجانا۔

(از معجم الاوسط بروایت اسمٰعیلی)

... . ☯ ....

حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے آپ ؐ سے کسی معاملہ میں کچھ گفتگو کی' آپ ؐ نے فرمایا 'پھر آنا' اس نے عرض کیا 'اگر آپ ؐ کو نہ پاؤں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ کو نہ پائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا۔"

(بخاری، مسلم، ترمذی)

... . ☯ ....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فرمایا:

"اے عثمان رضی اللہ عنہ تم سے لوگ خواہش کریں گے کہ وہ قمیض جو اللہ نے تمہیں پہنائی ہے اتارو مگر قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر تم نے قمیض اتار دی تو جنت کی خوشبو نہ پا سکو گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نکل جائے۔

(بیہقی، ابو نعیم)

... . ☯ ....

ایک روایت ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ آپ ؐ کو وضو کرا رہے تھے۔ فرمایا:

"یا معاویہ ؓ ان ولیتم الامر فاتق اللہ"

"اے معاویہ ؓ جب تجھے حکومت ملے تو اللہ سے ڈرتے رہنا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ﷺ کی مرضی شامل تھی۔ اگر آپ ؓ نے متغلب یا متسلط بننا ہوتا تو حضور ﷺ آپ کو امارت و خلافت سے منع فرما دیتے۔

....

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ان ابنی ھذا سید، لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین"

"بیشک یہ میرا بیٹا سردار ہے، امید ہے! اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔"

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب آپ ؓ کی صلح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی پوری ہوگئی۔

خلافت راشدہ کے بارے میں

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ؒ کا اعلان

غنیۃ الطالبین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے۔

"قال النبی ﷺ لما عرج بی سالت ربی ان یجعل الخلیفۃ من بعدی علی بن ابی طالب فقالت الملائکۃ یا محمد ان اللہ یفعل ما یشاء الخلیفۃ من بعدک ابوبکر"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جب مجھے معراج ہوئی میں نے اپنے پروردگار سے

درخواست کی کہ میرے بعد خلیفہ علی بن ابی طالب کو کردے، فرشتوں نے کہا اللہ جو چاہے گا کرے گا اور اللہ کی مشیت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

خلفاء راشدین کی مدت تعین، مقام اور ان کے امور کی خبر دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی و اشارالی ابی بکرو عمر"

میں نہیں جانتا تمہارے اندر میں کتنی دیر رہوں، میرے بعد ان دونوں کی اقتداء کرنا اور آپ ؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

... .

خلفاء راشدین کی اشارات و کنایات کے ساتھ تصریح کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"فمن ادرک منکم فعلیه بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین"

تم میں سے جو میرے بعد کا زمانہ پائے اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لے۔ (ابن ماجہ عن عرباض ؓ بن ساریہ)

مختلف بشارات و احکام کے ذریعے خلافت راشدہ کی شہادت

قرآن کی آیتوں سے خلفاء راشدین کی فضیلت و مرتبت کے ذکر کے بعد حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ لکھتے ہیں۔

"جب یہ آیتیں (آیت استخلاف وغیرہ) نازل ہوئیں، جن سے خلفاء و پیغمبر کے بارے میں کسی قسم کی پوشیدگی نہ رہی۔ اب ان موعودہ خلفاء کی ترتیب خلافت اور مدت

خلافت میں کچھ تردد تھا تو آنحضرت ﷺ عالم غیب کے منتظر رہے کہ وہاں سے کیا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا نے خواب میں جو انبیاء علیہم السلام کے لئے وحی کا حکم رکھتا ہے، اس معمے کو حل کر دیا۔ بعض خواب آپ ؐ نے خود دیکھے اور بعض آپ ؐ کے اصحاب ؓ نے اور تعبیران دونوں کی آپ ﷺ نے بیان فرما دی (یہ بالکل ایسا ہی ہے) جیسے اذان کے خواب میں دیکھنے اور لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ۔" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۰۷)

کنویں کے ڈول کا واقعہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ایک روز میں سو رہا تھا، میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں کے پاس دیکھا۔ جس قدر ڈول اللہ کو منظور تھے نکالے، پھر اس ڈول کو مجھ سے ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابو بکر صدیق ؓ) نے لے لیا اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، پھر وہ ڈول پر ہو گیا اور اس کو ابن خطاب ؓ نے لے لیا۔ (اور بھرنا شروع کر دیا) میں نے کسی تنومند آدمی کو اس طرح ڈول نکالتے ہوئے نہیں دیکھا، جس طرح عمر ؓ نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو بھی سیراب کر لیا۔ (اس سے مراد مدت خلافت کا سب سے مضبوط ہونا ہے۔) (از صحیح بخاری و ترمذی)

ترازو کا واقعہ

حضرت عبداللہ ؓ بن عمر فرماتے ہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ طلوع آفتاب کے بعد ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "میں نے فجر سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ مجھے مقالید (کنجیاں) اور موازین (ترازو) دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری تمام امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا، میرا پلڑا بھاری نکلا، اس کے بعد ابو بکر ؓ لائے گئے، تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو ان کا پلڑا بھاری رہا، پھر عمر ؓ لائے گئے وہ تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو ان کا پلڑا بھاری رہا، پھر عثمان ؓ لائے گئے اور وہ تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو ان کا پلڑا بھاری نکلا۔ اس کے بعد ترازو آسمان کی طرف اٹھا لی گئی۔ (از ابن مردویہ بحوالہ ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۰۸)

شب معراج کا خواب

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: آج شب کو ایک نیک مرد کو خواب دکھلایا گیا کہ گویا حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے دامن کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں اور عمرؓ، ابوبکرؓ کے دامن کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں اور عثمانؓ، عمرؓ کے دامن کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھے تو ہم لوگوں نے بطور خود کہا وہ نیک مرد تو خود رسول اللہ ﷺ (جن کو یہ خواب دکھلایا گیا) اور ایک کا دوسرے کے دامن کے ساتھ لٹکنا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ لوگ اس دین کے والی ہوں گے جس کے ساتھ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے۔ (ابو داؤد شریف)

مختلف بشارات نبوی ﷺ

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا، مگر کمزور طریقہ سے پیا۔ (یعنی خلافت کی مدت کم ہونے کے باعث بعض کاموں کی ناتمامی کی طرف اشارہ ہے) پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا، یہاں تک کہ سیر ہو گئے، پھر عثمانؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا، یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے، پھر علیؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑی تو وہ کھل گئی[1] اور اس کی کچھ چھینٹیں بھی ان پر پڑیں۔

(ابو داؤد شریف)

(عرقوہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو چمڑے کے ڈول کے منہ پر جانب عرض لگائی جاتی ہے۔
[1] کھل جانے سے اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ ان کی خلافت مستحکم نہ ہوئی اور چھینٹوں کے پڑنے سے ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو ان کے زمانہ میں پیش آئے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں سے اس کو لے رہے ہیں۔ کسی نے کم لیا، کسی نے زیادہ اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے پھر میں نے یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کو دیکھا، آپؐ نے اس رسی کو پکڑ لیا اور اس کے زور سے آسمان پر چڑھ گئے، پھر ایک شخص نے آکر اس رسی کو پکڑا اور اس کے زور سے آسمان پر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے آکر اس رسی کو پکڑا اور وہ بھی اس کے زور سے آسمان پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اس رسی کو پکڑا تو رسی ٹوٹ گئی مگر پھر جڑ گئی اور وہ شخص بھی چڑھ گیا۔

اس موقع پر موجود حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں اگر آپؐ مجھے اجازت دیں تو میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں، آپؐ نے فرمایا "اچھا بیان کرو، حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ابر سے مراد اسلام ہے اور اس ابر سے جو روغن اور شہد ٹپکتا ہے 'وہ قرآن ہے' روغن سے مراد قرآن کی نرمی اور شہد سے مراد قرآن کی حلاوت ہے۔ زیادہ اور کم لینے والا اس شہد کا وہ ہے جو قرآن کو زیادہ حاصل کرے اور کم حاصل کرے۔ آسمان سے زمین تک لٹکتی ہوئی رسی دین ہے، جس پر آپؐ ہیں، آپؐ اس کو پکڑے ہوئے ہیں۔ پھر جب اللہ آپؐ کو اٹھالے گا تو آپؐ کے بعد ایک اور شخص اس کو لے گا اور اس کے ذریعے سے اس کا مرتبہ بلند ہو جائے گا۔ پھر ایک اور شخص اس کو پکڑے گا وہ بھی بلند ہو جائے گا۔ پھر ایک اور شخص پکڑے گا تو رسی ٹوٹ جائے گی مگر پھر وہ رسی جوڑ دی جائے گی اور وہ شخص بھی بلند ہو جائے گا۔

یا رسول اللہؐ فرمایئے ...... میں نے ٹھیک بیان کیا، فرمایا کچھ ٹھیک کچھ غلط، ... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں، جو میں نے غلطی کی وہ آپؐ بیان کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا! "قسم مت دلاؤ"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں "اس غلطی سے مراد ان خلفاء کے ناموں کا ذکر

نہ کرنا ہے۔ جس کو استعارہ میں غلط کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حاکم نے حضرت سفینہؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضور ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی، تو پہلے آپؐ نے ایک پتھر رکھا اور آپؐ نے فرمایا: میرے پہلو میں ایک پتھر ابوبکر رضی اللہ عنہ رکھیں۔ پھر فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عمر رضی اللہ عنہ رکھیں۔ پھر فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عثمان رضی اللہ عنہ رکھیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا: "یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہیں۔" (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۱۱۱، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

بزاز، طبرانی، بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے "ایک روز آنحضرت ﷺ تنہا بیٹھے تھے۔ میں آیا اور آپؐ کے پاس بیٹھ گیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے سلام کیا اور بیٹھ گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے دونوں سلام کر کے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے وہ کنکریاں اپنی ہتھیلی پر رکھیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں، یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز سنی، ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی مثل تھی، پھر آنحضرت ﷺ نے ان کنکریوں کو اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھا، وہ تسبیح پڑھنے لگیں، حتیٰ کہ میں نے پھر شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی، پھر ابوبکرؓ نے ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں، پھر آنحضرت ﷺ نے اٹھا کر ان کنکریوں کو عمرؓ کے ہاتھ میں رکھا، تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں، حتیٰ کہ میں نے پھر ان کی آواز سنی، پھر حضرت عمرؓ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو اٹھا کر عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھا، تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں، حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز بھی شہد کی مکھیوں کی آواز کی مانند سنی، پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ خلافت نبوت ہے (یعنی جو معاملہ عالم غیب سے نبی کے ساتھ ہوا یعنی کنکریاں ان کے ہاتھ میں گویا ہو گئیں وہی معاملہ ان لوگوں کے ساتھ ہوا)"

CamScanner

ابن عساکر نے ایک روایت میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے کنکریاں زمین پر رکھیں تو فرداً فرداً وہ کنکریاں ہم نے اٹھائیں لیکن کسی کے ہاتھ میں تسبیح کی آواز نہ تھی۔

خلافت راشدہ کی حقانیت پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل اور خلافت کی تائید میں آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضور ﷺ نے فرمایا:

"مروا ابابکر فلیصل بالناس"

"ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" (جمع الفوائد)

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا:

"یابی الله والمومنون الا ابابکر"

"اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو امام نہیں بنائیں گے۔" (مشکوۃ شریف)

(۳) حضور ﷺ نے فرمایا:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین"

"میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم پکڑو۔" (مشکوۃ شریف)

(۴) ایک روایت ہے:

"عن ابن عمرؓ کنا نقر فی زمان رسول الله ﷺ فنقول ابوبکر خیر هذه الامة ثم عمر ثم عثمان"

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں یہ کہا کرتے تھے کہ اس امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکرؓ کا ہے پھر عمرؓ اور عثمانؓ ہیں۔"

(۵) حضور ﷺ نے فرمایا:

"هذان سیدا کهول اهل الجنه ابوبکرؓ و عمرؓ"

"ابوبکرؓ اور عمرؓ جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔" (مشکوۃ شریف)

(۶) حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے:

"سبق رسول الله علیه و سلم وصلی ابوبکرو ثلث عمر ثم خبطنا فتنة"

"اول درجہ میں رسول اللہ ﷺ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد فتنہ نے ہم پر ہاتھ صاف کیا۔" (منهاج السنة ج ۴، صفحه ۱۳۷)

(۷) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اقتدوا بالذی من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ"

"میرے بعد اقتداء ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی کرنا۔"

(۸) آپ ﷺ نے فرمایا:

"مامن نبی الا وله وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض اما وزیرای فی اهل السماء جبرائیل و میکائیل و وزیرای فی الدنیا ابوبکرؓ و عمرؓ"

"کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے آسمان اور زمین میں دو دو وزراء نہ ہوں۔ آسمان میں میرے وزیر جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور زمین میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔" (مشکوۃ)

(۹) حضور ﷺ نے فرمایا: "ابوبکرو عمر سمعی و بصری"

آپؐ نے فرمایا: "ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میرے لئے کان اور آنکھ ہیں۔ (مشکوۃ)

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قال علی عند جنازة فاروق مامن الناس احد احب الی ان القی الله کافی صحیفة من هذا المسجی"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازے کے موقع پر جنازہ کی طرف اشارہ کرکے کہا "اس کفن پوش سے زیادہ دنیا میں کوئی شخص اس لائق نہیں کہ اس جیسے نامہ اعمال کے ساتھ خدا سے ملنا پسند کرے۔" (حاکم مستدرک)

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"عن ابی ہریرۃ کان رسول اللہ ﷺ کان علی حراء ھو و ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر فتحرکت الصخرۃ فقال رسول اللہ ﷺ اھدأ فما علیک الا نبی او صدیق او شہید"

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ کوہ حرا پر تھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔ پس پہاڑ جنبش کرنے لگا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے حرا ٹھہر جا، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔" (صحیح مسلم و جامع ترمذی)

(۱۲) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی"

"اے ابوبکرؓ آگاہ رہو تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔" (ابوداؤد شریف)

(۱۳) ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"یا ابابکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر فقال بعض القوم ما الرضوان الاکبر یا رسول اللہ قال یتجلی اللہ لعبادہ فی الاخرہ عامۃ ویتجلی لابی بکر خاصۃ"

"حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ خدا نے تم کو رضوان اکبر عطا فرمایا، صحابہؓ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ رضوان اکبر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "قیامت کے دن اللہ تمام بندوں پر عام تجلی کرے گا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر خاص تجلی کرے گا۔" (از مستدرک حاکم)

(۱۴) حضور ﷺ نے فرمایا:

"انا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا و عمر جدارھا و عثمان سقفھا و علی بابھا"

"حضور ﷺ نے فرمایا "میں علم نبوت کا شہر ہوں، ابوبکرؓ بنیاد ہے، عمرؓ دیوار ہے، عثمانؓ چھت اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ (از مسند اہل بیت)

(۱۵) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

یا ابابکر انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار

"اے ابوبکر تو حوض اور غار میں میرا ساتھی ہے۔" (مشکوۃ)

(۱۶) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر"

"بیشک اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔"

(۱۷) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لو کان بعدی نبی لکان عمر"

"میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔"

(۱۸) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنة عثمان"

"ہر نبی کا ایک خاص دوست جنت میں ہوگا۔ میرا دوست عثمان ہے۔"

(۱۹) آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ مالقیک الشیطن فجاً الاسلا فجاً غیر فجک"

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب کسی راستہ میں شیطان تم کو دیکھ لیتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلنے لگتا ہے۔"

(۲۰) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"عن علی رضی اللہ عنہ قال ، قال النبی ﷺ هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین"

"ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں اولین اور آخرین میں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔"

(۲۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ان اهل الدرجات العلی لیراهم من تحتهم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء وان ابابکرؓ وعمرؓ منهم

وانعما○"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اعلیٰ درجات والے نچلے درجات والوں کو اس طرح روشن نظر آئیں گے جس طرح تم لوگ اس ستارہ کو دیکھتے ہو، جو آسمان کے افق پر نکلتا ہے اور ابوبکرؓ و عمرؓ انہی اعلیٰ درجات والوں میں سے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ روشن۔"

(ترمذی و ابن ماجہ)

(۲۲) آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

"الا استحی ممن یستحی منه الملائکة"

"کیا میں اس آدمی سے حیاء نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔"

(۲۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اما ترضی یاعلی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی"

"اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لئے اس طرح ہو جس طرح موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ۔"

(۲۴) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

حضور نے فرمایا: "میں جس کا دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے۔"

(۲۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین"

"بے شک یہ میرا بیٹا سردار ہے اس کے ذریعے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔" (مشکوٰۃ)

(۲۶) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"یبعث الله معاویة رضی اللہ عنہ یوم القیامة وعلیه رداء من نور الایمان"

"قیامت کے دن معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ ایسی حالت میں اٹھائے گا کہ اس پر نور ایمان کی چادر ہوگی۔"

CamScanner

(۲۷) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"صاحب سری معاویة من احبه فقد نجا و من ابغضه فقد هلك۔"

"معاویہ میرا رازدان ہے، جس نے اس سے محبت رکھی وہ کامیاب ہوا، جس نے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔" (تطہیر الجنان)

(۲۸) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اول جیش من امی یغزو البحر فقد او جبوا الجنة"

"میری امت کا پہلا لشکر جو سمندروں میں جنگ کرے گا اس پر جنت واجب ہوگی۔"

(۲۹) احتجاج طبرسی میں ہے:

"ثم تناول ید ابی بکر فبایعه"

"پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بعیت کی۔"

(۳۰) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان:

نہج البلاغہ صفحہ ۸ ج ۳ پر درج ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر میری بیعت ان لوگوں نے کی جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بیشک مشورہ کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔"

(۳۱) آنحضرت ﷺ کا ارشاد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"ان تؤمروا ابابکر تجدوه اميناً زاهداً فی الدنیا راغباً فی الاخره وان تؤمروا عمر تجدوه قویاً اميناً لایخاف فی الله لومة لائم وان تؤمروا علیاً تجدوه هادیا مهدیاً یأخذ کم الطریق المستقیم ٥"

(ازالة الخفاء ج ۱، صفحہ ۵۷، حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی)

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو امانت دار اور دنیا سے بے رغبت پاؤ گے۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو قوی اور امانت دار پاؤ گے اور اللہ کے دین میں کسی ملامت کے خوف سے ڈرنے والا نہیں پاؤ گے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان

کو ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تم لوگوں کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے۔"

(۳۲) حضرت عائشہؓ کا فرمان:

"وسئلت عائشة من كان رسول الله ﷺ مستخلفاً لو استخلفه قالت ابو بكر فقيل ثم من بعد ابی بكر قالت عمر ۞"

"حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا 'اگر حضور ﷺ اپنا خلیفہ نامزد کرتے تو کس کو کرتے؟' فرمایا "ابوبکر رضی اللہ عنہ کو" پھر پوچھا گیا 'ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو خلیفہ بناتے؟' فرمایا "عمر رضی اللہ عنہ کو"۔

شیعہ علماء اور مفسرین کی طرف سے خلافت راشدہ کی تائید

شیعہ کی معتبر تفسیر قمی صفحہ ۶۸۷ پر رقم ہے۔

"ان ابابكر يلى الخلافة من بعدى ثم من بعده ابوك"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں "حضور ﷺ نے فرمایا: 'بیشک میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ تخت خلافت کے والی ہوں گے اس کے بعد تیرے باپ عمر رضی اللہ عنہ۔

پانچواں باب

خلفاء ثلاثہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بارہ اماموں کے ارشادات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افکار کی روشنی میں

ارشاد نمبر ۱ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق و خلیفة الخلیفة الفاروق، ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم و ان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا۔ (از نہج البلاغہ از ابن میثم بحرانی صفحہ ۴۸۶، سطر ۶، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اے معاویہ! جیسا کہ تو نے کہا، واقعی اسلام کے اندر آنحضور ﷺ کے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے اور سب سے زیادہ خدا اور رسول ﷺ کے خیر خواہ تھے اور اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں کا درجہ اسلام میں بہت بڑا درجہ ہے اور بہ تحقیق ان دونوں پر مصائب آئیں تو اسلام پر زخم کاری آتا ہے۔ خدا ان دونوں پر رحمت کرے اور انہیں ان کے نیک کاموں کا بدلہ دے۔

نوٹ : اس مکتوب شریف میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ' نے جن باتوں کا اقرار فرمایا ہے زمانہ حال کے مدعیان حب علی رضی اللہ عنہ ان کے ماننے سے قاصر ہیں۔ پانچ باتیں اس مکتوب شریف کا طرۂ امتیاز ہیں۔

(۱)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ برحق تھے۔

(۲)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں سے افضل تھے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔

(۳)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(۴)..... دین اسلام کے اندر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ بہت بلند تھا اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام پر تھے۔

(۵)..... دین اسلام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں کامل اتحاد تھا۔ یہاں تک کہ ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا پانچ باتوں کا اقرار کرنے کے بعد دعائے رحمت کا آپ رضی اللہ عنہ کو ہدیہ بھیجا۔ پس انصاف اور دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام لیوا اور عقیدت مند ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں مندرجہ بالا مکتوب کی پانچ حقیقتوں کا کھلے دل سے اقرار کریں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر شب و روز شکریہ کے طور پر ہدیہ رحمت بھیجا کریں۔ مگر کیا کیا جائے اور کیا لکھا جائے اور ابنائے زمانہ کی شکایت کس کے سامنے رکھی جائے کہ جس ہستی کے ذکر کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ' ہدیہ ٔ رحمت بھیجتے تھے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام نہاد عاشق اس ہستی پر رحمت کی بجائے لعنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کام کو بہشت میں داخل ہونے کا ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سوال : بعض لوگ اس موقع پر لفظ کما زعمت کی آڑ میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے عقائد اس طرح نہ تھے۔ آپؓ نے تو امیر معاویہؓ کے زعم کو بیان فرمایا ہے۔

جواب نمبر ۱ : اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپؓ کا یہ مکتوب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک مکتوب کا جواب ہے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کے مکتوب شریف میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپؓ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکتوب کی بعض چیزوں کی تصدیق کر رہے ہیں اور بعض چیزوں کی تردید فرما رہے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں حسد کا ذکر کیا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے حسد نہیں کیا۔ نیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے تخلف کا ذکر کیا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی بھی تردید کی ہے۔ حضرات شیخینؓ کی افضلیت قابل تردید نہ تھی اس لیئے تصدیق کر دی ہے۔ بلکہ جوابی مکتوب میں جو لفظ کما زعمت تحریر فرمایا ہے تو اس سے غرض یہ ہے کہ اے معاویہؓ شیخینؓ کی افضلیت کا جو یقین مجھے حاصل ہے وہ تجھے حاصل نہیں ہے۔ تیرے پاس تو گمان ہی گمان ہے اور تیرا علم محض ظن ہے۔ ان کی افضلیت کا یقین ہمارے پاس ہے۔ اسی واسطے میں ان کے طریق اور روش پر مضبوطی سے قائم ہوں۔

جواب نمبر ۲ : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیئے صدیق اور فاروق دونوں القاب موجود نہیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان القاب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ اضافہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت کے عقیدہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت آگے ہیں اور اگر قارئین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جملہ قسمیہ اور اس کے دونوں جوابات قسم کو غور سے دیکھیں گے تو انہیں اس بات کا حق الیقین ہو جائے گا کہ افضلیت کا عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاص عقیدہ مکتوب الیہ کی ترجمانی یا الزام کے قبیل سے نہیں کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں جملہ قسمیہ اور اس کے دونوں جوابات سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔

ارشاد نمبر ۲ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کے ایک اور مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

ثم ان المسلمین من بعده استخلفوا امیرین منهم صالحین فعملا بالکتب والسنة و احسنا السیرة ولم

یعدوا السنة ثم توفیا رحمهما الله۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد اول، جزو ششم صفحہ ۹۵)

ترجمہ : "پھر آنحضور ﷺ کے بعد تمام مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو بزرگوں کو خلیفہ مقرر کیا جو نہایت نیک کردار تھے۔ پس ان دونوں نے قرآن اور سنت رسول ﷺ پر عمل کیا اور طرز حکومت کو خوبصورت بنایا اور طریقہ رسول ﷺ سے ذرہ بھر تجاوز نہ کیا۔ اس کے بعد فوت ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے۔"

نوٹ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، نے اپنے اس مکتوب شریف میں بھی پانچ باتوں کا اعتراف کیا ہے۔

(۱)..... تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پر اجماع مکمل ہوا تھا۔

(۲)..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صالح تھے۔ صالحیت دو قسم کی ہے۔ ایک خود نیکوکار ہونا، دوسرے خلافت کے لائق ہونا۔ یہ صفت دونوں قسموں کو شامل ہے۔

(۳)..... قرآن و حدیث پر آپؓ نے عمل کیا اور عمل جبھی ہو سکتا ہے کہ علم ہو۔ پس اس فقرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قرآن و حدیث کے عالم اور عامل ہونے کا اقرار فرمایا ہے۔

(۴)..... صدیقی طرز حکومت نہایت اچھا تھا۔ پس جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکومت کے حق میں تھے۔

(۵)..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنت رسول ﷺ سے ذرہ بھر تجاوز نہ کیا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیرت حضرات شیخینؓ پر عمل پیرا ہونے سے انکار کر دیا تھا، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اقرار کر رہے ہیں کہ حضرات شیخینؓ نے سنت رسولؐ سے ذرہ بھر تجاوز نہ کیا تھا۔ تو پھر سیرت شیخینؓ اور سنت رسولؐ ایک ہی چیز ہو گئی اور ایک کے انکار کو دوسرے کا انکار لازم ہو گیا۔ اس صورت میں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سیرت شیخینؓ کا انکار کرتے ہیں تو سنت رسولؐ کا انکار بلاتوقف

لازم آتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کا تصور بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقیدت مند نہیں کر سکتے۔

ارشاد نمبر ۳ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' کے خطبے کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:۔

ثم استخلف الناس ابابکر ثم استخلف ابوبکر عمر و احسنا السیرة و عدلا فی الامة۔ (ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم صفحہ ۶۶۱)

ترجمہ : "پھر تمام لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا' اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ان دونوں نے طرز حکومت کو نہایت اچھا بنایا اور امت میں انصاف اور عدالت کو قائم کیا۔"

نوٹ : حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' نے اس خطبے میں دو باتوں کا اقرار کیا ہے۔ ایک تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کی اچھائی کا اور دوسرے انکا امت میں عدالت قائم کرنے کا' اگر کوئی شخص ان دونوں باتوں میں غور کرے تو مقام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت سے واقف ہو سکتا ہے۔

ارشاد نمبر ۴ : وقال علی والزبیر" ماغضبنا الا فی المشورة وانا لنری ابابکر احق الناس بھا' انه لصاحب الغار و ثانی اثنین و انا لنعرف له' سنه' و لقد امره رسول اللهؐ بالصلوة و ھو حی۔ (حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد اول جزو ششم صفحہ ۲۹۳)

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہماری شک رنجی محض مشورہ کی وجہ سے ہے اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں اس لیئے کہ وہ صاحب غار اور ثانی اثنین ہیں اور یقیناً وہ عمر میں بھی بڑے ہیں اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔"

نوٹ : اس ارشاد سے اس شک رنجی کی وجہ واضح ہو گئی جو بعض روایات میں آئی ہے اور جس کو بعض لوگ بڑے طمطراق سے عوام میں بیان کرتے رہتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ اس ناراضگی کی وجہ اپنا استحقاق خلافت ہے۔ الحمدللہ کہ خود حضرت علی المرتضیٰ کرم

اللہ وجہہ نے واضح کر دیا کہ ہماری شک رنجی اس واسطے نہیں کہ ہم خلافت کے مستحق ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہیں ہیں' بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے مشورے کے بغیر انتخاب خلیفہ کیوں ہوا ہے؟ انتخاب خلیفہ کے وقت ہم بھی موجود ہوتے اور سب سے پہلے بیعت کرنے والے ہم ہوتے۔ اس چیز کے فوت ہو جانے کا غم تھا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے ملال خاطر اور شک رنجی کا باعث تھا۔ اسی چیز کو واضح کرنے کے لیئے ارشاد فرمایا کہ ہم خلافت کا حق دار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں اور دو عدد گواہ بھی پیش کر دیئے۔

پہلا گواہ: اس صفت کو بنایا جو آیت غار میں خدا تعالیٰ نے ثانی اثنین کی صورت میں نازل فرمائی تھی۔

دوسرا گواہ: اس امامت نماز کو بنایا جو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی زندگی میں عمل میں آئی تھی۔

ارشاد نمبر ۵ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ' خدا تعالیٰ کے دربار میں اپنے عقائد حقہ پیش کر کے دعا مانگ رہے ہیں۔

اللھم انی اشھدک وکفی بک شھیداً فاشھد لی انک ربی و ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رسولک نبی والاوصیاء من بعدہ ائمتی ؏

(صحیفہ علویہ مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۳۷)

ترجمہ : "خدایا میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیری گواہی کافی ہوتی ہے۔ پس تو اس بات پر گواہ ہو جا کہ تو میرا رب ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جا کہ محمدؐ جو کہ تیرا رسول ہے وہ میرا پیغمبر ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جانشین ہوئے ہیں وہ میرے امام ہیں۔"

نوٹ : اس ارشاد میں جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خدا کے رب ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کا اقرار کیا ہے وہاں آپؑ کے جانشینوں کو اپنا امام تسلیم کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان جانشینوں میں پہلا نمبر سیدنا حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ کا ہے۔ پس ان کو بھی امام تسلیم کر لیا گیا۔ میرے خیال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کی انتہا کر دی ہے کہ انہیں وصی نبی اور امام خلق تسلیم کر لیا۔

سوال: بعض لوگ اس استدلال کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس دعا میں جانشینوں سے مراد وہ گیارہ امام ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوئے ہیں۔

جواب نمبر ۱: وہ گیارہ امام چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کے بعد ہوئے ہیں اس لیئے من بعدہ کی جگہ من بعدی ہونا چاہیئے تھا۔ ضمیر غائب محاورہ کے خلاف ہے۔ پس ضمیر غائب کا وجود اس جواب کو بے کار کر رہا ہے۔

جواب نمبر ۲: اس دعا میں لفظ ائمۃ کی اضافت یائے متکلم کی طرف اعلان کر رہی ہے کہ وہ جانشین گیارہ امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امام ہیں اور وہ مقتدی ہیں۔ کوئی عقلمند آدمی یوں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گیارہ بیٹے آپ کے امام ہوئے ہیں اور آپ ان کے مقتدی تھے۔

ارشاد نمبر ۶: کسی شخص نے حضرت امام باقرؒ سے پوچھا۔

جعلنی اللہ فداک، ارءیت ابابکر و عمر ھل ظلما کم من حقکم شیئاً اوقال ذھبا من حقکم شیئاً فقال لا والذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیراً ماظلمنا من حقنا مثقال حبۃ من خردل قال جعلت فداک افا تولا ھما قال نعم و یحک تولا ھما فی الد نیا والاخرۃ و ما اصابک ففی عنقی، ثم قال لعن اللہ بالمغیرۃ و بنان فانھما کذبا علینا اھل البیت (حدیدی نہج البلاغۃ جلد دوم صفحہ ۲۹۶)

ترجمہ: "خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے بتلایئے کیا انہوں نے آپ لوگوں کے حقوق میں سے کوئی چیز چھین لی ہے؟ حضرت امام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اس کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ تمام جن و انس کے لیئے ڈرانے والا ہو۔ ہمارے حقوق میں سے رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز نہیں لی گئی۔ پوچھنے والے نے عرض کیا میں ان دونوں سے دوستی رکھوں؟ حضرت امام نے فرمایا ہاں اے میرے پیارے ان دونوں سے دنیا و آخرت میں دوستی رکھ اور اگر اس کی وجہ سے تجھ پر کوئی

مصیبت آئے تو وہ میری گردن پر۔ مراد یہ ہے کہ میں دنیا و آخرت میں ذمہ دار ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا خدا تعالیٰ مغیرہ اور بنان کو ہلاک کرے کیونکہ ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھے ہیں۔"

نوٹ : حضرت امام باقر رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پاک دامنی کس وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ سوال کرنے والا وہ شخص ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حسن ظن نہیں رکھتا۔ اس کے دل میں ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ اس سوءِ ظن کی وجہ وہ خود بیان کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے حقوق غصب کر لیئے تھے۔ حضرت امام باقرؒ نے قرآن اتارنے والے کی قسم کھا کر جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے حقوق میں سے کوئی ادنیٰ حق بھی غصب نہیں کیا۔ خدا کی قسم ہی کافی تھی مگر آپ نے قرآن کے نزول کا ذکر اس لیئے فرمایا کہ یہ سچائی میں ضرب المثل ہے اور اس طریق سے آپ سائل کے دل سے بغض صدیقی کو دور کرنا چاہتے تھے۔ خدا کو ہی معلوم ہے کہ اس سائل کے دل سے بلا دور ہوئی یا نہ مگر حقیقت ہے کہ حضرت موصوف نے سائل کے دل کی صفائی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ بھلا اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا کہ جو گناہ ہو گا وہ میری گردن پر ہو گا۔ آخر میں حضرت امام نے وہ راز کھول دیا جو سائل کے علم میں نہ تھا۔ فرمایا کہ اس قسم کی روایات مغیرہ اور بنان کے ذریعہ سے پھیل رہی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۷ : ایک اعرابی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:-

الست امرتنی ان لا اتامر علی اثنین قال بلی قال فما بالک فقال ابوبکر لم اجدلھا احدا غیری احق منی قال ثم رفع ابو جعفر الباقر یدیہ و خفضھما فقال صدق صدق۔

(احدیدی شرح نہج البلاغۃ جلد اول جزو ششم صفحہ ۲۹)

ترجمہ : "کیا تو نے مجھ سے کہا نہیں تھا کہ دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بنوں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے اسی طرح کہا۔ پس اعرابی نے کہا کہ پھر تو کیوں حاکم بن بیٹھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں حکومت اس لیئے قبول کی کہ میرے بغیر کوئی شخص اس لائق نہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت امام محمد باقر رحمتہ اللہ علیہ

اس موقع پر پہنچے تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔"

نوٹ : حضرت امام محمد باقر رحمتہ اللہ علیہ اس روایت کے راوی ہیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب پر پہنچے ہیں تو اس کی تصدیق کے لیئے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صداقت پر گواہ بنا رہے ہیں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کہ پیغمبر کی خلافت کے لیئے کوئی شخص مجھ سے زیادہ لائق نہ تھا۔ حضرت امام محمد باقر نے اس بات کی سچائی پر خدا کو گواہ بنایا اور افضلیت صدیق پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

ارشاد نمبر ۸ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوسفیان سے خطاب کیا:

امسک علیک، فانا رئینا ابا بکر لھا اھلاً

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد اول جزو ششم صفحہ ۲۹۱)

ترجمہ : "اے ابوسفیان اس بات سے باز رہ اس لیئے کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لائق جانا ہے۔"

نوٹ : ابوسفیانؓ حضرت علیؓ کو مشورہ دے رہے تھے کہ آپ خلافت کے لیئے کھڑے ہو جائیں میں آپ کی ہر ممکن طریق سے امداد کروں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ میں اس مشورہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لائق جان کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

ارشاد نمبر ۹ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:۔

لولا انا رئینا ابابکر لھا اھلاً لما ترکناہ

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد اول جزو دوم صفحہ ۷۴)

ترجمہ : "اگر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لائق نہ جانتے تو اسے اس مقام پر ہرگز نہ چھوڑتے۔"

نوٹ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری اور شجاعت کا تقاضا یہی ہے جو آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اکراہ اور اضطرار اور مجبوری سب کے سب آپ کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مدعیان محبت کو معرفت عطا کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

CS CamScanner

ارشاد نمبر ۱۰ : حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں ہمیشہ فرمایا کرتے اثناء عشریہ کے ہاں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوۃ و لکن بشئی و قرفی صدرہ

(مجالس المؤمنین مطبوعہ تہران صفحہ ۸۸)

ترجمہ : "تم لوگوں سے ابوبکر نے جو ترقی کی ہے' وہ نماز اور روزہ کی وجہ سے نہیں کی۔ لیکن وہ تو ایک ایسی چیز کی وجہ سے ہے۔ جس سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے۔"

قاضی نور اللہ شیعہ عالم شوستری بڑا محقق اور سخت متعصب گزرا ہے۔ وہ اپنی مندرجہ بالا کتاب میں اقرار کرتا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے جس کو آنحضور ﷺ ہمیشہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث کے صحیح اور مستند ہو جانے کے بعد اسکے معنی اور مقصود میں کلام کرنا چاہئے۔ سو راقم الحروف کے نزدیک اس حدیث میں جس چیز سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بھرا ہوا بتلایا گیا ہے وہ معرفت الٰہی اور عشق رسول ہے۔

جیسا کہ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا ہے۔ ؎

پروانے کو ہے شمع تو بلبل کو پھول بس
صدیق رضی اللہ عنہ کے لیئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

مطلب یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز و روزہ کی وجہ سے تم لوگوں پر سبقت نہیں لے گئے بلکہ وہ اس عشق اور معرفت کی وجہ سے تم پر سبقت لے گئے ہیں جس سے ان کا دل لبریز ہے۔ اس حدیث میں سبقت سے مراد وہ عزت ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خدا کے رسول ﷺ کے یہاں تھی۔ آنحضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے تمام صحابہؓ پر واضح کر دیا کہ میرے یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزت اس معرفت الٰہی کی وجہ سے ہے۔ جس سے اس کا دل بھرپور ہے۔ قلب صدیق کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں غیر اللہ کے لیئے کچھ گنجائش ہو۔

حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

خانہ خالی نما تا منزل جاناں شود
کیں ہوسناکاں دل و جاں جائے دیگر مے کنند

بعض علماء نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حب ریاست یعنی سردار بننے کی محبت سے ابوبکرؓ کا دل بھرا ہوا تھا۔ مگر راقم الحروف کہتا ہے کہ جس وقت اور

جن حالات میں حضرت ابوبکرؓ نے مال و جان، خدا کی راہ میں قربان کئے ہیں اور آباؤ اجداد کے اموال و جائیداد اور وطن عزیز سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا ہے۔ اس وقت تک تو سرداری کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کا دل اس چیز سے کیسے بھر گیا ہوا تھا؟ نیز حب ریاست کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے کوئی آدمی خدا کے پیغمبر ﷺ کے یہاں معزز اور مکرم ہو جائے۔ اگر آنحضرت ﷺ کو علم ہو جاتا کہ ابوبکرؓ میرے ساتھ دنیوی سرداری کے واسطے لگا ہوا ہے تو اسی وقت علیحدہ کر دیتے۔ کیا اہل علم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آنحضرت ﷺ سے کسی دنیاوی چیز کی طلب کی تھی۔ فوراً آپ ﷺ نے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ پورا مہینہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کلام نہ فرمایا۔ سورۂ احزاب میں خدا تعالیٰ نے پورا رکوع نازل فرمایا۔ جس کی ابتدا یوں ہے:۔

"یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحاً جمیلاً"

ترجمہ : "اے میرے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں ایک ایک جوڑا کپڑے کا دیتا ہوں اور خوبصورت طریقے سے روانہ کر دیتا ہوں۔"

دین اسلام کے اندر طلاق اضطراری حالات میں جائز قرار دی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر دنیا ہی اضطرار کا باعث ہو گیا اور طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شریعت محمدیؐ میں طلاق کے موقعوں پر جوڑا کپڑوں کا دینا ضروری ہوتا ہے۔ اسی کو خدا تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے خوبصورت روانگی سے تعبیر کیا۔ مقام غور ہے کہ جو پیغمبر ذکر دنیا سے اس قدر نفرت رکھتا ہے وہ کسی محب ریاست اور سرداری کے امیدوار کو رفیق زندگی بلکہ رفیق دارین کیسے بنا سکتا ہے۔

ارشاد نمبر ۱۱ : حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: من ازھد من ھؤلاء

(فروغ کافی جلد دوم کتاب المعیشۃ صفحہ ۴ پر ایک طویل حدیث ہے)

یعنی مذکورہ بالا تینوں بزرگوں سے زیادہ تارک دنیا کون ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ؒ نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زاہد اور تارک دنیا ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تو ارشاد نمبر۱۰ کی تشریح میں جو معنی راقم الحروف نے بیان کئے ہیں ان کی حقانیت بھی واضح ہو گئی۔

ارشاد نمبر ۱۲ : قال علی رضی اللہ عنہ لما قبض النبی ﷺ نظر نافی امرنا فوجدنا النبی ﷺ قد قدم ابابکر فی الصلوۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ ﷺ لدیننا فقدمنا ابا بکر رضی اللہ عنہ

(طبقات ابن سعد مطبوعہ بیروت جلد سوم صفحہ ۱۸۳)

ترجمہ : "حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والتسلیم کی روح مبارک قبض کر لی گئی تو ہم نے حکومت کے بارے سوچا۔ پس آپ ؐ نے جو ابوبکرؓ کو نماز کے لیئے آگے کیا تھا وہ ہمیں اس باب میں راہنما دستیاب ہو گیا اور خدا کے رسول ؐ نے جس شخص کو ہمارے دین کا پیشوا بنایا تھا ہم نے اس کو اپنی دنیا کا پیشوا بنا لیا اور ابوبکرؓ کو امام اور سربراہ بنا لیا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مرض وفات نبی ؐ میں امامت ابوبکرؓ بارشاد پیغمبر ﷺ تھی اور خلافت ابوبکرؓ کی زبردست دلیل تھی اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دلیل کی دریافت کرنے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ تمام بنو ہاشم اس چیز میں آپؓ کے ساتھ متفق ہیں۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیعت ابوبکرؓ سے تخلف کے قصے صحیح نہیں ہیں۔ نہ خود علی رضی اللہ عنہ نے بیعت بروست ابی بکرؓ میں پس و پیش کی اور نہ ہی باقی بنو ہاشم نے لیت و لعل سے کام لیا۔

ارشاد نمبر ۱۳ : عن علی بن ابی طالب علیہ السلام انہ' قیل لہ' الا توصی؟ قال ما اوصی رسول اللہ ﷺ فاوصی ولکن ان اراد اللہ خیراً فسیجمعھم علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم ○

(شافی شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ مطبوعہ تہران صفحہ ۱۷۱)

ترجمہ : "حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا گیا، کیا آپ اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرماتے؟ آپ نے جواب دیا کہ خدا کے رسول ﷺ نے نامزد نہیں کیا تو میں کیسے نامزد کروں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ مسلمانوں کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کو اپنے میں سے بہترین آدمی پر متفق بنا دے گا جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد تمام مسلمانوں میں سے بہترین آدمی پر انہیں اجتماع عطا کر دیا تھا۔"

نوٹ : یہ ارشاد بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے بھی اپنے فرزند ارجمند امام حسن رضی اللہ عنہ کو نامزد نہیں کیا تھا اگرچہ لوگوں میں اس کے خلاف مشہور ہے۔

ارشاد نمبر ۱۴ : وروی ابو جحیفه و محمد بن علیؓ و عبد خیر و سوید بن غفلة و ابو حکیمة و غیرهم و قد قیل انهم اربعة عشر رجلاً، ان علیاً علیه السلام قال فی خطبته خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر ○

(شافی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ مطبوعہ تہران صفحہ ۱۷۱)

ترجمہ : ابو جحیفہ اور محمد بن علی اور عبد خیر اور سوید بن غفلہ اور ابو حکیمہ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے راوی روایت کرتے ہیں، کہا گیا ہے کہ وہ چودہ عدد راوی ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبے میں ارشاد فرمایا "اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہیں۔"

نوٹ : یہ ارشاد اسی طرح صفحہ ۴۲۸ نہج البلاغہ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

ارشاد نمبر ۱۵ : خدا کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

اول دینکم نبوة و رحمة و ملک و رحمة ثم ملک و جبروت ○

ترجمہ : "تمہارے دین کا پہلا زمانہ نبوت اور خدا کی رحمت کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد بادشاہت اور اس کی رحمت کا زمانہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد بادشاہت اور زبردستی کا زمانہ ہوگا۔"

نوٹ : اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے اپنے مقدس زمانے کے بعد آنے والے زمانوں کے بارے میں پیشینگوئی فرمائی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ فرمایا: میرا زمانہ تو نبوت اور رحمت کا زمانہ ہے۔ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو مسلمانوں کو بادشاہت کے ساتھ خدا کی رحمت شامل حال ہوگی۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس زمانہ کی حد بندی کر کے فرمایا: " الخلافة من بعدی ثلثون سنة " "میری خلافت میرے بعد تیس برس تک ہوگی۔"

حدیث " الخلافة فی امتی ثلثون سنة " کو امام احمد اور ترمذی نے حضرت سفینہؓ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: " ثم ملک بعد ذلک " (اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی) اس میں راوی سعید بن ابو جمہان پر محدثین کو کلام ہے۔ مگر حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی اور ابن حبان نے تو اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری جلد ۱۳، صفحہ ۱۸۲ - اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے (عون المعبود جلد ۴ صفحہ ۳۳۳)

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت ان تیس سال کے بعد شروع ہوئی، لیکن ان کی حکومت ان تیس سال کے اندر سے شروع ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان کا انداز حکومت ایک سا رہا ہے۔ خلیفہ بننے کے بعد عملاً اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ حضور ﷺ نے " ثم ملک بعد ذلک " میں ثم کی تراخی سے جس بادشاہت کی خبر دی ہے۔ وہ تیسرے درجہ پر ہے، جو تیس سال کے بعد کسی وقت شروع ہوئی۔ اس کی ابتدا تیس سال کے اندر سے نہیں۔ یہ عبوری دور خلافت عادلہ کا دور تھا اور یہ بھی رحمت ہے۔ زبردستی کی حکومت اس کے بعد قائم ہوئی۔

(بنو الزرقاء 'بنو مروان' کی حکومت ملوکیت میں داخل ہے۔ خلافت اسے صرف لغوی معنی میں کہا جاتا ہے۔)

چھٹا باب

خلفاء راشدین کا طریقہ انتخاب

دنیا کے افق پر قائم ہونے والی اسلام کی ابتدائی
جمہوری' شورائی اور رعایا پرور حکومتیں

کیا کوئی قوم سردار کے بغیر رہ سکتی ہے؟

زندہ قوموں میں کبھی ایسا وقت نہیں گزرا جب ان کا کوئی امیر یا سردار نہ ہو۔ کسی نہ کسی کو برادری، قبیلہ یا جماعت کا سربراہ مقرر کرنا انسانوں کے صحیح الفطرت ہونے کی دلیل ہے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی سردار دنیا سے اٹھ جاتا تو اس کی قوم فوراً اس کا نائب منتخب کرتی تاکہ فوری طور پر پیش آجانے والے کسی واقعہ میں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے نگران اور سربراہ سے محروم ہوں اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کا صدمہ جانکاہ

آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرامؓ پر ایسا صدمہ جانکاہ آپڑا جس سے دارالحکومت مدینہ سمیت ہر قریہ اور بستی کانپ اٹھی۔ مسجد نبوی میں ایک کثیر تعداد میں سفید ریش رو رہے تھے۔ 'مولانا ابوالکلام آزاد کے مطابق' آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر جو کھڑا تھا کھڑا رہ گیا' جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا' صحابہؓ کی ایک جماعت روتی ہوئی مدینہ کے جنگلوں کی طرف نکل گئی۔ حضرت عمرؓ نے تو عالم وارفتگی میں آپؐ کی وفات کی خبر

بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دکھ اور کرب کی اس گھڑی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر مقام سنح سے جب مسجد نبوی میں پہنچے تو آپ نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"آپ ﷺ کا دنیا میں آنا بھی پاک تھا، آپ ﷺ کا جانا بھی پاک ہے"

صحیح بخاری میں ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا:

یا ابی بکر انت و امی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد ذقتھا ثم لن یصیبک بعد موتۃ ابداً ۝

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، خدا کی قسم! آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپ کے لئے مقدر تھی، اس کا مزہ چکھ چکے۔ اب اس کے بعد پھر موت نہ آئے گی۔"

صحابہ کرام پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ آنحضرت ﷺ کا دنیا سے رخصت ہو جانا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ کئی صحابہ ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔ انہیں کچھ سوجھتا نہیں تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ آسمان پھٹ پڑا ہے، زمین کا سینہ شق ہو گیا ہے، ان کو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔

مدینہ کے اطراف میں ایک صحابی ہل چلا رہا تھا۔ جب اس کو آپ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

"اے اللہ میری آنکھوں کو اندھا کر دے میرے کانوں کو بہرہ کر دے"

صحیح بخاری میں ہے کہ وہ صحابی مستجاب الدعوات تھا۔ اسی وقت اس کی دعا قبول ہو گئی اور اس کی قوت سماعت و بصارت ختم ہو گئی۔ اس کا منشا یہ تھا کہ جن آنکھوں نے جمال جہاں آرائے نبوت کا دیدار کیا ہے اور جو کان کلام نبوت سے ہم آغوش ہوئے ہیں۔ جب آپ ہی نہ رہے تو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے۔

یہ وہ واقعات تھے جن سے صحابہ کو سابقہ پڑا تھا۔ حضرت عمر کی وارفتگی کے مقابلے میں ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات تھی، جس نے صحابہ کرام کی سخت پریشان اور مایوس

روحوں کو حوصلہ بخشا' رنج و الم کے گرداب میں جاں بلب لوگوں کو عقل و ہوش کا درس دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من کان یعبد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان یعبد الله فانه حی لایموت' فتلا وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل ○"

"جو محمدؐ کی پوجا کرتا تھا' وہ جان لے کہ محمدؐ فوت ہوگئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ خدا اب بھی زندہ ہے اور آپ نے قرآن کی وہ آیت پڑھی جس میں انبیاء کی وفات کی خبر ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو دفعتاً مضمحل روحوں کو اطمینان کی دولت ملی۔ ایسے معلوم ہوا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بارہ (۱۲) ربیع الاول سوموار دوپہر کے وقت ہوئی تھی۔ منگل اور بدھ کی درمیانی رات آپؐ کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

۲۸ گھنٹوں کے اس وقفے کے دوران دوسرے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے مسئلہ پر سقیفہ بنی ساعدہ (قبیلہ بنی ساعدہ کی حویلی' جہاں انصار مختلف فیصلوں کے لئے جمع ہوتے تھے) میں چند انصار محو گفتگو ہیں۔ ان کے درمیان اس موضوع پر کافی غوغا اٹھ رہا ہے۔ نیابت کی فطری ضرورت کے لحاظ سے یہ مسئلہ ایسا نازک تھا کہ فوری طور پر ذمہ دار افراد کا وہاں پہنچنا لازمی تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر فوراً سقیفہ میں پہنچے۔ یہاں ان حضرات کے سامنے انصار کی کیا گفتگو ہوئی' اس کے بارے میں تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ انصار نے دعویٰ کیا ہے کہ "ایک امیر ہمارا ہو' ایک تمہارا۔" ظاہر ہے کہ دو امیروں کا کیا نتیجہ نکلتا' ممکن تھا کہ خلافت کی مسند مستقل طور پر صرف انصار کے سپرد کی جاتی۔ لیکن قبائل عرب خصوصاً

قریش ان کے سامنے گردن اطاعت خم نہ کر سکتے تھے۔ عین اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا ایک فرمان پیش کیا:

"الائمة من قريش"

"امراء قبیلہ قریش سے ہوں گے"

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان پر شاہ ولی اللہ دھلوی نے ازالۃ الخفاء میں تمام امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱، صفحہ ۲۱۸)

اس فرمان کے بعد انصار کے نمائندہ حضرت خباب بن المنذر خاموش ہو گئے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انصار کی فضیلت کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

"صاحبو! مجھے آپ کے محاسن سے انکار نہیں۔ لیکن در حقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم نہیں کر سکتے۔ پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ گہرے تعلق کے باعث آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ دیکھو! ابو عبیدہؓ ابن الجراح اور عمرؓ بن خطاب بیٹھے ہیں۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔" (تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس پورے اجتماع میں سب سے معمر بوڑھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھنے والے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش دستی کر کے خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ طبری، ابن ہشام، مسعودی، اور بعد کی تاریخوں ابن خلدون وغیرہ میں ایک مورخ بھی ایسا نہیں جس نے لکھا ہو کہ اس مجمع میں کسی ایک شخص نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تامل کیا۔ پھر صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے اسی جگہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اسی مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا:

"ہمارے اندر اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بااثر اور معمر بزرگ کوئی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی ہمارے سردار اور امیر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کو آنحضرت ﷺ نے مرض الوفات میں اپنے مصلی پر امامت کے لئے منتخب کیا تھا۔"

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کو تمام لوگوں نے اطمینان کی نظر سے دیکھا۔ پھر تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے روز مسجد نبوی کے مجمع عام میں پھر بیعت کا اجتماع منعقد ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں بخاری کی ایک طویل روایت کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ انہوں نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ لیکن حاکم، مستدرک نے صحیح بخاری کی شرطوں پر ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کو حافظ عماد الدین ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔

> "دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد میں باغ فدک اور وراثت کے مسائل کی وجہ سے جب کچھ تنازعہ ہوا تو شکوک و شبہات کے خاتمے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ورنہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا انسان چھ ماہ تک امیر کی اطاعت سے دور رہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دنوں آپ ؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جب نماز پڑھتے رہے اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ؓ کی خلافت پر رائی بھر اختلاف نہ تھا۔ اس بات کا ضرور امکان ہے کہ کسی موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ شکوہ کیا ہو کہ آپ ؓ نے خلافت کے مشورہ میں مجھے شریک نہیں کیا۔ لیکن حالات کی سنگینی ایسی تھی کہ جو کچھ ہوا وہ اسی طرح آناً فاناً ہو گیا، ورنہ امت محمدیہ ایک بڑے انتشار کا شکار ہو جاتی۔"

اس موقع پر ہم نہج البلاغہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ نقل کرتے ہیں تاکہ

شیر خدا ؓ کی بیعت کے بارے میں ہر قسم کے ابہام کا خاتمہ ہو جائے۔

"دین کے معاملے یعنی نماز کے لئے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر ؓ کو ہمارا امام بنایا تو دنیا یعنی خلافت کے معاملے میں ہم نے خود ابو بکر ؓ کو اپنا امام بنا لیا۔"

چنانچہ بخاری شریف میں چھ ماہ بعد کی جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت غلط فہمی کے ازالہ کے لئے دوبارہ ہوئی تھی۔

اس کے بعد دو سال چھ ماہ دس دن تک حضرت علی ؓ آپ ؓ کے وزیر و مشیر رہے۔ ہر معاملے میں آپ ؓ نے خلیفہ کی نیابت کا حق ادا کیا۔ حضرت عباس ؓ، حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ وغیرھم نے آپ ؓ کو خلیفہ اور امام تسلیم کرکے ہر کام میں آپ ؓ کی اقتداء کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خراج تحسین

(۱)..... ابو جحیفہ نے حضرت علی ؓ کا قول نقل کیا ہے۔ "اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ محترم شخصیت حضرت ابو بکر ؓ کی ہے اور ابو بکر ؓ کے بعد عمر ؓ کا درجہ ہے۔" (صحیح بخاری)

(۲)..... محمد بن علی ابن حنفیہ کہتے ہیں "میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کس کا درجہ سب سے بلند ہے؟ فرمایا "ابو بکر ؓ کا درجہ اور پھر عمر ؓ کا درجہ"۔

(۳)..... اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن نے عبد خیر ؓ سے روایت کی ہے:

"میں نے علی ؓ کو یہ کہتے سنا ہے۔ 'اللہ تعالیٰ نے جملہ حاکموں اور اولیاء کے امور کے لئے ابو بکر ؓ و عمر ؓ کو حجت اور معیار مطلق بنایا ہے۔"

(۴)..... سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، میں ان کے پاس گیا اور عرض کیا "امیر المومنین میں بعض لوگوں سے ملا ہوں، جو ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے درجہ سے گرانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کی عظیم خدمات کی تحقیر کرتے ہیں۔" شیر خدا رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے ممبر پر جلوہ ریز ہوئے اور فرمایا! "اس کی قسم جو دانے کو اگاتا ہے اور مخلوق کو پالتا ہے۔ ان دونوں سے وہی محبت کرے گا جو مومن اور صاحب فضیلت ہو گا۔ ان سے بغض و عداوت تباہی و گمراہی ہے۔ شیخین؇ سے محبت باعث تقرب الٰہی ہے اور انکار ضلالت کا سبب ہے۔ آخر لوگوں کو کیا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں، وزیروں، دوستوں، سرداران قریش اور اسلام کے سپوتوں کا یوں (برائی سے) ذکر کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام برائی سے لینے والوں سے میں بری ہوں اور ایسے بدگو کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

(۵)..... عبدالعزیز بن جعفر نے ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ شیخین؇ کی محبت سنت ہے، تو انہوں نے کہا تھا: "سنت ہی نہیں وحی ہے۔"

(۶)..... امام باقر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے "ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت سے ناواقف آدمی سیرۃ رسول سے بے خبر ہے۔"

اسلام کے خلیفہ اول کا انتخاب ایک عام اہل علم کے اجتماع کی رائے اور بیعت کے باعث ظہور میں آیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو یہ سبق ملے کہ اسلام نے سربراہ مملکت کا انتخاب رعایا کے مشورہ اور رائے کے تحت مقدر کیا ہے۔ ورنہ اگر اسلام کا طرز حکومت شورائی یا جمہوری نہ ہوتا تو صحابہ کرام؇ کو مشورہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باعث اول دن ہی سے ان کی امارت کا اعلان ہو جاتا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تمام بشارتیں اور فضیلتیں صحابہ کرام؇ کے بھی سامنے تھیں۔ لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا تاکہ اسلامی حکومت کی شورائی اور جمہوری حیثیت برقرار رہے۔ اس لئے

CamScanner

ایک مجمع عام میں اظہار رائے اور انتخاب خلافت کا موقع پیش آیا۔ جب یہ خلافت قائم ہوگئی تو ہمیں صاف یقین ہوگیا کہ خدا کی مشیت پوری ہوگئی اور جن کو خلیفہ بنانے کا خدا نے قرآن میں وعدہ فرمایا تھا۔ ان میں یہی پہلا انسان ہے جس پر عام لوگوں کی رائے کے بعد اتفاق کرلیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے سوا دو سالہ دور خلافت میں تجربہ ہوچکا تھا کہ اس منصب خلافت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ تمام ائمہ اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے لئے خلیفہ اول نے خفیہ رائے شماری کا طریقہ اختیار کیا۔

صحابہ کرام ؓ کی اعلیٰ مشاورتی کونسل اور کبار علماء صحابہ ؓ سے مشورہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی کا اعلان کر دیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق رائے شماری کے دوران چند صحابہ ؓ نے کہا کہ عمر ؓ کا مزاج سخت ہے اگر وہ سختی پر قابو نہ پاسکے تو بڑا سانحہ ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عمر ؓ کی سختی میری نرمی کی وجہ سے ہے۔ جب تنہا ان پر ذمہ داری عائد ہوگی تو یقیناً جلال و جمال کا امتزاج قائم ہوجائے گا۔

حضرت عثمان ذوالنورین ؓ ..... مسند خلافت پر

ایرانی، یہودی اور مجوسی ملی بھگت سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ ؓ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ نیابت اور جانشینی کا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساڑھے دس سال میں جس نظم مملکت کی عمارت کھڑی کی تھی اور جس محمدی گلشن کو آپ ؓ نے جانکاہ آلام کے باوجود رعنائی عطا کی تھی۔ آپ ؓ کا منشا تھا کہ اس کی حفاظت وصیانت کے لئے کوئی ایسا شخص سربراہ مقرر کیا جائے جو جمال جہاں آرائے نبوت سے وافر حصہ پاچکا ہو،

اور دو بڑی سلطنتوں کے خاتمے کے بعد مال غنیمت کی کثرت اور بیت المال کے استحکام کو مزید ترقی بخش سکے، اس کا دل کسی قسم کی حرص سے آلودہ نہ ہو سکے، وہ علم و فضل اور اعلیٰ قرب کے ذریعے مسلمان قوم کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچائے، دور دراز علاقوں میں پھیلنے والی فوجوں پر گہری نظر رکھ سکے، باز نطینی اور رومی سلطنتوں کی رقیبانہ کشمکش اور ہزیمانہ عداوت کا صحیح توڑ کر سکے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اس قدر اعلیٰ حوصلے سے سرشار ہو کر فتوحات کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جائے، اس کی شخصیت و بزرگی اور اخلاص وللہیت اور تقویٰ و طہارت مسلمانوں کے تمام طبقوں میں مسلم ہو، ہر قبیلہ اس کے احترام میں کسی سے پیچھے نہ ہو، اس گہرے تدبر اور اعلیٰ فراست کو مدنظر رکھ کر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے رائے مانگی، علیحدہ علیحدہ کئی حضرات سے گفتگو کی، بالآخر خلافت کے درخشندہ ماہتاب عمرؓ نے چھ افراد کا نام پیش کر کے انہیں اختیار دے دیا کہ باہمی مشاورت سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ وہ چھ شخصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

- ✷ .... حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ،
- ✷ .... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،
- ✷ .... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ،
- ✷ .... حضرت زبیر رضی اللہ عنہ،
- ✷ .... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ،
- ✷ .... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ،

حضرت عمرؓ نے مجلس مشاورت کے لئے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کا نام بھی اس صراحت کے ساتھ شامل کیا کہ اس کو خلیفہ نہیں بنایا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ شورائی اور جمہوری اصولوں کی روح کے عین مطابق تھا۔ مذکورہ چھ افراد نے باہمی مشاورت سے جو فیصلہ کیا وہ اس طرح تھا کہ تین افراد جب حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حق میں دستبردار ہوئے، تو اب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی دونوں کے مقابلے میں از خود علیحدہ ہو گئے۔ حضرت ابن عوفؓ بہت ہی خدا ترس اور جہاں دیدہ شخص تھے۔ آپؓ آنحضرت ﷺ کے قریبی رفیق تھے۔ آپؓ نے مدینہ منورہ کے ایک ایک صحابہ سے خفیہ رائے حاصل کی۔ دور

دراز کے کئی اصحاب سے بھی مشورہ ہوا۔ اس طرح آپؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کا اعلان کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اسلامی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ آپؓ کی لاش تین روز تک آپؓ کے مکان کے صحن میں بے گوروکفن پڑی رہی۔ بلوائیوں نے خلافت سپرد نہ کرنے پر جو انتقام کی آگ جلائی اس کے شعلے غیظ و غضب کی صورت میں ہر طرف بھڑک رہے تھے۔

خلیفہ برحق کو گائے کی طرح ذبح کر دینا اور پھر لاش کی بے حرمتی اور پھر جوار رسول، کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرات حسنینؓ اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہم نے تدفین کا اہتمام کیا۔

چند روز بعد مدینہ منورہ کے تمام ارباب حل و عقد نے باہمی مشاورت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت میں تمام اکابر صحابہؓ شامل تھے۔ کچھ لوگوں کا اصرار تھا کہ خلافت کے بعد سب سے پہلا کام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام ہونا چاہئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے استحکام پر انتقام کو موقوف کر دیا......!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا انتخاب و خلافت

جب عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ابھی سانس میں کچھ رمق باقی تھی جونہی آپؓ ہوش میں آئے تو (ایک روایتؓ کے مطابق) آپؓ نے حضرت

حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کا حکم دیا۔

البدایہ والنھایہ کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ شہادت کے وقت آپؓ نے جب اپنے صاحبزادوں کو بلایا اور انہیں تقویٰ، حسن عمل اور خدمت دین کی وصیت فرمائی تو کسی نے پوچھا حضرت ہم آپؓ کے بعد حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ آپؓ نے جواب دیا:

"نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں، جیسا مناسب سمجھو ویسا کرو۔"

اس صاف اعلان سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اپنے بعد خلیفہ ہونے پر راضی تھے۔ بالآخر اسی رات آسمانی علم کا سورج غروب ہوگیا۔

آپؓ کا نماز جنازہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ جنازہ کے بعد اہل کوفہ جامع مسجد میں داخل ہوئے اور تمام لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعض روایتوں کے مطابق بیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خلافت حسن کے دور میں آپ کی عملداری چھ (۶) ماہ تک بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل پر قائم رہی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور حکومت انہی اصولوں اور قوانین پر مبنی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ تھے۔ عہد حسنؓ کی مدت اگرچہ نہایت مختصر تھی تاہم آپؓ کی اصلاحات اور شرعی قوانین خلافت راشدہ کے اصولوں پر استوار رہے۔ حضرت حسنؓ کا دور خلافت ملت اسلامیہ کے نصف سے بھی کم حصہ پر قائم رہا۔ اکثر علاقہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ اور آپؓ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت

چند دنوں کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو جمع کرکے درج ذیل خطبہ دیا:

"لوگو! خدا کے فضل سے میرے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے

کینہ نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بہتری بھی اپنی بہتری کی طرح عزیز
ہے۔ اسلئے میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ اتفاق، اختلاف سے بہتر
ہے۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہیں اس بات پر مجبور کروں
جس کو تم دل سے پسند نہیں کرتے۔"

اس خطبہ سے آپؓ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کی جائے۔ بس پھر کیا تھا، خطبہ کے الفاظ سنتے ہی کوفیوں نے غوغا آرائی شروع کر دی، مجمع میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، ایک جماعت نے کہا "حسنؓ تم بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گئے ہو، اس شور و شغب میں ایک گروہ نے حضرت حسنؓ پر حملہ کر دیا، آپؓ کے خیمہ کا سامان لوٹ لیا، آپؓ کے نیچے سے مصلیٰ اور آپؓ کے کاندھے سے چادر تک کھینچ لی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس بدتمیزی پر سخت غصہ آیا، فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور پکار کر کہا "ربیعہ اور ہمدان کے قبیلے کہاں ہیں۔" حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پکار سنتے ہی یہ دونوں قبیلے دوڑ پڑے اور حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ (از اخبار الطوال صفحہ ۱۱۸)

اس واقع سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اہل کوفہ سے کسی قسم کی وفا کی امید نہیں۔ انہی لوگوں نے میرے والد کو شہید کیا اب یہی لوگ میرے در پے آزار ہیں۔

اسی اثناء میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال کا علم ہوا تو آپؓ ایک بڑی جماعت لیکر مدائن کے قریب انبار پہنچ گئے۔ یہاں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بارہ (۱۲) ہزار کی جمعیت کے ساتھ فروکش تھے۔ انہیں خبر ملی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے چیخ کر کہا کہ وہ لڑائی کے لئے نہیں بلکہ صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے ان کا پیغام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچایا تو آپؓ نے جواب بھیجا "میں چند شرائط کے ساتھ خلافت سے دستبردار ہونے اور صلح کے لئے تیار ہوں۔"

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں مژدہ صلح سنایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے، انہوں نے سادہ کاغذ پر اپنی مہر اور دستخط ثبت کر کے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا اور کہا "یہ حسن رضی اللہ عنہ کو دے دو، وہ جو شرائط تحریر کریں مجھے منظور ہیں۔" (از البدایہ والنھایہ)

حضرت حسن نے درج ذیل شرائط تحریر کیں:

(۱)..... اہل عراق کو امن عام دیا جائے، گزشتہ واقعات پر کسی کی گرفت نہ ہو۔

(۲)..... صوبہ اہواز کا کل خراج (سالانہ) میرے نام لکھ دیا جائے۔

(۳)..... میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو دو لاکھ سالانہ وظیفہ دیا جائے۔

(۴)..... عطیات وغیرہ میں بنی ہاشم کا حق دوسروں سے فائق سمجھا جائے۔

اس معاہدہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے۔ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے اپنی دست برداری کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

"لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اگلوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی اور پچھلوں کے ذریعے تمہاری خونریزی بند کروائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور عجز میں سب سے بڑا عجز فجور (بداعمالی) ہے اور یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان متنازعہ ہے یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا یہ میرا حق ہے جس سے میں اللہ عزوجل کی خوشنودی، امت محمدیہ کی اصلاح اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر دستبردار ہوتا ہوں۔"

پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اہل عراق سے بیعت لی۔ اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہو گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت سے آنحضرتؐ کی پیشینگوئی کی تکمیل:

اس بیعت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل پیشینگوئی کی تکمیل ہوئی۔ جس میں آپؐ نے فرمایا تھا:

ان ابنی هذا سید، لعل الله ان یصلح بین طائفین عظمتین من المسلمین ﴿ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: یہ میرا بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی عظیم المرتبت جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"

CS CamScanner

لوگوں سے پہلے حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ نے حضرت معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت حسن ؓ خلافت سے دستبردار ہو کر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ دستبرداری کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیا اور نہایت خاموشی سے اپنے نانا ﷺ کے جوار میں زندگی گزاری۔ ان کے وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ اس طرح حضرت حسن ؓ حضرت معاویہ ؓ کی اطاعت پر تاحیات قائم رہے۔

یہ واقعہ ۴۱ ہجری ربیع الاول کو پیش آیا۔ اس طرح کئی سال کی باہمی آویزش کا خاتمہ ہوا تو اس سال کو عام الجماعہ قرار دیا گیا۔ حضرت علی ؓ سے ہونے والا حضرت معاویہ ؓ کا اختلاف بھی حضرت حسن ؓ کی بیعت کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس طرح اس بیعت سے پہلے جن حضرات کو حضرت معاویہ ؓ سے اختلاف تھا وہ بھی یکسر ختم ہو گیا اور یہی بیعت حضرت معاویہ ؓ کے متفقہ خلیفہ بننے کی بنیاد ثابت ہوئی۔

CamScanner

ساتواں باب

خلفائے راشدینؓ کا طرز حکومت

دنیا بھر کی موجودہ حکومتوں کا جائزہ

انسانوں کے بنائے ہوئے آئین اور دساتیر کے تحت قائم ہونے والی حکومتیں آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن ہم آپ کو بساط ارض پر قائم ہونے والے ایک ایسے طرز حکومت اور نظم مملکت کی داستان سناتے ہیں۔ جس کا پورا دور ۵۰ سال پر محیط ہے۔ جغرافیہ دس (۱۰) لاکھ سے چونسٹھ (۶۴) لاکھ مربع میل تھا۔ اتنی بڑی سلطنت آنحضرت ﷺ کے نائبین اور خلفاء نے قائم کی تھی۔ اس دیو ہیکل مملکت کو جغرافیائی حدود سے دیکھا جائے تو پچاس (۵۰) سال تک قائم رہنے والی یہ اسلامی حکومتیں عہد حاضر کی تمام یورپین، افریقی، اشتراکی اور ایشیائی ممالک سے بہت بڑی تھیں۔ امریکی جغرافیہ وسیع و عریض اور دنیا کی طویل پٹی پر قائم ہے۔ یہاں ابراہام لنکن کی جمہوریت کے اصول بیسیوں مرتبہ ترمیم و اضافہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ برطانوی سلطنت جو یونائیٹڈ کنگ ڈم کے نام سے یورپ کے پڑوس میں واقع ہے۔ اس کا نظم مملکت کئی دفعہ انحطاط کا شکار ہو چکا ہے۔ فرانس نے کئی عرب ممالک پر سالہا سال حکومتیں کیں، کئی ریاستوں پر تسلط کے باوجود یہ کسی بھی دستور پر متفق نہ ہو سکا۔ یورپین طرز حکومت میں بارہا تبدیلی و اضافہ کے لئے پارلیمنٹ میں بحث ہو چکی ہے۔ روسی نظام یا اشتراکی انقلاب ۱۹۱۷ء میں معرض وجود میں آیا۔ اس کے بہی خواہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اسے مسمار کر ڈالا۔ لینن کے مجسمے خود توڑ ڈالے۔ اس طرح اشتراکی نظام (کمیونزم Communism) البانیا، یوگوسلاویہ اور روس سمیت ہر جگہ شکست کھا چکا ہے۔

CS CamScanner

جاپان صنعتی ترقی میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ لیکن یہ بھی خود اپنے جغرافیہ اور نظام میں کئی بار تبدیلی کر چکا ہے۔ اس کے قوانین میں ہر سال ترمیم اور بنیادی اصولوں میں تبدیلی کی خبریں آتی رہتی ہیں۔

چین جو بہت بڑا ملک ہے۔ کمیونزم اور اشتراکیت کی بنیادوں سے بغاوت کر رہا ہے۔ یہاں بھی مذہب کے بارے میں پہلے جیسی پالیسی نہیں رہی۔ نہ ہی معاشی قوانین جوں کے توں موجود ہیں۔ سب قوانین اپنی اصلی ہیئت تبدیل کر چکے ہیں۔

بھارت لادینیت (سیکولر Secular) دعوؤں کے باوجود مذہبی اطوار کے قائم رکھنے پر مجبور ہے۔ یہاں مختلف اقوام کو مطمئن کرنے کے لئے صلح کلی جیسا نظام رائج ہے۔ جس کے تحت ہر قوم کو خوش رکھنا ہوتا ہے۔ سیکولر ہونے کے باوجود مسلم کش فسادات اور بابری مسجد کا انہدام، مسلمانوں اور سکھوں کی عبادت گاہوں پر حملے اس کا معمول بن چکے ہیں۔

عصر حاضر کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں میں کوئی ملک جغرافیہ اور وسعت کے لحاظ سے خلافت راشدہ کے دور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کسی مملکت کی صرف یہی کامیابی نہیں کہ وہاں کارخانے زیادہ لگ رہے ہیں، مشینری بام عروج پر ہے، فوج بہت بڑی ہے، زرعی پیداوار زیادہ ہے، ایٹمی توانائی حیرت انگیز ہے، فی کس آمدنی سب سے زیادہ ہے، معدنیات زیادہ مہیا ہو رہی ہیں، بڑی بڑی بلڈنگیں اور فلک بوس عمارتیں موجود ہیں۔ بلکہ دنیا کی کامیاب ترین حکومت اور اعلیٰ دستور کی حامل سلطنت صرف وہی ہو سکتی ہے جہاں رعایا کو ہر قسم کے بنیادی حقوق میسر ہوں، اقلیتیں تک خوشحال ہوں، حقیقی طور پر ایک ہی لائحہ عمل ہو، بیروزگاری کا نام و نشان نہ ہو، ہمسایوں سے اس کا سلوک مثالی ہو، نظام معیشت قابل رشک ہو، غریب غریب تر نہ ہو، امیر امیر تر نہ ہو، انسانیت کے ہر طبقے کا احترام ہو، عدلیہ اور انتظامیہ بالکل الگ الگ ہوں، سربراہ مملکت کو ایک ایک فرد کی ضروریات سے آگاہی ہو، تعلیم و تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہو، معاشی زندگی میں ایسا نہ ہو کہ ایک طبقہ اتنا خوشحال ہو کہ اس کا معیار زندگی اتنا بلند ہو کہ اس کے کتوں کو مکھن ملے اور اس ملک میں ایک طبقہ کو لسی کا ایک گھونٹ بھی میسر نہ ہو، غریبوں کے بچوں کے لئے سخت بیماری کی حالت میں نبض دیکھنے والا ڈاکٹر بھی میسر نہ ہو اور امراء کے پیشاب اور پاخانہ ٹیسٹ کرنے

کے لئے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی قطاریں موجود ہوں' ایمبولینسوں کی لائنیں لگی ہوئی ہوں۔ معاشی اونچ نیچ میں ایک طرف محنت کش مزدوروں اور ناداروں کے بچوں کو پرائمری سکولوں میں بھی داخلہ تک نہ ملے اور اسی مملکت کے امراء کے بچوں کے لئے بیرون ملکوں سے اعلیٰ معلم آکر ائرکنڈیشنڈ کمروں اور نرسریوں میں بچوں کو تعلیم دیتے رہیں۔ ایک طرف غریب انسان غربت کی چکی میں پستے رہیں' راتیں فٹ پاتھوں پر بسر کریں اور دوسری طرف ایک طبقہ غریب کی کمائی سے فائیو سٹار ہوٹلوں میں عیش و عشرت کے طاؤس نچائے' قحبہ خانوں میں ایک ایک شب میں ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالے۔

کسی ملک نے اگر اسلحہ میں ترقی کرلی' ایٹمی توانائی میں اعلیٰ مقام پا لیا' تو کیا ہوا!' آزادانہ نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو قدرتی مظاہر کے ذریعے مشینی انسان اور مشینی فکر و سوچ کو کبھی ترقی کے اوج ثریا کا حامل نہیں کہا جاسکتا۔ جب کہ اسکی مملکت میں انسانوں کی فکر و سوچ پر پہرے بٹھا دئے جائیں' اختلاف کرنے والوں کو کارخانوں کی بلند و بالا چمنیوں میں ڈالکر راکھ کر دیا جائے۔ صرف معاشی ذرائع ہی کو زندگی کا اصلی مقصد سمجھ لیا جائے۔ روٹی دے کر انسان کی آزادی' سوچ' فکر اور رائے کو خرید لیا جائے۔

آیئے ہم آپ کو آج ایک ایسے طرز حکومت' لائحہ عمل اور حکمرانوں کے بے مثال طرز زندگی سے روشناس کراتے ہیں۔ جو اپنے وقت میں دو بڑی طاقتوں سے نبرد آزما بھی ہیں۔ اپنے دور کے تقاضوں کے عین مطابق اسلحہ جمع کرتے اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو زیر و زبر بھی کرتے ہیں۔ گو ہٹلر کی طرح مفتوح اقوام کی لاشوں کے میدان نہیں بنائے اور نپولین کی طرح ان کی مجبوریاں نہیں خریدیں۔ بلکہ مفتوحہ اقوام کو اخلاق و کردار کے ذریعے اسلام کا پیراہن اوڑھایا۔ ان کے دور میں مختلف نسلوں کے لوگ موجود تھے۔ سفید و سیاہ فام باشندوں کی بستیوں پر بھی ان کی حکومتیں قائم ہوئی تھیں۔ عرب و عجم اور یورپی اقوام ہی ان کے زیر نگین نہیں تھیں بلکہ وہ شام سے پرتگال تک اور مدینہ سے کابل کی سرحدوں تک حکومت کرتے تھے۔ اس دور میں کارخانے نہ تھے' صنعتیں موجود نہ تھیں' ہوائی جہاز اور ریل کا نظام نہ تھا' معاشی ذرائع کی موجودہ فراوانی نہ تھی۔ مختلف اقوام و قبائل اور مختلف الوان و زبان کے حامل ان کی رعایا میں تھے۔ ایرانی' عراقی' شامی' لبنانی' افریقی'

ہندوستانی، افغانی، مکرانی اور بدو بھی ان کی رعایا میں تھے۔ مغربی خطوں کے لوگوں پر بھی انہوں نے برس ہا برس حکومتیں قائم کیں۔ کہیں بھی سفید اور سیاہ فام کے جھگڑے نہ اٹھے۔ کسی قوم نے معاشی تنگدستیوں پر جنگ نہ کی، کوئی بستی رنگ و نسل کے تفاوت پر بغاوت پر نہ اتری۔ آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء راشدین کے ادوار میں عیسائیوں، یہودیوں، صابیوں، آتش پرستوں کی بڑی بڑی آبادیاں ان کے زیر نگیں تھیں۔ مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود کسی جگہ مذہبی فسادات رونما نہ ہوئے، کسی نے اقلیتوں کے حقوق نہ دبائے، کہیں بھی افلاس و غربت اور معیار زندگی کے تفاوت کا جھگڑا نہ اٹھا۔ خلفاء نے کھلی کچہریاں لگائیں، عدالتیں اتنی آزاد بنائیں کہ فرمانروائے حکومت بھی ان کے سامنے جوابدہ تھا۔ خلفاء نے راتوں کو خود پہرے دیئے، غریبوں کے دروازوں پر جا کر ان کی حاجتیں پوچھیں، بیواؤں کے پانی بھرے، یتیموں کے لیئے فنڈ مقرر کئے، بچوں کے لیئے وظائف متعین کئے، گورنروں کی خود نگرانیاں کیں، عمال حکومت کو بر سرعام سزائیں دیں، تعلیم و تربیت کا لازمی قانون جاری کیا، ہمسایوں سے اچھے سلوک رکھے، امور خارجہ اور امور داخلہ میں دیانتدار اور متقی لوگوں کو متعین کیا، خدا کا خوف رکھنے والے، رعایا کی داد رسی کرنے والے، راتوں کو خدا کے سامنے رونے والے، دینی تعلیم سے مکمل واقف افراد مختلف محکموں میں مقرر کئے۔ مملکت کے بیسیوں صوبوں پر کڑی نگاہیں رکھیں۔ فوج، پولیس، قاضی اور گورنروں تک کو قانون کا پابند بنایا۔ ایک ایک بستی، ایک ایک شہر، ایک ایک صوبہ، ایک ایک خاندان، ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک قوم کے بنیادی حقوق، ضروریات اور مسائل کا ہر وقت ہر آن جائزہ لیا۔

جغرافیائی طور پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اور سب سے بڑے اسلامی دور کو آج رہنمائی کے لئے پھر سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ تصریحات ہر ملک کے حکمران، ہر صوبہ کے گورنر، ہر ضلع کے حاکم، ہر عدالت کے جج اور ہر علاقے کے رئیس تک پہنچیں۔

کس قدر افسوس ہے کہ آج امریکی، برطانوی، فرانسیسی، بھارتی اور روسی قوانین میں بہت سی باتیں اسلام کے اسی درخشندہ عہد سے ماخوذ ہیں۔ بہت سی حکومتوں نے مختلف ادوار میں اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اسی کو مملکت کے اساسی دستور میں شامل کیا۔

لیکن آج کا بے حس مسلمان، مغربی پروپیگنڈہ سیکولر ذہنیت اور جہالت و غوایت کا پیکر دانشور اور سیاستدان اپنے ملک میں دستور کے نفاذ کے لیئے کبھی فرانسیسی نظام کا مطالعہ کرتا ہے، کبھی روس کے بالشویک انقلاب پر اپنا لائحہ عمل وضع کرنا چاہتا ہے، کبھی لینن کی کتابوں سے اصول وضع کرنا چاہتا ہے۔ عالم اسلام کے لیڈر اور حکمران کبھی امریکی اصلاحات کا جائزہ لیتے ہیں، کبھی برطانوی قوانین کو اپنے ملک میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ کس قدر افسوس ہے کہ دوسروں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے روشنی حاصل کرنے والوں کو اپنے گھر میں چمکتا ہوا روشن سورج نظر ہی نہیں آتا۔ اسلام کے اس آفتاب کی روشنی سے وہ حصہ نہیں پاتے، اسکے فطری قوانین اور اعلیٰ طرز حکومت سے لمعہ افروز نہیں ہوتے۔

.... یہ احساس کمتری اور حماقت کا کتنا بڑا کرشمہ ہے کہ جن کا دین ایک لازوال دستور زندگی عطا کرتا ہے، بے مثال حکومت کی اصلاحات رکھتا ہے، انسانیت کے عظیم منشور اور بنیادی حقوق کا چارٹر رکھتا ہے۔ اسکے نام لیوا کبھی اس دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کی باتیں کرتے ہیں، کبھی اپنے عالمگیر مذہب کو نماز، روزہ اور عبادات تک محدود کرنا چاہتے ہیں، کبھی اسلام کے معاملے میں اسے صرف خدا اور بندے کا معاملہ قرار دیکر اسلام پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کو عیسائیت اور یہودیت کی طرح خیال کیا، وہ مذہبی زندگی کو معاشرتی، سیاسی، عمرانی، اخلاقی، ملکی اور قومی امور سے دور رکھنے لگے۔ ہم آئندہ سطور میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام زندگی کے پورے نظام کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ صرف قرآن وحدیث کے اوراق ہی کی زینت نہیں بلکہ اسلام کے سیاسی اور عالمی دستور العمل کو نصف صدی تک دنیا میں حکومتی قانون کی حیثیت بھی حاصل رہی ہے۔ مسجدیں بھی اسلام کی سیاست کا مرکز بنی رہی ہیں۔ نصف صدی تک نصف دنیا پر حکومت کرنے والے خلفاء راشدین نے دینی مراکز کو ہی اسلامی سیاست کا محور بنا دیا تھا۔ ہر ظلم کے خلاف آواز بھی مسجد ہی سے اٹھتی رہی ہے۔ اگر آج کی مسجدوں کے محافظ اور علماء اسلامی عبادات پر عمل کرنے کے باوجود ماحول کے ظلم اور معاشرہ کی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے تو دراصل علماء کا ایسا گروہ بھی لاعلمی اور کج فہمی کا شکار ہے۔ اسے اپنی تاریخ کے چمکتے ہوئے یہ نقوش نظر نہیں آتے۔ ان کو بھی احساس کمتری میں مغربی اور اشتراکی تمدن سے وابستہ کم نظر سیاستدانوں، لیڈروں اور حکمرانوں کی طرح اسلام

کا ایک بار پھر بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی ہی نہیں بلکہ آپ ؐ کی دس سالہ مدنی زندگی، خلفاء راشدین کی حکومتوں اور ان کے دستور زندگی پر گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔........

آیئے ہم جائزہ لیں کہ خلفاء راشدین کی حیرت انگیز حکومتوں نے نظم مملکت کی تعمیر و ترقی کے لئے کونسا طرز اختیار کیا، ان کے یہاں گورنروں، افسران بالا، قاضی اور رعایا کے حقوق کی نگہداری کے لئے خلفاء نے کیا طریقہ وضع کیا۔ کس طرح انہوں نے جان جوکھوں میں ڈالکر اپنوں اور مخالفوں سے خراج تحسین وصول کیا۔ امراء، غربا اور ہر طبقہ کے افراد کو کونسی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ان کے قلوب میں رعایا پروری اور انسان دوستی کی کیا اہمیت تھی۔ وہ رعایا کی تکلیف پر کس طرح بے چین ہو جاتے تھے۔ انہوں نے قانون کی پابندی کے لئے کس طرح خود کو پیش کیا۔ ان کی زندگی کے شب و روز کیسے تھے۔ ان کا خدا کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ وہ خدائی احکامات اور نبوی ؐ ہدایات کے معاملے میں کس قدر حساس تھے........ اس کے بعد ہمیں عہد حاضر کی اسلامی سلطنتوں اور مملکت کے سربراہوں اور اسلامی حکومتوں کی نوکر شاہی کو پرکھنے میں بڑی آسانی رہے گی۔ اسلام اور رعایا کے بارے میں حکمرانوں کے دعووں اور اسلام ہی اسلام کے نام پر سب کچھ کرنے والے خلفاء راشدین کے ایام و شہور کو پرکھ کر ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اور ہمارے حکمران جب اسلام کی باتیں کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسلام سے کتنے دور ہے اور ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہی ہے۔

خلافت راشدہ کا سنہرا دور

خلفاء راشدین کا مقصد آنحضرت ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست کے مطابق دنیا کی سب سے بڑی دو جبروتی طاقتوں سے مظلوم انسانیت کو نجات دلانا تھا۔ قیصرو کسریٰ کے صفحہ ہستی سے مٹ جانے کے بعد اسلام ایک تیسری طاقت کی حیثیت سے افق عالم پر جلوہ گر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے خلفاء کا طرز حکومت سادگی، خدا ترسی اور رعایا پروری پر مبنی تھا۔ ان کے عہد میں ظلم و جور کے وہ تمام راستے مسدود کر دئیے گئے تھے۔ جنہیں ایک طویل عرصہ سے ظالم حکمرانوں نے کھول رکھا تھا۔ عہد خلافت میں غلامی کی زنجیروں میں

جکڑی ہوئی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ غریب پروری کے واقعات جب عام ہوئے تو چاروں طرف اسلام ہی اسلام کا شہرہ ہوا۔ عیسائیت، یہودیت، مجوسیت اور صابیت کے تمام ہتھکنڈے خاک میں مل گئے۔ عدل و مساوات کا مینہ چھاجوں برسا، عافیت و امن کے کنول کھل گئے، راحت و سکون اور باہمی الفت و محبت کی متاع گراں مایہ سے لاکھوں انسان آنحضرت ﷺ کے طوق غلامی کو دنیا کی سینکڑوں آزادیوں پر ترجیح دینے لگے۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں حکومت کے تمام انتظامی اور تشریعی امور قرآن و سنت سے طے پاتے تھے۔ جو حکم قرآن و سنت سے نہ ملتا اسے صحابہؓ کی مجلس شوریٰ میں طے کیا جاتا تھا۔

خلفاء راشدین خدائی قانون کے پابند تھے۔ حاکمیت خداوندی یا سیرۃ نبویؐ ان کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی تھی۔ وہ خود کسی قانون سے بالاتر نہ تھے۔ نہ اپنے لئے کسی امتیاز اور خاص استحقاق کا دعویٰ رکھتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور کی خصوصیات

قرآن وحدیث کی تشریحات کے عین مطابق خلفاء راشدین کے ادوار حکومت میں چار خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے مقدس عہد کو دنیا بھر کے تمام قوانین ودساتیر سے ممتاز کر دیتی ہیں۔

خلفاء راشدین نے جس طرز حکومت کی بنیاد رکھی اس میں اسلام کے نظریہ مساوات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جس کا مطلب کلی مساوات نہیں جو فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی دو آدمی ایسے نہیں جو ہر لحاظ سے برابر ہوں۔ کوئی حکومت یا ریاست مختلف لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں یا جسمانی قابلیتوں کو مساوی سطح پر لانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کرے وہ سب بیکار ثابت ہوگی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

"واللہ فضل بعضکم علی بعض"

"اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضلیت دی ہے۔"

اسلام کے نظریہ مساوات کا مطلب ہے "قانونی مساوات" یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ شہری حقوق و فرائض میں سب یکساں ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی

مساوات جو ہر شخص کو بلا تفریق رنگ و نسل، بلا امتیاز حسب و نسب یکساں مواقع فراہم کرتی ہے۔ اسلامی حکومت میں کسی شخص کی قدر و منزلت اس کے حسب نسب کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس کی اہلیت کردار اور خدمت اسلام کی بنا پر کی جاتی ہے۔

خلافت راشدہ کی دوسری خصوصیت "آزادی" تھی۔ جو اپنے صحیح خدوخال میں اسلام کا ہی سب سے پہلا شرف ہے۔ خلافت راشدہ میں ایک ادنیٰ شہری بھی مملکت کے بڑے سے بڑے عہدیدار حتیٰ کہ سربراہ مملکت پر بھی تنقید کر سکتا تھا۔ وہ بر سر منبر اپنے سربراہ سے باز پرس کر سکتا تھا۔ کسی غریب کے محاسبہ کے سوال پر کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا تھا۔ کسی کو انتقام کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ کسی پر امن عامہ کی دفعات لاگو نہ ہوتی تھیں۔ کسی پر ڈی۔پی۔آر اور تخریب کاری کے الزام نہیں دھرے جاتے تھے۔ وہاں سوال کرنے والے بھی ایسے مخلص ہوتے کہ اپنے انداز میں ان کا مقصود اصلاح ہوتا۔ کسی طرح بھی تہمت طرازی، مذاق یا بدنیتی کا عیب ان کے قریب نہ پھٹکتا تھا۔

خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت "باہمی محبت اور اخوت" کا فروغ تھا۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی تصور کئے جاتے تھے۔ یہ اخوت اسلامی اس قدر مضبوط تھی کہ اس کے مقابلے میں خونی رشتہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ آقا و غلام، سیاہ و سفید، امیر و غریب، عربی و عجمی کی تفریق ختم ہو گئی تھی۔ رنگ و نسل اور زبان و اقوام کے تفاوت مٹ کر رہ گئے تھے۔ اسلامی اخوت کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ قریبی سے قریبی رشتوں کی بجائے "تقویٰ" کی بنیاد پر باہم ربط و ضبط کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔

خلافت راشدہ کی ایک اور امتیازی خصوصیت "عدل" تھی۔ اسلامی عدل کی نظر میں کسی بھی آقا اور امیر کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ عدل کے بارے میں مسلم و غیر مسلم سب برابر تھے۔ خلفاء راشدین کا پورا نظام عدل کی بنیاوں پر استوار تھا۔ ہر سوسائٹی اور ہر معاشرہ، مملکت کا ہر شعبہ "عدل" کی بہاروں سے مزین تھا۔ غریب و امیر کے لئے عدالتوں میں کوئی ترجیحات نافذ نہ تھیں۔ کسی موقع پر بھی کسی وی۔آئی۔پی (V.I.P.) کے لئے کوئی رعائت و سہولت نہ برتی جاتی تھی۔ کسی بااثر شخصیت کے لئے علیحدہ قانون نہ تھا۔ عدالتوں کی حاضری سے خلیفہ وقت بھی مستثنیٰ نہ تھا۔ تمام ارکان دولت صرف خلیفہ وقت کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔ بلکہ ان کے قلوب میں خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا خوف

بھی طاری رہتا تھا۔

خلافت راشدہ کے دور میں ہر شخص کو دوہری ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ محکمہ احتساب کے سامنے جوابدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسے خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا ڈر بھی تھا۔ احتساب کی سختی کے باعث کوئی شخص علانیہ جرم کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔ پوشیدہ طور پر جرم کرنے سے ہر شخص باز رہتا تھا کہ اس کو اللہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت راشدہ کے دور میں ایک شہری کی سماجی اور ذاتی زندگی میں کوئی تضاد نہ تھا۔

خلفاء راشدین کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت "غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک" تھا۔ قرآن کے واضح حکم " لا اکراہ فی الدین " (دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں) کے مطابق مملکت کا ہر شخص اپنے مذہب کے معاملے میں آزاد تھا۔ کسی غیر مسلم پر زبردستی اسلام کو مسلط نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے خلفاء راشدین نے غیر مسلموں کو ان کی ثقافت، روایات اور رسومات سے کبھی نہیں روکا۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں کی ذمہ داری بھی اسلامی حکومت پر ڈالی۔ ان کی آزادی ضمیر، حفاظت اور جان و مال کے معاملات میں مسلمانوں کی طرح انہیں بھی تمام شہری حقوق عطاء کئے گئے۔

خلفاء راشدین کی حکومتیں

اسلامی طرزِ جمہوریت کا اعلیٰ نمونہ تھیں

آج کل کی اصطلاح کے مطابق اسلام کا طرز حکومت نہ شخصی ہے، نہ مروجہ مذہبی (THEOCRATIC)، نہ اس میں ڈکٹیٹر شپ ہے، نہ پاپائیت، نہ مغربی طرز کی جمہوریت، نہ روسی طرز کی آمریت، نہ فرانسیسی طرز کا معجون مرکب اور نہ ہی چینی طرز کی خود ساختہ اشتراکیت اسلام میں ایسے کسی تخیل کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس کے مطابق مطلق

العنان بادشاہت قائم ہو یا شخصیت پرستی کو رواج ملے۔ اسلام میں حکمران و خلیفہ تو ایک طرف خود پیغمبر ﷺ بھی حقوق العباد کی ادائیگی اور دینوی معاملات میں انہی قوانین کے پابند ہوتے ہیں، جو عام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔

خلافت راشدہ کا دور اسلام ہی کی عملی تصویر کا نام ہے۔ بلاشبہ یہ ایسی مذہبی حکومت ہے جس کا منشور اور دستور قانون الٰہی ہے۔ خدائی دستاویز (قرآن) اس کا اصل متن ہے۔ پیغمبر کی زندگی اور کردار اس کی تشریح و تفصیل ہے۔ خلافت راشدہ کی حکومت کو اصل روح کے اعتبار سے "جمہوری" کہا جا سکتا ہے۔ یعنی جس کی بنیاد صائب الرائے افراد کے مشورہ پر ہوتی تھی۔ مغربی جمہوریت میں افراد کی گنتی کا اعتبار ہے۔ مغربی طرز جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں عددی اکثریت پر ہی تمام فیصلوں کا دارومدار ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی طرف اکاون (۵۱) ووٹ ہوں اور وہ سب کے سب جاہل، خود غرض، معاملہ نافہم لوگوں کے ہوں اور اس کے خلاف ایک کم یعنی انچاس (۴۹) ہوں لیکن یہ سب معاملہ فہم اور دانا لوگوں کے ہوں تو فیصلہ اکثریت کے حق میں ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام میں اس عددی اکثریت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی مغربی جمہوریت کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے کس قدر خوبصورت بات کہی ہے۔؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

خلافت راشدہ کے دور میں نیک اور دانشور احباب کی مجلس شوریٰ قرآن و حدیث کی روشنی میں تمام ملکی قوانین مرتب کرتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کے نظام حکومت میں نیک لوگوں کے باہمی مشورہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

خلافت راشدہ کے جمہوری اصول

عصر حاضر کی مغربی جمہوریت سے کوسوں دور عوامی، شورائی اور اسلامی حکومت کے قواعد و ضوابط مندرجہ ذیل تھے۔

(ا)..... خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہوتا تھا۔ خلیفہ کی بیعت کی نوعیت آج کل کے ووٹ کی تھی، مگر ووٹروں کا صائب الرائے ہونا ضروری تھا۔

CS CamScanner

(۲)...... ہر شخص کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ خلیفہ کے کسی عمل یا فعل پر نکتہ چینی کرے۔

(۳)...... خلیفہ اپنے آپ کو لوگوں سے ممتاز یا برتر نہیں جانتا تھا' بلکہ اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتا تھا۔

(۴)...... خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجلس شوریٰ خفیہ رائے شماری بھی کرا سکتی تھی۔

(۵)...... ارباب دانش کھلے عام (بالغ رائے دہی کی بنیاد پر) سربراہ کا انتخاب کر سکتے تھے۔

(۶)...... خلیفہ ہر اہم کام کے لئے عوام کی رائے معلوم کرتا تھا۔ اپنی رائے کو لوگوں پر مسلط نہیں کرتا تھا۔

(۷)...... اسلامی جمہوریت میں پارٹی کی عصبیت کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ خلفاء کے دور میں بھی صحابہؓ کی پارٹیاں تھیں۔ لیکن ان کے ہاں غلط اور صحیح کو پارٹی کی بنیاد پر نہیں بلکہ عدل و انصاف کے ترازو میں تولا جاتا تھا۔ اسلامی طرز جمہوریت کی اصل یہی خلافت تھی۔

خلفاء راشدینؓ کے شب و روز

اوصاف و کمالات' رہن سہن' عادات و اطوار' سادگی' فروتنی' خوراک

روم کی بازنطینی سلطنت ہو یا ایران کی شہنشاہیت' اس زمانے میں حکمرانی کا اولین اصول ایک شاندار دربار اور عالی شان قصر و محل تھا۔ جواہرات اور سونے چاندی سے جڑا ہوا تخت شاہی' زرق برق لباس' اطاعت گزار خادم' درباری کاسہ لیسوں کی کھیپ مغنی' ہزال' جنگجو فوجی اور دلیر جانبازوں کا ہجوم اس پر مستزاد تھا۔ استکبار و عجب کے ترانے' ہوش ربا ضیافتیں' ماہ پیکر حسینائیں' حسن و جمال سے مزین دوشیزائیں' جمال صباحت کی رنگینی اور حسن ملاحت کی رعنائی ان کا طرہ امتیاز تھی۔ عوام کی خون پسینہ سے کمائی ہوئی

دولت پر عالی شان کے محلات تعمیر کرنا ان کا قانون تھا۔ غریبوں، ناداروں، حاجت مندوں اور مسکینوں کی فریاد رسی کے لئے کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ عورتیں صرف خواہش نفس کا نشانہ تھیں۔ مزدور اور کسان کے لئے کوئی روزینہ مقرر نہ تھا۔ موروثی بادشاہتیں انسانیت پر ایسے ایسے مظالم ڈھاتی تھیں کہ ہزاروں افراد ہر سال تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے۔ بچیوں کی عصمت دری ہوتی۔

حکمرانوں کی خواہش کا نام قانون تھا۔ شہزادوں کی نے نوازی کا نام دستور تھا۔ مساوات و برابری کا نام بھی کسی نے نہ سنا تھا۔ رعایا کے حقوق کی بات بھی کسی نے نہ کی تھی۔ عین ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ کی نبوت و حکومت کا سورج طلوع ہوا۔ اس لمعہ افگن روشنی سے ہر انسان فرحت افزا ہوا۔ آپؐ نے دس سال میں ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جو نئی روایات کی علمبردار تھی، جس کی بنیاد ہی انسانیت دوستی، رعایا پروری، غریب اور مزدور کے حقوق کی پاسداری پر تھی۔ چشم فلک نے یہ نظارہ پہلی بار دیکھا تھا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے تربیت یافتہ ایسے خلفاء مسند اقتدار پر براجمان ہوئے جنہوں نے آپؐ کے باقی ماندہ امور کی تکمیل کی اور آپؐ کے مشن کو تابندہ رکھا۔

حکمران منتخب ہونے کے بعد خلفاء کا طرز عمل

خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو آپؓ نے صاف صاف الفاظ میں کہا تھا:

> "اے لوگو! مجھے تم پر خلیفہ بنایا گیا ہے لیکن میں تم سے بہتر آدمی نہیں ہوں، میری تمنا تھی یہ ذمہ داری کسی اور کے سپرد کی جاتی۔ لیکن اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے منتخب کرلیا ہے تو اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری اطاعت کرنا، اگر غلط راستہ پر چلوں تو سیدھا کر دینا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، ...... تم میں جو

کمزور ہے وہی میرے لئے طاقت ور ہے تا آنکہ اس کو اس کا حق دلا سکوں، دانائی اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے۔ اے لوگو! میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں۔"

(ابن ہشام، ص ۱۰۳، ج ۳)

آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

"یاد رکھو! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو، اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔

(از تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

پہلے خطبے میں آپؓ نے چند اہم باتوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ پہلی بات آپؓ نے یہ فرمائی کہ "میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں" یعنی خود حاکم نہیں بنا بلکہ اس کے لئے مجھے چنا گیا ہے۔ اسلامی سربراہ انتخاب سے آتا ہے، تسلط اور طاقت سے نہیں۔ اسلام کا مزاج حکومت یہ ہے کہ جو کسی عہدے کا طالب ہو اسے یہ ذمہ داری نہ دی جائے، ہاں کسی کے دل میں اس کی خواہش ہو تو اس پر قانون اور اخلاق کی کوئی قدغن نہیں۔

دوسری بات جو آپؓ نے اس خطبے میں فرمائی وہ یہ تھی کہ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں" یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آپؓ سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح ساتھ رہے جس طرح سایہ اصل کے ساتھ رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دنوں میں آپؓ کا نماز پڑھانا۔ آپؓ کی علمی شان کی روشن دلیل ہے۔ قرآن پاک میں آپؓ کو ثانی اثنین کہا گیا۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ کا یہ کہنا کہ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔" یہ ایک طرف انکساری اور عاجزی کی دلیل ہے تو دوسری طرف آپؓ نے ذاتی کمالات کو خلافت کا استحقاق قرار دینے کی نفی کی۔ اسی خطبے میں آپؓ نے ایک اور تاریخی بات فرمائی کہ نظام حکومت کی اساس یہ قرآن اور

سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت قرآن اصلی حالت میں موجود تھا اور حضور ﷺ کی سنن بھی موجود تھیں۔

آنے والے مسلم حکمرانوں کے لئے آپؓ کا یہ لفظ بھی نشان منزل کا کام دیتا رہے گا۔

انما انا متبع ولست بمبتدع

"میں آنحضرت ﷺ کا پیروکار ہوں۔ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنے والا نہیں"

نئی راہیں قائم کرنے اور پہلوں کے نقش قدم پر نہ چلنے میں جو قباحت تھی آپؓ نے اس کے پیش نظر اسلامی حکومت کی اصل فلاسفی اور روح دنیا بھر کے آنے والے اسلامی حکمرانوں کے سامنے رکھ دی۔

آپؓ نے اس خطبہ میں جہاد کی ضرورت پر زور دیکر آنحضرت ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی کی شاہراہ پر چلنے کا درس دیا۔ خلافت کے آغاز ہی میں آپؓ نے "ایھا الناس" (اے لوگو!) کا لفظ استعمال کرکے یہ بھی بتایا کہ میں صرف مسلمانوں کا حکمران ہی نہیں بلکہ مملکت کے ہر انسان کا حاکم ہوں۔ مجھ پر تمام افراد مملکت کے حقوق کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ہر جگہ کے مسلمان سربراہ حکومت کو اپنی جگہ کے مسلم یا غیر مسلم ہر انسان کا والی اور نگران بنایا جاتا ہے۔ مسلمان کے حقوق کی طرح اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ بھی خلیفہ اور سربراہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

اس پہلے خطبہ میں آپؓ نے مہاجرین و انصار اور صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ طبقہ کا بھی کوئی علیحدہ ذکر نہیں کیا۔ خلافت سے پہلے تو یہ باتیں قابل غور ہو سکتی ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسوۂ حسنہ سے واضح ہوا کہ سب لوگ بحیثیت رعیت حکومت کی نظر میں برابر ہیں۔

عہد حاضر میں مسلمانوں میں جو پارٹی برسراقتدار آتی ہے اس کا کام صرف اپنی جماعت کے کام سرانجام دینا اور حقوق و فرائض میں صرف اپنے ووٹروں اور جماعتی کارکنوں کو اہمیت دینا اور مخالف افراد کے جائز حقوق سے صرف نظر کرنا ہوتا ہے۔ لیکن یہ اسلامی روح کے سراسر منافی ہے۔ اسلامی خلیفہ یا سربراہ مملکت پر لازم ہے کہ وہ اقتدار میں آنے کے بعد مملکت کے ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ ورنہ اسلام کی حقیقی روح اور خلافت اسلامیہ کی بنیادی اساس مجروح ہو جائے گی۔

CamScanner

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

دور خلافت راشدہ میں حکومتوں کی حیثیت اسلامی جمہوری اور انسانی حقوق کی علمبردار کی تھی۔ یہاں کسی قسم کی شخصیت پرستی اور مطلق العنانی کو کوئی دخل نہ تھا۔ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کی پاسداری اور عوام کی مرضی ان کا نصب العین تھا۔

حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے تو آپؓ نے فرمایا:

"مجھے تم سے آزمایا جارہا ہے اور تمہیں مجھ سے۔ میں پیشروؤں کے بعد تم پر جانشین بن رہا ہوں۔ جو چیز ہمارے سامنے ہوگی (یعنی مدینہ میں) اسے ہم شخصی طور پر انجام دیں گے اور جو غائب (یعنی دوسری جگہ) ہوگی تو اس کے لیئے قوی اور قابل افراد کو مامور کریں گے۔ جو اچھا کام کرے گا، اس پر ہمارا احسان بھی زیادہ ہوگا۔ جو برائی کرے گا، اسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں معاف کرے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت عمرؓ نے خطبے میں یہ بھی فرمایا:

"احب الناس الی من رفع الی عیوبی" (از طبقات ج ۳)

"میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے۔"

صاحب کنزالعمال نے حضرت عمرؓ کے پہلے خطبے کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔

"واعینونی علی نفسی بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر وانصاری النصیحۃ فیما ولانی اللہ من امرکم"

اور میرے نفس کے مقابلے میں میری مدد کرو مجھے معروف کا حکم دیکر اور منکر سے روک کر...... اور اللہ نے مجھے تمہارے امور کا نگران بنایا ہے اس سلسلے میں میرے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت برت کر۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسلمانوں میں یہ تحریر گشت کرادی تھی۔

"قد سلطت الامة منذولیت علی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فلا یرفع علی شئی ولا علی احد من عمالی الا اعطیته"

جب سے مجھے حکمران بنایا گیا ہے میں نے امت پر بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا اصول نافذ کیا ہے۔ بس میرے یا میرے عمال کو جس ذمہ داری سے بھی باخبر رکھا جائے گا میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔ (الطبری ج ۳)

ریاست کے امور کی نگرانی او رعایا کے حقوق کے بارے میں خلفاء کا طرز فکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے عین مطابق تھا۔ جس فرمان کو صاحب کنز العمال نے جلد سوم میں درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"الاسلام والسلطان اخوان توامان لایصلح احد منھما الابصاحبه فالاسلام اس و السلطان حارس ومالا اس له یھدم ومالا حارس له فضائع"

اسلام اور اقتدار دونوں جڑواں بھائی کی طرح ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا حال درست نہیں رہ سکتا۔ اسلام بنیاد ہے اور اقتدار محافظ۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ منہدم ہوجائے گی اور جس کا محافظ نہ ہو وہ برباد ہو کر رہے گی۔ (از کنز العمال ج ۳، حدیث نمبر ۳۸۰۳)

CS CamScanner

عہدہ خلافت یا عہدہ خدمت

خلفاء راشدین کے مسند اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد ان کے طرز زندگی، رہن سہن میں ایسا انقلاب آیا جس کا ان کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آج کل تو حکمرانوں کے انتخاب کے بعد جشن منانا، عشرت کدوں کو رونق بخشنا، ایک روایت بن چکی ہے۔ رقوم جمع کرنا، جائیدادیں بنانا، مختلف ہتھکنڈوں سے دولت سمیٹنا، کوٹھیاں تعمیر کرنا، باہر کے ملکوں میں عشرت کدے تعمیر کرنا۔ اقتدار کی طوالت کے لئے جھوٹ، فریب، قتل و غارت، مخالفوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا رجحان عہد حاضر کے اکثر حکمرانوں کا شیوہ ہے۔

میکاؤلی کے فکر و نظریہ کے مطابق جو حکمران جتنی اداکاری اور فریب دہی کا مظاہرہ کرے گا اتنا ہی کامیاب ہو گا۔ لیکن خلفاء راشدین کی حکومتوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ اقتدار اور خلافت کی بجائے یہ عہدہ خدمت کے طور پر قبول کرتے تھے۔ اسی حیثیت اور طرز کے مطابق انہوں نے معاشرے کے ہر طبقے کی خدمت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اکثر خلفاء جو اقتدار سے پہلے معاشی طور پر خود کفیل اور مالدار تھے لیکن اقتدار کے بعد وہ ذاتی حیثیت میں غربت و افلاس کی پریشانیوں میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو وہ عرب میں کپڑے کے سب سے بڑے تاجر تھے۔ سامان تجارت کے علاوہ چالیس ہزار درہم کی رقم بھی ان کے پاس تھی۔ لیکن خلافت کے بعد جب وفات کا وقت آیا تو ان کے پاس اپنے کفن کی رقم بھی موجود نہ تھی۔

خلافت کی ذمہ داریوں نے ان کے آرام و سکون کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ انہوں نے خدمت خلق میں ایسے ایسے نقوش چھوڑے کہ ان کے بڑے بڑے مخالفین اور دشمن پکار اٹھے کہ انہی کے عدل و احسان سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ خلفاء کے دلوں میں انسانوں کا کتنا احترام تھا، وہ غریبوں، ناتوانوں کے معاملے میں کتنے حساس تھے۔ ان کا طرز زندگی اور عامتہ الناس کے بارے میں کیا رویہ تھا، ...... آیئے ہم ان کے طرز ہائے حکومت کے جواہر پارے آپ کے سامنے چن چن کر رکھتے ہیں۔ لاکھوں مربع میل پر سالہا سال اقتدار قائم کرنے والوں کی زندگی کی خوشبو سے آپ بھی مشام جان کو معطر کر سکتے ہیں۔

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کا طرزِ حکومت

ابتداء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چند فرلانگ دور سخ کے مقام پر رہائش پذیر تھے۔

جب آپؓ خلیفہ ہوئے تو وہاں سے صبح و شام پیدل مسجد نبویؐ میں پہنچتے تھے۔ منصب خلافت سنبھالنے کے اگلے روز ایک پڑوسی عورت نے آپؓ سے کہا:

"آپ تو خلیفہ ہو گئے ہیں، اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوھے گا"

تو خلیفہ نے فرمایا:

"میں اب بھی یہ خدمت بجالاتا رہوں گا۔"

اس عورت کا خاوند کسی جنگ میں شہید ہو چکا تھا اور گھر میں کوئی کام کرنے والا نہ تھا۔ چنانچہ آپؓ بعد میں بھی اس کی بکریوں کا دودھ دوھتے رہے۔ کبھی کبھی بکریوں کی مالکہ سے پوچھتے:

"اے لڑکی مکھن نکال دوں یا خالص دودھ رہنے دوں"

کبھی وہ کہتی "مکھن نکال دو"

کبھی وہ کہتی "صرف دودھ رہنے دو"

جو وہ کہتی آپؓ کر دیتے۔ (از طبری ج ۳)

باہمی مشاورت

مسند داری میں ہے:

"کان ابوبکر اذا اورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ ثم فی السنۃ ثم استشار المؤ منین O" (کتاب الخراج صفحہ ۳۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بھی کوئی فریق مقدمہ لے کر پیش ہوتا تو آپؓ پہلے کتاب و سنت پر نظر ڈالتے پھر عام مسلمانوں سے مشورہ کرتے۔

عہد صدیقی کی مجلس شوریٰ

خلیفۂ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان حسب ذیل تھے۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، (۷) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

البلدان کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادوار بھی صائب الرائے لوگوں کی مجلس شوریٰ سے عبارت تھے۔

اندھی بڑھیا کی خدمت

خلیفہ اول کا زمانہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ حضور ﷺ کے دور میں کسی نیک عمل میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے برتری نہیں پاسکا۔ اب تو وہ خلافت کے کاموں میں مصروف ہیں اور مدینہ کے اطراف کی جھونپڑیوں میں ایک اندھی صحابیہؓ رہتی ہے کیوں نہ ہو عمر اس کی خدمت بجالائے اور یہ اس کا ایسا منفرد عمل ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے محروم ہوں۔ اس ارادے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ علی الصبح اس بوڑھی عورت کی کٹیا میں پہنچتے ہیں۔ بڑھیا نے پوچھا "بیٹا کیسے آئے؟" فرمایا: "میں چاہتا ہوں تمہاری خدمت کروں، پانی بھردوں، جھونپڑی کی صفائی کردوں۔" بڑھیا نے کہا: "ایک

آدمی روزانہ صبح صبح آکر یہ دونوں کام کر جاتا ہے۔" ابن سعد کی تصریح کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس ہوگئے، دوسرے روز اس سے زیادہ سویرے پھر آئے تو بڑھیا نے یہی جواب دیا، تیسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز سے بھی پہلے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں 'ایک آدمی سامنے سے آرہا ہے، چاندنی رات ہے، اس کی بغل میں پانی کا برتن ہے، منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے ہے، ...... وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزر کر جھونپڑی میں جانا چاہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب زور سے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو آپؓ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ "وہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔"

وفات کے وقت روزینہ کی واپسی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام سخ میں ایک سادہ مکان میں رہتے تھے۔ خلیفہ بنے کے چھ ماہ بعد تک آپؓ وہیں مقیم رہے۔ یہ مکان آپؓ کی اہلیہ حبیبہ کے والدین کی ملکیت تھا۔ روزانہ پیدل یا سواری پر مسجد نبویؐ میں نماز کی امامت یا دوسرے سرکاری امور کے لیے تشریف لاتے تھے۔ سرکاری کاموں کی بہتات کی وجہ سے وہ مسجد نبویؐ کے قریب آنحضرت ﷺ کے عطیہ کردہ ایک حجرہ میں منتقل ہوگئے۔ اس حجرہ کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی آپؓ کو مدینہ کے بازار میں کپڑے کے تاجر کی طرح خرید و فروخت کرتے دیکھا گیا۔ تاریخ کا یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ مسلم ریاست کے ایک بے مثال فرمانروا نے کچھ عرصہ تک یہی ذریعہ معاش رکھا بعد ازاں صحابہؓ کی مجلس شوریٰ نے آپؓ کا روزینہ مقرر کردیا۔ لیکن یہ حقیر سا مشاہرہ بھی ان کے ضمیر پر گراں گزرتا تھا۔ چنانچہ وفات کے وقت آپؓ کی وصیت کے مطابق حساب لگا کر دو سال تین ماہ دس دن کی تمام رقم ان کی جائیداد سے لیکر بیت المال میں جمع کرادی گئی۔

سرکاری خزانہ یا بیت المال کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد

یہ منظر بھی دنیا نے پہلی مرتبہ دیکھا کہ فرمانروائے حکومت اور صدر ریاست کو بیت المال اور خزانہ سے ایک پائی بھی اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ان کی حیثیت صرف ایک خزانچی اور امین کی تھی۔ خلفاء راشدین کا طرز عمل بحیثیت صدر مملکت آنحضرت ﷺ کے اس یادگار فرمان کے عین مطابق تھا۔

"مااوتیکم من شیئ ولا امنعکموہ ان انا الاخازن اضع حیث امرتکم ○" (ابو داؤد کتاب الخراج)

"میں خود سے نہ تمہیں کچھ دیتا ہوں، نہ کسی چیز سے تم کو روکتا ہوں، میں تو صرف ایک خازن ہوں، جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے ایک فرمان میں جسے ابن ہشام نے نقل کیا ہے فرمایا:

"لوگوں پر واضح کر دیا تھا کہ ریاست کا سارا خزانہ لوگوں ہی کے لئے ہے، فرمانروا صرف نگران ہوتا ہے۔"

بیت المال کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چند شاہکار نمونے

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے میٹھی شے کی فرمائش کی تو خلیفہ نے افسوس کے ساتھ کہا "میرے پاس تو کوئی پیسہ نہیں، میں تو مسلمانوں کے خزانے کا صرف خزانچی ہوں۔" لیکن چند دن بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر متعجب ہوئے کہ ان کی اہلیہ نے کچھ

رقم ان کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ "میں نے یہ رقم وظیفہ معاش سے تھوڑی تھوڑی کر کے بچائی ہے۔" رسول اللہ ﷺ کے سچے جانشین کو اس سے دھچکا لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہ رقم بیت المال کو لوٹا دی اور اس حد تک اپنے روزینے میں کمی کر دی۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ "مجھے تو صرف اتنی رقم کا حق ہے جس سے گزر اوقات ہو سکے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قدموں میں مال غنیمت کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔ لیکن وہ اسے عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے اور ان کے سوا تمام مسلمان، نو مسلم، مرد، خواتین، آزاد اور غلام برابر کا حصہ پاتے۔ مال غنیمت کے باعث ایک وقت مدینہ کے بازاروں میں دولت کی نہریں بہتی تھیں لیکن اس وقت مدینہ کے غریب ترین فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ (الصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ)

واقدی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ:

> "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زمین کے فرش پر سوتے تھے۔ ان کی سادہ غذا روٹی کے ایک ٹکڑے، چند کھجوروں اور پانی کے دو چار گھونٹوں پر مشتمل تھی۔ وہ خلیفہ ہوتے ہوئے بھی گھر کے سارے کام کاج میں شریک ہوتے۔ وہ خود جھاڑو دیتے، چولہا جلاتے اور بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔

... . ☯ ....

عجب اور تکبر کا نام و نشان نہ تھا، فقر و درویشی ان کے ہر عمل سے ٹپکتی تھی۔ حرص اور ذاتی طمع اس عظیم انسان کے پاس پھٹک نہ سکتا تھا۔ ابن سعد اور طبری کی روایتوں میں ہے:۔

> "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا منصب "خلیفة الرسول" کے نام سے سنبھالا تھا۔ ایک دن ایک مداح نے انہیں "خلیفة الله" کے نام سے پکارا، تو آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا"

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سرزنش کی اور فرمایا: "مجھے 'خلیفة اللہ' مت کہو، میں تو صرف 'خلیفة الرسول' ہوں۔" ان کے اس تصور نے خدا اور فانی انسانوں کے درمیان حکمران کے واسطے کی کلیتاً نفی کر دی۔ اپنے نائبوں اور حاکموں کے انتخاب میں آپؓ ہر قسم کی جانبداری، تعصب یا خویش پروری سے بالکل پاک تھے۔ ان کے دور میں خلیفہ کے ساتھ رشتہ داری کا ہونا کسی عہدہ پر فائز ہونے میں کوئی حیثیت نہیں تھا۔ مراسلت پر مہر خلافت لگانے کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو کاتب وحی اور جامع قرآن بھی تھے یا کسی اور صاحب قلم سے جو موقع پر موجود ہوتا کام لے لیتے۔ اس وقت کسی تنخواہی عملے کا وجود نہ تھا۔ ۱۱ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے پر حکومت کرنے والے اس عظیم الشان عہد خلافت کی طرح کسی زمانے میں بھی کوئی حکومت اتنی کفایت شعاری سے نہیں چلائی گئی۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت انسان کیسے حکمران تھے کہ جنہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنی جان پر سختیاں جھیلیں اور مشکلات کو فراخ دلی سے قبول کیا۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے ان کے دل میں بہت جگہ تھی۔ کسی غریب کی حاجت پوری نہ ہونے پر خلیفہ اول بے قرار ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اسلام کے نازک پودے کو جو مختلف فتنوں کے تھپیڑوں کا نشانہ تھا، محنت شاقہ سے ایک تناور درخت بنا دیا۔ انہوں نے اخوت اور معاشرتی رشتوں کو مستحکم کیا، ایک غیر طبقاتی ماحول کو ارتقاء کی روشنی عطا کی، وہ گلشن جس کی آبیاری کے لیئے ہمارے رسولؐ نے خون ناب بخشا تھا۔ خلافت کے انہی معماروں کی حیرت انگیز کاوش، اخلاص، ہمت اور رعیت پروری کے باعث اب مکمل ہو کر بہار دکھلا رہا تھا۔

خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کا طرز حکومت

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور سادہ نفسی، عاجزی اور فروتنی کا زندہ جاوید نمونہ تھا۔ آپ کا سیکرٹریٹ مسجد نبوی تھا۔ یہیں سے قیصر و کسریٰ کے زیر و زبر کرنے اور دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے فیصلے صادر ہوتے تھے۔

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو آپؓ نے منصب خلافت سنبھالا جس کمال قوت اور حسن سیاست سے آپ نے خلافت کی مسند کو رونق بخشی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسلام کا دامن اور عہد مصطفویؐ جن درخشندہ اور اولوالعزم کرداروں سے آراستہ ہے۔ ان میں خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف - رعایا پروی - خدا ترسی اور طرز حکومت سے دنیا کی ہر قوم ریزہ چینی کر رہی ہے۔ صاف لفظوں میں اسلامی مساوات کا سورج عہد فاروقی میں ۲۲ لاکھ مربع میل تک سکون و طمانیت کی روشنی بانٹتا رہا۔

آج کے عہد کی جمہوری، اشتراکی، شورائی اور سرمایہ دارانہ حکومتوں کی اصلاحات، قواعد و ضوابط، طرز ہائے زندگی، ہر ہر شعبے اور ہر ہر سوسائٹی کا موازنہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور سے کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ محمدی شریعت کو چند ہی سالوں میں انسانوں کی فلاح کا سب سے آسان اور سہل ترین ذریعہ قرار دینے والے اس خلیفہ نے جو کام ۱۴۰۰ سال قبل کیا تھا سارے طریقے آزمانے کے بعد بھی رعایا پروری کے ان اصولوں تک جدید حکومتیں نہیں پہنچ سکی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اصلاحات اور کارناموں پر بڑے بڑے فلاسفر اور حکمران سر دھن چکے ہیں۔ دنیا کا کوئی مورخ اور سکالر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات کو نظر انداز کئے

بغیر سے انصاف کے حامل اصول رقم نہ کر سکا۔

حضرت عمرؓ کا عدالتی نظام عصر حاضر کی طرح نہ تھا۔ انتہائی آسان اور سہل انصاف آپ کی خصوصیات میں ہے۔ یہاں کسی قسم کی رشوت، سفارش، جھوٹی گواہی، جانبداری اور بے ایمانی کا تصور ہی نہ تھا۔ خود خلیفہ وقت بھی عدالت کے روبرو پیش ہو کر جواب دینے کا پابند تھا۔

۱۸ ہجری میں نیشاپور، الجزیرہ، ۱۹ ہجری میں قیساریہ، ۲۰ ہجری میں مصر، ۲۱ ہجری میں اسکندریہ اور نہاوند پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دنیا کے تمام مفتوحہ ممالک کا دورہ کیا۔ ہر ہر شہر اور ہر ہر علاقے میں کھلی کچہریاں لگائیں، موقع پر احکامات جاری کیے، حکمرانوں کے دروازے پر دربان مقرر کرنے پر پابندی لگائی، ساری ساری رات بازاروں اور گلیوں کے پہرے دیئے، بھوکوں، پیاسوں، بے خانماؤں اور ضرورت مندوں کے لئے خود چل کر گئے۔ رعایا کے ہر طبقے کی ضروریات کی تکمیل کیلئے رات اور دن کا آرام چھوڑ دیا تھا۔ قحط میں آپ نے گھی اور زیتون ترک کر دیا تھا آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا لیکن آپ رعایا پروری اور غریبوں کے دکھ درد میں برابر شریک رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلامی تاریخ کا درخشندہ اور بے مثال دور ہے۔ اس عہد کی کہانیاں تمام مذاہب میں ضرب المثل بن گئی ہیں۔ ایڈورڈ گبن، روسو، ویدرک، برنارڈ شا، گاندھی، نہرو اور عیسائی، یہودی، کمیونسٹ، سبھی حکمران آپ کے طرز زندگی، دستور مملکت پر آج تک رطب اللسان ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیت المال کے بارے میں ارشاد

حضرت عمرؓ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"انما انا و مالکم کولی الیتیم"

"میری حیثیت تمہارے مال کے سلسلے میں وہی ہے، جو کسی یتیم کے سرپرست کی (اس یتیم کے مال کے سلسلے میں)۔"

(کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۱۴۰)

حضرت عمرؓ کے نزدیک افسران بالا کی حیثیت اور ذمہ داری

امام ابن قیم جوزی نے سیرۃ عمر بن خطابؓ کے صفحہ ۷۱ پر ارکان دولت اور افسران بالا کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول نقل کیا ہے جس کے مطابق حکومتی خزانہ کے بارے میں ان کے فرائض کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مختصر جملے میں خلیفہ دوم کتنے جامع اور منفرد احکام جاری کرتے ہیں۔

"انه من ولی امر المسلمین فهو عبدللمسلمین یجب علیه لهم مایجب علی العبد السید من النصیحة واداء الامانة"

جو شخص مسلمانوں کے امور کا نگران بنا وہ ان کا غلام ہے، ان کی خیر خواہی اور ان کی امانتوں کا پاس اس پر اسی طرح فرض ہے جس طرح غلام پر اپنے آقا کے سلسلے میں۔"

ایک اسلامی مؤرخ امام محمد بن سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

"عن سلمان ان عمر قال له، املک انا ام خلیفة فقال له سلمان ان اصلت من ارض المسلمین درهماً اقل اواکثر ثم وضعته فی غیر حق فا، نت ملک غیر خلیفة فاستعبر عمرؓ ○" (الطبقات ج ۳، صفحہ ۳۰۶)

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا" میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ "، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر آپؓ مسلمانوں کی ریاست کے حق سے ایک درہم بھی کم یا زیادہ وصول کریں اور اسے حق کے سوا کسی اور مصرف میں خرچ کریں، تو آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں بادشاہ ہیں۔" یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہو گئے۔"

محمد بن سعد آگے لکھتا ہے:

"یہ سن کر لوگوں نے آپ" کو اطمینان دلایا کہ آپ" کا طرز عمل وہی ہے جو خلیفہ کا ہونا چاہئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

(ایضاً)

اسلام کے نزدیک بیت المال اور لوگوں کے ٹیکس اور قومی آمدن کے ذریعے جمع ہونے والے سرمایہ کو کس قدر احتیاط اور سوجھ بوجھ سے خرچ کیا جاتا تھا۔ عہد حاضر میں کیا جمہوری مملکتوں کا دعویٰ کرنے والا کوئی حکمران اس معیار پر پورا اتر سکتا ہے؟ وہ رعایا کی امانتوں کے معاملے میں ایسے حزم و احتیاط کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ یہاں تو اسلام کے علمبردار، جمہوری اقدار کے حامل، غریب پروری کے دعویداروں کا یہ حال ہے کہ ایک ملکی یا غیر ملکی دورے پر کروڑوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ غریبوں کی محنت اور پسینہ کی کمائی کو بلاجواز خرچ کر کے رعایا پروری کا منہ چڑایا جاتا ہے۔ دنیا پرست حکمران پل بھر میں پیسہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے۔ غریبوں کی رقوم سے ترقیاتی منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے بھی وہ احسان جتلاتے ہیں۔ آپ اسلامی ممالک اور غیر اسلامی تمام ریاستوں کے ثقافتی، ترقیاتی، تعلیمی اور زرعی اخراجات پر نظر ڈالیں، افراط و تفریط کے تمام مواقعوں پر نظر ڈالیں اور پھر قومی خزانے کی نسبت خلفاء راشدین کا احساس ذمہ داری ملاحظہ کریں۔ زمین و آسمان کا فاصلہ بھی ہمارے اس تضاد سے کم ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اور طرز عمل سے بیت المال اور قومی خزانے کی حیثیت کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔

"عن الربیع بن الزیاد الحارثی انه وفد الی عمر بن خطاب فاعجبته هیئته، ونحوه فشکا عمر طعاماً غلیظاً اکله فقال الربیع یا امیر المومنین ان احق الناس بطعام اللین و ملبس اللین لانت، فرفع عمر جریدة معه فضرب بهاراً سه فقال، اما والله ما اراك اردت بها و ما اردت بها

الامقاربنی ان کنت لاحسب ان فلیک، ویحک ھل تدری مامثلی و مثل ھولاء، فقال و مامثلک و مثلھم، قال مثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتھم الی رجل منھم، فقالوا لہ، انفق علینا فھل یحل لہ ان لیتا ثرمنھا بشئی، قالا لا یاامیر المومنین قال فکذالک مثلی و مثلھم" (طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۲۸۰)

"ربیع بن زیاد حارثی روایت کرتے ہیں کہ وہ عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر ہوئے تو ان کا حال دیکھ کر ان کو تعجب ہوا، حضرت عمرؓ نے اپنی خستہ حالی کے باعث بتایا کہ وہ یہ خوراک کھاتے ہیں۔ ربیع نے کہا 'اے امیر المومنین تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ آپ کو اس بات کا حق ہے کہ آپ کا کھانا عمدہ ہو، سواری اچھی ہو اور لباس اعلیٰ ہو۔' حضرت عمرؓ نے غصہ کے لہجے میں کہا: "خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا" کہ تم نے یہ بات اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کہی ہے بلکہ تم نے یہ بات میرا قرب حاصل کرنے کے لئے کی ہے۔ میں پہلے سے یہ سمجھتا تھا کہ تم میں یہ کمزوری ہے، تیرا برا ہو، کیا تو جانتا ہے کہ میری اور ان عوام کی کیا مثال ہے؟" ربیع نے پوچھا ان کی اور آپ کی کیا مثال ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "جو لوگ سفر کے لیئے نکلیں اور اپنے سفر خرچ اپنے درمیان ایک آدمی کے سپرد کر دیں اور اسے یہ کہیں کہ تم ہمارے اوپر خرچ کرو، تو بتاؤ کیا اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ اس امانت میں سے کچھ اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لے؟" ربیع نے کہا: "نہیں، اے امیر المومنین" تو آپؓ نے فرمایا: "میری اور ان عوام کی مثال ایسی ہی ہے۔"

مجلس شوریٰ

خدا کا ارشاد ہے:

"و امرہم شوریٰ بینھم"

یعنی "ان کے مسائل باہم مشورے سے طے ہوتے ہیں۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

"و شاورھم فی الامر"

"اے پیغمبران کو مشورے میں شریک کرو"

خلفاء راشدین کے دور میں ایک اعلیٰ سطحی مجلس شوریٰ قائم تھی۔ جب بھی کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو خلفاء فوراً ارکان شوریٰ کا اجلاس بلاتے' قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا جائزہ لیتے' حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جن صائب الرائے لوگوں پر مجلس شوریٰ مشتمل تھی۔ ان میں مہاجرین و انصار کے سات (۷) ارکان شامل تھے۔ ان میں حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ' حضرت معاذ بن جبلؓ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ' حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا نام ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ان حضرات کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ' حضرت سعید بن زیدؓ' حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ' حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا نام بھی شامل ہو گیا تھا۔

عہد عثمانی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو شوریٰ کے رکن کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ خلفاء اسلام ہر اہم کام میں صحابہ کرامؓ کی برگزیدہ جماعت کے سرکردہ لوگوں سے مشاورت کرتے تھے۔ شوریٰ کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی تھی۔ ملکی نظم و نسق میں خلفاء راشدین سے پہلے کسی دور میں ارباب رائے کی کسی شوریٰ کا سراغ نہیں ملتا۔ قیصر و کسریٰ کی تمام حکومتیں مطلق العنان بادشاہی پر قائم تھیں۔ حضرت معاویہؓ نے بھی دمشق میں ایک مجلس مشاورت تشکیل دی تھی۔ اس میں اسلامی مملکت کے تمام صوبوں کے گورنر اور مختلف اہل رائے شامل تھے۔ "قوافل العروبہ" کی تصریح سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ہر صوبے میں گورنروں کی ماتحتی میں ایک ایک شوریٰ کا

اہتمام کیا تھا۔ اس طرح صحابہؓ کی مرکزی حکومتوں کی شوریٰ قومی کونسل یا وفاقی اسمبلی کا ادارہ اور صوبائی حکومتوں کی شوریٰ صوبائی کونسل یا صوبائی اسمبلی کی حیثیت رکھتی تھیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے نام ایک خط میں تاکید کی تھی کہ علاقوں کے تمام اہم مسائل کو مشاورتی کمیٹیوں کی رائے سے حل کیا جائے۔ (قوافل العروبہ و مواکبھا صفحہ ۵۴)

علماء اسلام کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو (جن پر رات دن وحی نازل ہوتی تھی) لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم ہوا تو خلفاء اسلام پر تو یہ حکم ایک اہم امر کی حیثیت رکھتا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اپنی کتاب السیاست الشرعیۃ میں لکھتے ہیں:

"امیر کو مشورہ کے بغیر چارہ نہیں اللہ تعالیٰ نے اس اہم امر کے لئے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا ہے تو پھر آپؐ کی ذات کے بعد دوسرے تو مشورہ کے بہت زیادہ محتاج ہیں۔"

جب امیر مشورہ کرلے تو پھر وہ اہل رائے کے مشورہ کا پابند ہے اس لیئے مشورہ اور باہمی سوچ و بچار کے نتیجے میں فیصلہ ہونے کے ساتھ اللہ کی نصرت اور پیغمبرؐ کی رضا شامل ہوتی ہے۔

آنحضرت کا ارشاد ہے کہ:

"عن علی رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ ﷺ عن العزم فقال مشورۃ اھل الرائے ثم اتباعھم" (تفسیر ابن کثیر)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آیت قرآن میں "عزم" سے کیا مراد (جیسا کہ ارشاد باری ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ) آپؐ نے فرمایا: "امیر کا اہل رائے سے مشورہ کرنا اور پھر ان کے مشورہ کا پابند ہونا ہی 'عزم' ہے۔"

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لاخلافۃ الاعن المشورۃ"

"خلافت بغیر مشورہ کے نہیں ہو سکتی۔" (کنز العمال)

انعقاد خلافت کے باوجود لوگوں سے اعتماد کا ووٹ

حضرت عمرؓ کی خلافت پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو چکا تھا' تاہم انعقاد خلافت کے روز بعد ہی حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں ایک اجلاس عام طلب فرمایا اور عام لوگوں کے سامنے ایک مرتبہ پھر خلیفہ کی ضرورت' امیر کی آئینی حیثیت کے اظہار اور عامۃ الناس کی رائے معلوم کرنے کے لیئے بہت بلیغ خطبہ دیا تاکہ اسلامی حکومت میں عوام کی رائے اور مرضی کی مخالفت کا کوئی گوشہ باقی نہ رہ جائے' حضرت عمرؓ قرآن و حدیث کی اصل روح اور آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اسلام کے حقیقی شارح اور خدائی نظام کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ انہوں نے اسلام کی اسی حقیقی روح کو اچھی طرح سمجھ کر مسند اقتدار پر قدم رکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد ان کی خلافت کو اسلام کی ایسی تصویر اور قرآن کو ایسا آئینہ قرار دیا جا سکتا ہے جس کے لیئے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ نے ۲۳ سالہ زندگی میں جس مقصد کے لیئے جان جوکھوں میں ڈال کر ایک صالح معاشرہ' عمدہ معاشی طرز عمل' بے مثال طرز حکومت' اعلیٰ عدل اجتماعی کی بنیادیں رکھی تھیں۔ تمام خلفاء بالخصوص حضرت عمرؓ نے اسلام کی قابل رشک عمارت کو انہی بنیادوں پر استوار کیا اور اس کی تعمیر و ترقی میں شارع علیہ السلام کے تجویز کردہ نقشہ سے سرمو انحراف نہ کیا۔ آج جب اسلام کی عملی تصویر کے حوالے سے ہم خلافت راشدہ کی ایسی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہیں' تو دنیا بھر کے مغربی' اشتراکی' اور یورپی دانشور بھی اسلام کی حقانیت اور اس کے فطری نظام ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ اسلام کو مکمل طور پر دل و جان سے تسلیم کرنے سے ان کی دنیاوی خواہشات کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے' ان کے عشرت کدوں میں ویرانی کا خطرہ ہے' ان کی ہوس زر زوال کی حدوں کو چھو سکتی ہے' ان کی افراط و تفریط اور ناانصافیوں کی کوئی قدر صحیح سلامت باقی نہیں رہ سکتی' اسی وجہ سے بڑے بڑے غیر مسلم حکمران اسلام کے چند اصولوں سے ریزہ چینی تو کرتے ہیں' مگر اسے مکمل طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے تمام خلفاء نے مشاورت کے اصول پر مملکت کی بنیادیں قائم

کیں۔ حضرت عمرؓ کے خطبہ کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"انی لم ازعجکم الا لان تشرکوا فی امانتی فیما حملت من امور کم فانی واحدکم کاحدکم وانتم الیوم تقرون باالحق خالفنی من خالفنی وافقنی من وافقنی ولست اریدان تتبعوا ھذا الذی ھوای معکم من اللہ کتاب ینطق باالحق فواللہ لئن نطقت بامرار یدہ ماارید بہ الاالحق" (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۲۵)

"میں نے تم کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دی، بلکہ اس لئے جمع کیا ہے کہ آپ بھی میری امانت میں شرکت کریں، جو ان امور سے متعلق ہے، جس کا بوجھ آپ نے میرے کندھوں پر ڈالا ہے، بلاشبہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک فرد ہوں اور آج تم حق کا اعلان کرو گے، جس کو مجھ سے اختلاف ہے وہ صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دے، جس کو واقعی اتفاق ہے وہ اتفاق ظاہر کر دے، میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری رائے اور خواہش کی پیروی کریں، اس لئے کہ تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب ہے جو حق کے لئے ناطق ہے۔ لہٰذا اگر میں کوئی بات کہتا ہوں تو میرا ارادہ اس گفتار میں حق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔"

آج کے دور میں قومی خزانہ اور رعایا کی ذمہ داریوں کے بارے میں ایسے حقائق کو یکسر نظر انداز کیا گیا۔ خلفاء کے اس اعلیٰ قومی احساس کو نشان راہ نہیں بنایا گیا۔ بلکہ کئی لوگ تعجب کرتے ہیں کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے، جی ہاں ...... ایسا ہوا ہے اور اسی زمین کے سینے پر سالہا سال تک ایسا ہوتا ہوا چشم فلک نے دیکھا ہے اور ایسے دور میں ایسا ہوا کہ جب دنیا میں دو بڑی بادشاہتیں قائم تھیں۔ ان کا ظلم و طغیان اور عیش کوشی کے واقعات مشہور تھے۔ زرق برق لباس اور بیش قیمت تخت و تاج ہر حکمران کی زینت تھے۔ رومی اور ایرانی

حکمرانوں کی انسانیت کشی اور ذاتی اخراجات کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ بالکل ایسے دور میں، بدوؤں کے معاشرے میں، بتوں کو پوجنے والوں میں، عرب کے سنگلاخ پتھریلے دشت میں لاکھوں مربع میل تک عدل کی پہلی بہاریں، انصاف کے یہی ترانے، مساوات اور رعایا پروری کی ایسی ہی داستانیں رقم ہوئیں۔ محمدی شریعت کے علمبرداروں اور آخری رسول ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء نے حیرت انگیز انسان دوستی کے ایسے ایسے واقعات افق تاریخ پر ثبت کئے کہ ایک زمانہ، ایک دور، ایک دنیا انہی کے ساتھ ہوگئی تھی۔ ایک پورا جہاں انہی کی غلامی میں اور ان کا مفتوحہ تھا۔ پھر فضائے ملکوت نے یہ بھی دیکھا کہ انہی خلفاء کے انہی قوانین کی روشنی کے سامنے قیصر بھی خیرہ ہوا، کسریٰ بھی مضمحل ہوا، بادشاہتیں بھی خاک بسر ہوئیں، آمریتیں بھی زیر خاک سوگئیں، سردار بھی روندے گئے، ظالم حکمران ایک ایک کر کے مٹتے ہی چلے گئے، پھر خچروں پر سواری کرنے والے بدوؤں نے اس نظام حکومت اور اس طرز حکمرانی کے دیپ فروزاں کئے۔ تو ان کی روشنی ایران و روم، بلخ و بخارا، کابل و مکران، ہند و سندھ، افریقہ و شام، طرابلس و سوڈان، مصر و فلسطین تک پہنچی ہر قوم نے، ہر ملک نے، ہر بستی نے، ہر قبیلے نے، ہر خاندان نے زبانوں سے بے نیاز ہو کر، خاندانی تفریق کو بالائے طاق رکھ کر، کالوں اور گوروں نے بیک وقت اسی نظام حیات کو اپنایا، انہی کے قصیدے پڑھے، انہی کی غلامی اختیار کی۔ زبان عربی تھی تب، فارسی تھی تب، سریانی تھی تب، عبرانی تھی تب، پھر کوئی فرق نہ رہا، کوئی امتیاز نہ رہا، کوئی تعصب نہ رہا، کوئی بغض نہ رہا، کوئی تفریق نہ رہی، دور تک کوئی فرقہ بندی نہ تھی، کوئی اصولی اور فروعی اختلاف کا شور نہ تھا، کوئی علاقائی نفرتیں نہ تھیں۔

محمدی شریعت کے ۲۳ سالہ دور کے بعد خلافت راشدہ کی بہاریں عرب کی سرحدوں سے آگے بڑھیں تو عدل کا مینہ ہر دکھی انسانیت پر برسا، ہر غلام قوم اس سے فرحت افزا ہوئی۔ صدیوں کے مظالم کی شکار قومیں ایڑیاں اٹھا کر عرب کے ان لوگوں کو دیکھتی تھیں اور حیرت میں ڈوبی ہوئی تھیں، استعجاب کر رہی تھیں، انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ دنیا میں کبھی ایسا بھی ہوگا، حکمران کبھی خود کو عدالتوں کے کٹہروں میں بھی پیش کریں گے، راتوں کو پہرے دیں گے، جھونپڑیوں میں خود جا کر مظلوموں کی فریادیں سنیں گے، بیواؤں اور یتیموں کے وظائف باندھیں گے، انصاف کو اتنا عام کردیں گے کہ ہر جگہ، ہر گھڑی، ہر شہر

CS CamScanner

اور ہر بستی میں میسر ہو جائے گا۔ .... ہاں یہ سب کچھ ہوا اور اس کے نقوش آج بھی زیب قرطاس ہیں۔ ان سے رہنمائی مل سکتی ہے، ریزہ چینی کی جا سکتی ہے اور انسانیت ایک مرتبہ پھر کمالات کے اسی بام کو چھو سکتی ہے۔

ابو رواحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ایک دفعہ گورنروں کو یہ خط لکھا:

"تمام لوگوں کو اپنے برابر سمجھو، ان میں قریب اور بعید انصاف اور حق کے معاملے میں نسبت یکساں رکھو۔ رشوت لینے اور اپنی خواہش کے مطابق احکام دینے سے بچو اور اگر غصہ میں بھی کسی سے جائز مواخذہ کرو تو پھر بھی حق پر قائم رہو اور ان کی ایک ساعت بھی حق اور عدل کے خلاف نہ ہونے پائے۔ (اشہر مشاہیر اسلام جلد ۲، صفحہ ۲۹۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے رعایا کے حقوق کا اعلان

خلافت راشدہ کے دور میں انسانی حقوق کی پاسداری سب سے اہم معاملہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بڑے اہتمام کے ساتھ خلیفہ اور رعایا کے حقوق، اختیارات اور سلطنت و حکومت کے نظم کے متعلق ایک اہم خطبہ دیا، جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

"صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ معصیت الٰہی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ کسی حاکم کے لیئے جائز نہیں کہ وہ رعایا کے مال میں کمی بیشی کی اجازت دے۔ صرف تین طریقے ہیں، جن کے اختیار کرنے سے مال کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۱)...... یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے۔

(۲)..... حق میں صرف کیا جائے۔

(۳)..... ناجائز طریقے سے خرچ نہ کیا جائے۔

میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی ہے کہ اگر میں

متمول ہوں گا تو خود ہی سے اس سے احتراز کروں گا۔ اگر میں محتاج ہوں گا تو نیکی کے ساتھ بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کروں گا۔ میں کسی کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے چہرے کو اپنے پاؤں سے مسل دوں گا۔

مجھ پر تمہارے حقوق ہیں جن کو میں اس لیئے بیان کرتا ہوں کہ تم ان کے بارے میں مجھ سے مطالبہ کر سکو۔"

(تاریخ یعقوبی مطبوعہ یورپ جلد ۲، صفحہ ۱۷۴)

انسانی عظمت کے اعتراف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ:

طبری کے مطابق آپؓ نے اسی خطبہ میں مزید فرمایا:

"میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقہ سے وصول کر سکوں۔ میرا فرض ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ آجائے تو اسی کو مصارف صحیحہ میں صرف کروں۔ میرا فرض ہے کہ میں تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور تمہیں خطرہ میں نہ ڈالوں۔

امراء و عمال کو مخاطب کر کے آپؓ نے فرمایا:

"اچھی طرح سن لو کہ میں نے تم کو عوام پر ظالم و جبار بنا کر نہیں بھیجا، میں نے تم کو ائمہ ہدیٰ بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے ہدایت پائیں، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کو حقوق دو نہ کہ ان کو مارو کہ وہ ذلیل ہو جائیں، نہ ان کی مدح و ستائش کرو کہ ان کو تمہارے ساتھ ضرورت سے بڑھ کر گرویدگی پیدا ہو، نہ ان کے لیئے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے، اپنے آپ کو ان پر ترجیح دیکر ان پر ظلم نہ کرنا، ان کے ساتھ جہالت سے پیش نہ آنا، ان کے ذریعے سے کفار کے ساتھ جہاد کرنا، لیکن اس معاملہ میں ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ تھک جائیں تو رک جاؤ۔

لوگو! گواہ ہو جاؤ میں نے تمہیں انکی طرف اسلئے بھیجا ہے کہ انکو تعلیم دو، ان پر مال غنیمت تقسیم کرو، انکے مقدمات کے فیصلے کرو، اگر کوئی مشکل پیش آئے تو میرے سامنے پیش کرو۔" (ایضا تاریخ یعقوبی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں

رشوت ستانی کی روک تھام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو تمام حکام کے نام درج ذیل خط بھیجا:

"اجعلوا الناس عندکم فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والراشی" (کنز العمال جلد ۳، صفحہ ۱۷۴)

"انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو، قریب و بعید میں امتیاز نہ برتو اور رشوت سے بچو۔"

ججوں (قضاۃ) کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی گئیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا فرمان کے ساتھ قضاۃ (ججوں) اور عدالتی اہل کاروں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں اور قانون بنادیا کہ جو شخص معزز، دولتمند اور صاحب ثروت نہ ہو اسے قاضی یا جج نہیں بنایا جائے گا۔ یعنی مقررہ تنخواہ میں اگر کسی شخص کی گزر اوقات نہ ہو سکے تو بھی وہ عہد خلافت میں جج نہیں بن سکتا تھا۔ اسکی وجہ یہ لکھی کہ عام طور پر دولتمند رشوت کی طرف راغب نہیں ہوتا اور معزز شخص پر فیصلہ کرنے میں کسی کا رعب نہیں چل سکتا۔ حضرت عمرؓ نے رشوت کی بُو تک کو ختم کردیا تھا۔ جب قاضی شریح مسند انصاف پر بٹھائے گئے تو حضرت عمرؓ نے انکے نام درج ذیل خط لکھا۔

"لا تشتروا ولا تبیعوا ولا ترشوا"

"نہ کچھ خرید و نہ بیچو نہ رشوت لو" (کنز العمال جلد ۳، صفحہ ۱۷۵)

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

کا طرزِ حکومت

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور ۱۲ سال پر محیط ہے۔ اس عہد میں کابل سے مراکش تک وسیع و عریض خطہ اسلام کے سایہ عاطفت میں رہا' شرافت و حیاء اور بے نفسی آپ رضی اللہ عنہ کا طرہ امتیاز تھا۔ اسلامی خلفاء میں آپ رضی اللہ عنہ مالی طور پر سب سے زیادہ خوشحال تھے۔ لیکن مالداری کی بہتات آپ رضی اللہ عنہ کو سادہ نفسی اور عاجزی و فروتنی سے باز نہ رکھ سکی۔ دولت و ثروت اور مال و جائیداد میں سب سے پہلے نمبر پر ہونے کے باوجود جب خلافت کا بارگراں سر پر آیا تو آپ تجارت کی سرگرمیاں جاری نہ رکھ سکے۔ آمدن کے ذرائع محدود یا مسدود ہو گئے' ادھر دریا دلی اور فیاضی کے باعث جود و کرم کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ دولت کی فراوانی ختم ہو گئی۔ ان حالات کو سمجھنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول ملاحظہ ہو۔

> "جس وقت میں نے منصب خلافت قبول کیا تھا' میں پورے عرب میں اونٹوں' بکریوں کا سب سے زیادہ مالک تھا اور آج میرے پاس حج کے دو اونٹوں کے سوا ایک اونٹ اور ایک بکری بھی نہیں"

عزیمت کی یہ وہ راہ تھی جس پر چل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۴۴ لاکھ مربع میل کی عظیم الشان سلطنت کی قیادت کی۔ ہمارے ہاں کے حالات پر غور کیا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ یعنی ایک چھوٹے سے چھوٹے عہدے والا انسان بھی اپنے منصب پر فائز ہونے کے بعد خرچ کیا ہوا سرمایہ پورا کرتا ہے پھر بنک بیلنس جمع کرتا ہے' پلاٹ اور کوٹھیاں بناتا ہے' ناجائز ذرائع سے جائیدادیں بناتا ہے۔ رشوت' دھوکہ' فریب اور خیانت کے سارے ریکارڈ توڑ دیتا ہے۔ عہد حاضر میں ایک محلہ کا منتخب ہونے والا کونسلر اور ایک حلقے کے صوبائی یا قومی اسمبلی کے ممبر کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ معاشی

استحکام اور دولت اکٹھی کرنے کی راہیں تلاش کرتا ہے۔

بڑے بڑے حکمرانوں کا تو یہ حال ہے کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں اربوں ڈالر جمع ہیں یا کئی فرمانرواؤں نے بیرون ممالک میں شاندار بنگلوں اور کارخانوں کے شیئرز حاصل کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح سرمایہ کاری کے ذریعے ہر ذریعے اور مال جمع کرنے کے ہر ہتھکنڈے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ کئی قلمکار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور پر بحث کرتے ہوئے یہ تو لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو اتنی اتنی رقوم دیں، فلاں فلاں فرد کو اتنا انعام بخشا، لیکن سب سے زیادہ مالدار انسان کے جود و سخا کے دریا سے اگر کوئی خستہ حال سیراب ہوتا ہے اور اس کی ذاتی جائیداد اور مال سے اس کو نوازا جاتا ہے، تو کئی کم فہم لوگ اس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ جبکہ وہ عظیم انسان آخری وقت میں ایسے حال کو پہنچا کہ سوائے ایک اونٹ کے اس کے پاس کوئی جائیداد نہیں رہی۔ معاصر قلمکاروں کو ان کی اس دریا دلی اور بے نفسی کا یہ اعجاز نظر نہیں آیا جس کی نظیر دنیا میں کسی حکمران کی زندگی میں نہیں ملتی۔ خلافت راشدہ کا یہ اعجاز کس قدر عبقریت کا مقام رکھتا ہے کہ پہلا خلیفہ متوسط گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ لیکن آخری وقت وہ غریبوں کے غم میں نئے کفن کے استعمال سے احتراز کرتا ہے۔ دوسرا خلیفہ بھی معاشی طور پر اتنا مستحکم نہ تھا۔ لیکن پانچ ہزار (۵۰۰۰) درھم سالانہ تنخواہ وصول کرتا ہے اور وظیفہ کی یہی مقدار عام لوگوں کو بھی ملتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھیئے کہ پورے بارہ سال ایک پیسہ بھی بیت المال سے وصول نہ کیا۔ خلافت کی پوری مدت کا ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) درھم تو محفوظ رہا، خلیفہ کے استعمال میں نہیں آیا اور خلیفہ کے اخراجات کی وسعت کے باوجود کسی موقع پر وہ ایک درھم کا روادار نہیں۔ خلافت کا یہ وہ اعجاز ہے، جس پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے۔

غذا اور لباس

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رہن سہن اور غذا کا معیار نہایت اعلیٰ تھا۔ خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ کی بیان کردہ تعلیمات کے عین مطابق وہ اچھے مکان، اچھے ماحول اور عمدہ لباس و خوراک استعمال کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کے ذاتی مال سے صرف ہوتا تھا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"میں شام کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ 'خزیرا' (یہ عرب کی اعلیٰ خوراک تھی) کھایا کرتا تھا۔ اس جیسا خزیرا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں بکری کا کلیجہ وغیرہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ دودھ اور گھی بھی اس میں استعمال ہوتا تھا۔ امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا! 'طعام کیسا ہے.....؟' میں نے عرض کیا 'یہ تو بہت عمدہ ہے' میں نے ایسا کھانا کبھی نہیں کھایا' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ مسلمانوں کے مال سے نہیں کھاتا' میں یہ اپنے مال سے کھاتا ہوں۔' اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں' میں ہمیشہ نرم اور اچھی غذا کھاتا ہوں۔"

مشہور اسلامی مورخ محمد بن سعد نے طبقات میں آپ رضی اللہ عنہ کے لباس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

"گو آپؓ اچھے کپڑے استعمال کرتے تھے' لیکن ان میں تکلفات کا دخل نہیں ہوتا تھا۔ ایسے کپڑوں سے نہایت پرہیز کرتے تھے' جن سے مزاج میں غرور' تکبر' نخوت اور خود بینی کا مادہ پیدا ہو۔ عرب کا خاص لباس جو رومی امراء پہنتے تھے آپؓ نے وہ بھی کبھی استعمال نہیں کیا' نہ اپنی بیویوں کو پہننے دیا۔ تمام عمر پائجامہ نہیں پہنا' صرف شہادت کے وقت ستر کے خیال سے پہن لیا تھا۔ عموماً آپ رضی اللہ عنہ کرتہ کے ساتھ تہہ بند باندھا کرتے تھے۔"

حضرت عثمانؓ کے امور مملکت کی خصوصیات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ۱۲ سالہ دور حکومت عدل و انصاف اخوت و مساوات اور رعایا پروری کا نمونہ تھا۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ عرب کا سب سے زیادہ مالدار انسان مسند حکومت پر براجمان

ہونے کے بعد ذاتی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جس شخص کے دریائے سخاوت سے ہر خستہ حال سیراب ہوتا رہا وہ اگر کسی کو ذاتی مال سے نفع پہنچاتا ہے۔ تو مغرب زدہ بعض مورخین اور سیاست سے آلود بعض قلمکار اسے بھی طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔

بالآخر وہ صاحب عزیمت اس حال کو پہنچا کہ اونٹوں اور بکریوں کے بڑے بڑے ریوڑوں میں صرف ایک اونٹ اس کے پاس رہ گیا۔

بعض معاصر قلمکار خلیفہ سوم کے بارے میں سبائی روایات اور تاریخ کے رطب و یابس کا شکار ہوگئے ہیں۔ انہیں آپ کے دور کی تاریخ ساز فتوحات حیرت انگیز ہمہ گیری، بے مثال رعایا پروری، معاشی استحکام اور دور تک اسلامی اقتدار کا برسنے والا مینہ اور چمکنے والی کرنیں نظر نہیں آتیں جس طرح انہوں نے حضرت عثمانؓ پر اعتراضات اور الزامات کو نمایاں سرخیوں سے تحریر کیا ہے اس کے مقابلے میں ان کے کارناموں کو اہمیت نہیں دی گئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنی معرکہ الاراء کتاب منہاج السنہ میں تمام اعتراضات کا جواب دے چکے ہیں۔ پوری امت مسلمہ کو اب اس صفائی کے بعد آپ پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ دو سو سال بعد تحریر کی جانے والی تاریخ کو بہانہ بنا کر ایسے شخص کی کردار کشی نہیں کی جاسکتی جس کی بلندی مرتبت، اعلیٰ مقام اور عظمت پر نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ بلکہ قرآن بھی گواہی دے چکا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے تمام صوبوں کے گورنرز، قاضی اور ارکان دولت کی چھان پھٹک کر کے نہایت زیرک اور محنتی حاکم مقرر کئے۔ تمام مفتوحہ ممالک کے علیحدہ علیحدہ علاقوں کو ریاستوں کی شکل میں مختلف یونٹوں میں تقسیم کیا ۴۴ لاکھ مربع میل میں تمام آبادکاروں کو زمین کے مالکانہ حقوق کے پروانے جاری کئے پولیس کے محکمے کو انقلابی بنیادوں پر مستحکم کیا دنیا کے تمام مسلمانوں کو قرآن کریم کی ایک قراءت پر جمع کر کے قرآن کو دنیا بھر میں پھیلایا۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں مملکت کی حدود بہت وسیع ہوگئی تھیں یہاں انتظامی شعبوں کا اجراء اور ہر علاقے میں سستے انصاف کی عدالتوں کا قیام بھی آپ کا منفرد کارنامہ ہے۔

خلیفہ سوم کا طریقہ یہ تھا کہ ہر تین یا چھ ماہ بعد گورنروں اور عمال حکومت کے نام

ہدایات جاری کرتے رہتے۔ عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کا خیال کر کے پوری حکومتی مشینری کو رعایا پروری کا حکم جاری کرتے۔

آپؓ کا دور حکومت بے مثال اصلاحات اور فلاحی مہمات سے عبارت تھا۔ سادہ طرز زندگی، سادہ اطوار، اعلیٰ اخلاق، عام آدمی تک رسائی، ظلم و جور سے نفرت، زیادتی اور تجاوز سے دوری آپؓ کے شاہکار کارناموں میں شامل ہے۔

اینٹ کا تکیہ

ابن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت مسجد نبوی کے صحن میں کچی اینٹ کا تکیہ سر کے نیچے رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے میں نے گھر جا کر اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایسا حسین و جمیل شخص اس حالت میں کون تھا، جو مسجد میں لیٹا ہوا تھا۔ والد نے کہا یہ امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ابن کثیر، جلد ۷، صفحہ ۲۱۳)

عدل عثمانی رضی اللہ عنہ

ابوالفرات کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر غصہ میں اپنے غلام کا کان پکڑ کر مروڑ دیا، مگر فوراً ہی بعد غلام سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو بھی میرا کان مروڑ تاکہ بدلہ پورا ہو جائے، باصرار کہنے پر غلام نے معمولی طور پر کان کو ہاتھ لگایا۔ فرمایا نہیں خوب اچھی طرح زور کے ساتھ مروڑ اور .... پھر فرمایا:

"یا حبذا قصاص من الدنیا لا قصاص فی الآخرة"

وہ بدلہ کس قدر اچھا ہے کہ دنیا ہی میں لے لیا جائے اور آخرت میں اس کا وبال بھگتنا نہ پڑے۔

(اشہر مشاہیر الاسلام صفحہ ۷۴۹، جلد ۴)

عوام پر ٹیکسوں کی ممانعت

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے نام یہ حکم نامہ روانہ کیا:

"اما بعد فان الله امرالائمة ان یکونوا رعاة ولم یتقدم الیهم ان یکونوا جباة

"بعد حمد و صلوۃ ' بلاشبہ اللہ تعالی نے امام یا امیر کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ قوم کا نگران یا چرواہا ہے اور اسنے انکو اسلیئے امیر نہیں بنایا کہ وہ عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبا دے۔" (اشہر مشاہیر اسلام ' جلد ۴' صفحہ ۷۵۱)

خلافت راشدہ کے دور میں رعایا پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہ تھا۔ مملکت کا انتظام زرعی پیداوار اور خراج و فدیہ سے پورا ہوتا تھا۔

ٹیکسوں کا نظام جدید سرمایہ دارانہ نظام کا تحفہ ہے۔ حکمرانوں کے عشرت کدے' لمبی لمبی گاڑیاں' وسیع و عریض محلات' بیش قیمت لباس و خوراک کے اخراجات پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ غریب عوام پر ٹیکس لگائے جائیں یا ان کی ضروریات زندگی کو گراں کیا جائے۔ مزدوروں اور محنت کشوں کی خون پسینہ کی کمائی پر شیش محل بنائے جائیں اور پھر اسے قومی ترقی اور ملکی تعمیر کے نام سے یاد کیا جائے۔

عہد حاضر کے لحاظ سے اسلام سرے سے ایسے ٹیکسوں کا مخالف نہیں اگر عوام کے لئے یہ ٹیکس بوجھ نہ بنیں اور واقعی یہ ٹیکس ملکی ترقی پر خرچ ہوں تو اس کا جواز موجود ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں خانہ جنگی سے اجتناب

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتل مصر کے بلوائی امیرالمومنین ؓ کو شہید کرنے کے درپے تھے۔ مظلوم مدینہ امیرالمومنین ؓ پر چالیس روز تک خورد و نوش بند کر دیا گیا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ ؓ نے باغیوں کا سر کاٹنے کے اجازت چاہی تو آپ ؓ نے فرمایا:

"مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور خود ہی آپ ﷺ کی امت کا خون بہاؤں۔"

(مسند احمد صفحہ ۶۷)

خانہ جنگی سے اجتناب کے دیگر واقعات

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج بن یوسف کے دور میں خانہ جنگی ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ کہہ کر اس میں شرکت سے انکار کردیا کہ:

"میرے بھائی کا خون خدا نے حرام کردیا ہے۔"

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خانہ نشین ہوگئے تھے حالانکہ اس سے پہلے آپؓ نے عمر بھر فوجی زندگی گزاری تھی۔ (اسد الغابہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں

خانہ جنگی سے اجتناب کا واقعہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کوفہ کے گورنر تھے آپؓ کے انتقال کا وقت آیا تو لوگوں میں افتراق ہونے لگا تو آپ نے اسی وقت درج ذیل اعلان لکھ کر رعایا کو عافیت و سکون کا پیغام دیا:

"تمہارے لئے اس حالت میں تقویٰ اور سکون لازم ہے یہاں تک کہ دوسرا امیر آئے اور وہ آنے والا ہے اپنے امر کو معاف رکھو کیونکہ اللہ معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (بخاری کتاب الایمان)

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کا طرز حکومت

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے مملکت کو عدل فاروقی ؓ کی اس روشنی سے منور کیا ایک طویل عرصہ سے جو عرب و عجم پر روشن تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومتی طرز عمل میں عزیمت اور اعلیٰ مرتبت کا راستہ اختیار کیا بلاشبہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ لینے میں جن خطرناک حالات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سابقہ پڑا ایسے حالات میں اگر کوئی اور شخص عنان اقتدار ہاتھ میں لیتا تو چند روز سے زیادہ حکومت نہ کرسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ استقامت اور استقلال کے کوہ گراں تھے' مشکلات و مصائب میں انہوں نے جس بردباری اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا' وہ انہی کا حصہ تھا۔ بے شک آپ ؓ کے دور میں اسلامی مملکت معاشی اور اقتصادی لحاظ سے ایک ترقی یافتہ ریاست بن چکی تھی۔ ہر طرف مال غنیمت اور خراج کے ذرائع موجود تھے' لیکن آپ ؓ نے مملکت کے انتظام و انصرام میں اس سادگی کو ملحوظ خاطر رکھا جس کا نمونہ تینوں خلفاء پیش کر چکے تھے۔

رہائش میں سادگی: انعقاد خلافت کے بعد جب مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل ہوئے تو آپ ؓ نے کوفہ کے محل "قصر ابیض" میں قیام کو پسند نہ کیا بلکہ آپ ؓ نے ان جھونپڑیوں کو ترجیح دی جن میں غریب لوگ رہا کرتے تھے۔

خورد و نوش: نضر بن منصور نے عقبہ بن علقمہ ؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے عہد خلافت میں کوفہ گیا' تو ان کے سامنے پڑا ہوا کھٹا دودھ مجھے تکلیف دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ روٹی کا سوکھا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا امیر المومنین" کیا آپ ایسی روٹی کھاتے ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا "ابو الجنوب" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ روکھا سوکھا کھاتے تھے اور اس سے

موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ (اس موقع پر آپؓ نے اپنے لباس کی طرف اشارہ کیا) اگر میں ان کی روش پر نہ چلوں تو اندیشہ ہے مجھے ان کا ساتھ نصیب نہ ہو۔"

ہارون بن عنترہ رضی اللہ عنہ کی روایت

ہارون رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عنترہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

"میں خورنق میں حضرت علیؓ کے پاس گیا، جاڑے کا موسم تھا۔ ان کے بدن پر ایک پھٹا پرانا (قطیفہ) مخملی لبادہ تھا۔ جس میں آپؓ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا امیرالمومنین اللہ نے آپؓ اور آپ کے گھر والوں کیلئے اس مال (یعنی بیت المال) میں کچھ حق مقرر کیا ہے اور آپؓ اپنے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "واللہ! میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کروں گا" یہ میرا وہ قطیفہ ہے جسے میں مدینہ سے لایا تھا۔" (عبقریۃ الامام عباس محمود مصری)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کا بیت المال پر کوئی حق نہ تھا، بلکہ اگر وہ چاہتے تو اس سے کہیں زیادہ حصہ بھی بیت المال سے شرعی حدود کے مطابق وصول کر سکتے تھے۔ تاہم وہ اپنے اہل خانہ کیلئے ایک عام فرد کی حیثیت سے اپنا حصہ وصول بھی کرتے تھے۔ لیکن عام لوگوں سے زیادہ حصہ وصول کر لینا جس کا انہیں حق بھی تھا مناسب نہ سمجھا اور انہوں نے اپنے آپکو ایک ایسے خادم ہی کی حیثیت سے رکھا جو خدمت عوام ہی کیلئے وقف ہو۔ ان کا حصہ اس سے کہیں زیادہ تھا، وہ چاہتے تو کم از کم اتنا حصہ ضرور لے سکتے تھے جتنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض ممالک کے والیوں کیلئے مقرر کیا تھا۔

کتاب الخراج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا تو ان کے اور ان کے دیگر افسر رفقاء کے لئے چھ سو (۶۰۰) درہم ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا۔ اس کے علاوہ روزانہ نصف بکری اور نصف بوری آٹا ہر ایک کو دیا جاتا تھا۔ اس طرح آپؓ نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ میں محکمہ تعلیم اور بیت المال کا انچارج بنایا تو انہوں نے ماہانہ سو درہم اور چوتھائی بکری روزانہ مقرر کیا۔ عام لوگوں کی طرح افسران کو بھی سالانہ وظائف

علیحدہ ملتے تھے۔ (اس کی مقدار فی کس پانچ ہزار درہم کے برابر تھی) عثمان بن حنیف کے لئے روزانہ چوتھائی بکری اور ڈیڑھ سو درہم ماہانہ مقرر کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کی یہی وہ خصوصیت تھی جو اس کو دنیا کے دیگر حکمرانوں سے علیحدہ کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ان تربیت یافتہ خلفاء اور بے مثال کردار کے حامل جانشینوں نے قرآن وسنت کی عملی تصویر ایسے انداز میں دنیا کے سامنے پیش کی کہ اس سے بہتر احساس ذمہ داری، غریب پروری اور انسانوں کے معاملات کی جانچ پڑتال ممکن نہیں۔ خلفاء کی ایسی ہی عزمتوں اور بلندیوں کو قیامت تک آنے والے ہر حکمران کے لئے ایک مشعل اور قندیل کی حیثیت حاصل ہے۔ جس کی روشنی میں آج بھی ہر قسم کے معاشرے کو صبح امن کی جاں فزا بہاروں سے فرحت افزا کیا جا سکتا ہے۔

چند درخشندہ واقعات

"ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے پاس ستو کی بنی ہوئی تین روٹیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ روٹیاں انہوں نے ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی پر صدقہ کر دیں۔ مسکین، یتیم اور قیدی سیر ہو گئے اور یہ خود فاقہ کر کے سو رہے۔"

(اسلام میں عدل اجتماعی صفحہ ۳۲۷)

... .

ایک دفعہ عبداللہ بن زریر نامی ایک صاحب شریک طعام تھے۔ دستر خوان پر نہایت معمولی اور سادہ طعام تھا۔ انہوں نے کہا "امیر المومنین آپ کو پرندوں کے گوشت کا شوق نہیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خلیفہ کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے۔
ایک خود کھائے اور اہل وعیال کو کھلائے اور دوسرا خلق کے سامنے پیش کرے۔"

... .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دولت کدے پر بھی کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ عین اس وقت قیصر و کسریٰ کی حکومتیں مسلمانوں کے زیرِ نگین تھیں۔ چاروں طرف سے مال غنیمت کے لعل و جواہر مسلمانوں کے لئے منہ کھولے ہوئے تھے۔ اسلام کا یہ درویش خلیفہ اس وقت بھی ایک غریب اور سادہ انسان کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ حضرت علیؓ کا دور حقیقت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار کی سچی تصویر تھا۔ آپ کو پانچ سالہ دور خلافت میں باہمی مناقشات کے باعث بڑے بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔

... .

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"میری تلوار کا خریدار کون ہے!"

خدا کی قسم!

"اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو میں اسے فروخت نہ کرتا۔"

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا!

"میں تہہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔"

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپؓ نے بیعت کے بعد فرمایا:

"لوگو! میں تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ جو حقوق تمہارے لئے ہیں وہی میرے لئے بھی ہیں اور جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں وہ مجھ پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے طریقہ پر چلاؤں گا اور مجھے جن باتوں کے نفاذ کا حکم دیا گیا ہے، انہیں تم پر نافذ کروں گا۔ سن لو! حق میں بڑی وسعت ہے اور جس کے لئے حق تنگ ثابت ہوا اس کے لئے ظلم و جور اور زیادہ

تنگ ہو گا۔ لوگو آگاہ رہو! ایسا نہ ہو کہ کل کو تم میں سے وہ لوگ جن پر دنیا چھا گئی اور وہ عمارتوں کے مالک بنے، جن لوگوں نے نہریں نکالیں، گھوڑوں پر سواری کی، غلام چھوکروں کو خدمت گار بنایا، انہیں جب اس عیش و عشرت سے محروم کروں اور ان کے اصل حقوق کی حدود میں واپس لاؤں تو وہ کہنے لگیں کہ ابن ابی طالب نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر دیا۔ سنو! رسول اللہ ﷺ کے صحابی مہاجرین و انصار میں سے جو کوئی بھی یہ سمجھتا ہے کہ محبت رسول ؐ کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے وہ جان لے کہ یہ فضیلت کل کو اللہ کے حضور کام آئے گی اور وہی اس کا اجر و ثواب عطا کرے گا۔ آگاہ رہیں کہ جس شخص نے بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، ہماری ملت کی تصدیق کی، ہمارے دین میں داخل ہوا اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا، وہ اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کا مستحق اور اسکی مقرر کردہ حدود کا پابند ہو گیا۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور مال غنیمت اللہ کا مال ہے، یہ تمہارے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس کے سلسلے میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، متقی لوگوں کے لیئے اللہ کے پاس بہترین جزا ہے۔"

(اسلام میں عدل اجتماعی از سید قطب صفحہ ۴۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امور مملکت کی خصوصیات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے تک محیط رہا۔

آپ ؓ کے دور میں مسلمانوں کے مابین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے جنگ جمل اور جنگ صفین کے روح فرسا واقعات پیش آئے۔ تاہم حکومت و خلافت مصطفوی کی اصلی روح، عدل اجتماعی اور مساوات حقیقی، خلیفہ چہارم ؓ

کے دور حکومت میں مصطفوی شریعت اور خلفاء ثلاثہؓ کے منہاج پر قائم رہی۔

آپؓ نے خلافت اسلامیہ کے باب میں جس درخشندہ عہد کو فروغ دیا وہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مشابہت اور مطابقت رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کی چیرہ دستیوں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گرد گھومنے والے ایک طبقے سے بیزار کر دیا تھا۔

حضرت اسد اللہ الغالبؓ کے دور حکومت کے اصول و ضوابط کو سمجھنے کے لئے گورنر مصر کے نام لکھے جانے والے ایک خط پر غور کرنا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ارسال کیا جانے والا یہ خط ایک طرف حکومتی اصولوں کا شاہکار ہے دوسری طرف خلافت راشدہ کے زریں عہد کا آئینہ دار ہے۔ یہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نظام سلطنت کا روشن آئینہ ہے۔

"یہ ہے وہ وصیت جس کو اللہ کے بندے علی امیر المومنین نے مالک اشتر کو جب اسے مصر کا گورنر بنایا، روانہ کیا، تاکہ ملک کا خراج جمع کرے، اس کے دشمنوں سے لڑے، اس کے باشندوں کے فلاح و بہبود کا خیال رکھے، مالک کے تقویٰ اور اطاعت خداوندی کو مقدم رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آدمی کی سعادت، خدا اور رسولؐ کے فرائض و سنن کی بجا آوری میں ہے۔ اس سے انکار بدبختی ہے۔

رعایا میں دو قسم کے دو آدمی ہوں گے۔ تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔ لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں۔ تم اپنے عفو کا دامن خطا کاروں کے لئے اسی طرح پھیلا دینا، جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے، کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو، خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔ خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے۔ خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کے لئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو و رحمت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ عفو پر کبھی نادم نہ ہونا۔ سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا، غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا، بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصے سے

بچنا اور غصے کو پی جانا۔

خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں اور اب میں ہی سب کچھ ہوں، سب کو میری تابعداری کرنی چاہئے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے، دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لئے بلاوا آتا ہے۔

وزراء اور مشیروں کے بارے میں حضرت علیؓ نے فرمایا!

بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساجھی ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں، ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مدد دیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے برابر ہوں گے مگر گناہوں سے ان کی طرح برے نہ ہوں گے۔ نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا۔ یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے۔ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور گناہ سے اپنے سب رشتے کاٹ دیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کو تم صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمہاری نگاہوں میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں اور ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتے ہوں جو خدا اپنے بندوں کے لئے ناپسند فرما چکا ہے۔ اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا۔ انہیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف کی بھرمار سے آدمی میں غرور پیدا ہوتا ہے اور تمہارے سامنے نیکوکار اور خطاکار برابر نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطاکار اور بھی شوخ ہو جائیں گے ہر آدمی کو وہ جگہ دینا جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہے اور تمہیں جاننا چاہئے کہ رعایا میں اپنے حاکم کے ساتھ حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم و کرم کی بارش کرتا رہے۔ اس کی تکلیفیں دور کرے اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ یہ اصول تمہارے لئے کافی ہیں، اس سے رعایا کا حسن ظن تمہیں بہت سی مشکلوں سے نجات دے گا۔ خود تمہارے حسن ظن کے سب سے زیادہ

مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اتریں۔ اسی طرح تمہارے سوء ظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہی ہوں جو آزمائش میں سب سے برے نکلیں۔

فوج کے بارے میں حضرت علیؓ کی ہدایات :

اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ و رسولؐ کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں، صاف دل ہوں، ہوشمند ہوں، جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں۔ عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زبردستوں پر سخت ہوں نہ سختی انہیں جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہو۔

عدالت کے معاملات میں فرمایا :

مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت و علم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کے لئے فرماتا ہے۔

> "یا ایها الذین امنوا اطیعو الله و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم۝"...... الخ
>
> "اللہ کی طرف معاملے کو لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور نص صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسول کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبوی کو لیا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔"

پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں، ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے پر باطل ہی سے چمٹے نہ رہتے ہوں، طماع نہ ہوں، اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں، فیصلے کے وقت شکوک و شبہات پر رکنے والے ہوں، صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں، مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں، واقعات کی تہہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر

دیتی ہو، نہ چاپلوسی مائل کر سکتی ہو۔ مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمہارا فرض ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔

گورنروں کے نام خط میں آپ نے یہ بھی فرمایا!

عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ اخراجات کی جانچ پڑتال کرنا ہوگی۔ رو رعایت سے یا صلاح و مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابقین اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدے داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا۔ اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔"

(از کتاب علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۷۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خط بلا شبہ حکومت و امارت اور خلافت و سلطنت کے باب میں عظیم الشان شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

عہد حاضر کے حکمران اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات کی پاسداری کریں تو ان کی حکومتیں صحیح معنی میں اسلامی فلاحی اور عوامی حکومتیں بن سکتی ہیں۔

بیت المال کے بارے میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بے مثال کردار

حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں، ایک مرتبہ نارنگیاں آئیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک ایک نارنگی اٹھالی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان سے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

کتاب الخراج میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو برابر حصے لگا کر قرعہ ڈالتے تھے تاکہ اگر حصوں میں کمی بیشی واقع ہو جائے تو وہ اسکی ذمہ داری سے بری ہوں۔

ایک بار اصفہان سے مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کر دیئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم کر دیا۔

امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی خواہش ہوتی تھی کہ جو مال آیا ہے اسے فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب مال ختم ہو جاتا تو بیت المال میں جھاڑو دلوا کر مکمل صفائی کرائی جاتی۔

قاضی ابو یوسف کی ایک تصریح کے مطابق دوسری مرتبہ جب اصفہان سے مال آیا تو آپؓ نے اسے چند دیانتدار لوگوں کی تحویل میں رکھوا دیا۔ حضرت ام کلثومؓ نے اس میں سے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی منگوا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امانت کے مال کا جائزہ لیا تو دو مشکیزے مال سے کم نکلے، آپؓ نے ان کی نسبت محافظ افراد سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم یہ دونوں مشکیزے لائے دیتے ہیں، آپؓ نے فرمایا "تم کو اصل واقعہ بیان کرنا ہوگا۔" انہوں نے کہا کہ ہم نے دونوں مشکیزے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا "بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہیں کہا تھا یہ سامان لوگوں میں تقسیم کر دینا تم نے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیا۔" یہ کہہ کر دونوں مشکیزے منگوا لئے، ان میں سے جو استعمال ہو چکا تھا اس کی قیمت لگوائی جو تین درہم ٹھہری، آپؓ نے ام کلثومؓ کے یہاں سے تین درہم منگوا کر بیت المال میں جمع کرا دیئے اور مشکیزوں کو لوگوں میں

تقسیم کر دیا۔

ایک بار کسی رئیس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر دو چادریں دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، نماز کے بعد بیٹوں کے پاس چادریں دیکھیں تو پوچھا "یہ کہاں سے ملیں" انہوں نے واقعہ بتایا، تو آپؓ نے فرمایا "ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔" (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر صفحہ ۱۴۰)

خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت

(مدت خلافت 6 ماہ ○ آغاز خلافت 20 رمضان 40ھ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش 15 رمضان 3 ھ بمطابق یکم اپریل 625ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپؓ کی تربیت آغوش رسالت میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

✺— ریحان الدنیا و الاخرة الحسن و الحسین

ترجمہ: "دنیا اور آخرت کے دو پھول حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔" (ریاض النضرۃ)

✺— الحسن و الحسین سبط من الاسباط

ترجمہ: "حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ (میری) اولاد کی اولاد ہے۔" (از ترمذی)

✺— سیدا شباب اھل الجنة الحسن و الحسین

ترجمہ: "جنت والوں کے جوانوں کے سردار حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔" (از مشکوٰۃ)

٭ ایک روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ میرے ہیں، میں ان کا ہوں۔"

سب سے چھوٹی اور آخری اولاد ہونے کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپؓ کی اولاد سے محبت فطری تقاضا تھا۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی آپؐ سے مشابہت اور مماثلت کے کئی اقوال تواریخ و سیر میں موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادوار خلافت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسینؓ نے کئی مہموں میں حصہ لیا۔ خلفاء راشدینؓ کی طرف سے نواسہ ہائے رسولؐ سے تعلق و محبت کی کئی مثالیں صفحہ قرطاس پر رقم ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کردار ایک مصلح اور مربی کا رہا۔ خلفاء اسلام بالخصوص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کی حیثیت ایک مشیر و وزیر اور معاون کی تھی۔ وہ نہایت سچے دل سے خلفاء اسلام کے طرز ہائے حکومت کے مداح تھے۔ انہوں نے کسی موقع پر بھی خلفاء ثلاثہؓ سے صرف نظر نہیں کیا۔ عہد صدیقیؓ سے لیکر عہد عثمانیؓ تک حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو بیت المال سے برابر وظیفہ ملتا رہا۔ جب بھی بیرون ممالک سے کوئی عمدہ چیز آتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسے خاندان نبوت میں تقسیم کرتے۔

خلفاء راشدینؓ کے حضرات حسنینؓ سے حسن سلوک اور دونوں طرف سے باہمی اتفاق و ارتباط کے واقعات سے ایک منصف مزاج تاریخ کے طالب علم پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرات حسنینؓ اور خاندان نبوت کا خلفاء ثلاثہؓ سے کوئی اختلاف نہ تھا، ورنہ جس طرح حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور اس کے خلاف خروج کر کے جس کو صحیح جانا اس کا برملا اظہار کیا، کسی قسم کی مدافعت اور چشم پوشی کی بجائے کھل کر غلط کو غلط کہا۔ اگر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خدانخواستہ ظالم، غاصب اور دین کے باغی ہوتے تو نواسہ رسول ان کے خلاف بھی آواز بلند کرتے۔ وہ واقعہ کربلا جو 61 ہجری میں پیش آیا، اس سے پہلے کئی ایسے واقعات پیش آچکے ہوتے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد

رمضان 40ھ میں ایک خارجی ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے بعد وہ تین دن زندہ رہے اس اثناء میں ان سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جانشینی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"نہ میں حکم دیتا ہوں نہ روکتا ہوں"

تیسرے دن حضرت علیؓ واصل بحق ہوگئے۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد کوفے کی جامع مسجد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت ہوئی۔

بعض روایتوں کے مطابق بیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی شام نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور عراق کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے افسر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ میں تھے، انہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل عراق کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ ساباط پہنچ کر انہوں نے اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلوتہی کے آثار دیکھے تو ان کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اہم خطبہ:-

"لوگو! میں کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے رد نہ کرو گے۔ جس اتحاد و یگانگت کو تم ناپسند کرتے ہو۔ وہ اس تشتت و افتراق سے بہتر ہے جو تم کو پسند ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے گریز کرنا چاہتے ہیں، تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف لڑنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر وہ لوگ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف تھے اور ان سے لڑنا فرض میں سمجھتے تھے، برہم ہوگئے انہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی

اور انہیں گھیر لیا۔ ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور حضرت حسنؓ گھوڑے پر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خارجی جراح بن قبیصہ نے گھات لگا کر ان پر حملہ کیا اور زانوائے مبارک زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان نے جراح بن قبیصہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مدائن پہنچ کر قصر ابیض میں قیام کیا۔ جب زخم مندمل ہو گیا تو وہ پھر عبداللہؓ بن عامر کے مقابلہ کے لئے مدائن سے نکلے۔ اسی اثناء میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ایک فوج گراں کے ساتھ انبار پہنچ گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کیلئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا طرز عمل:-

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا جس میں ان کو قسم دے کر جنگ ملتوی کرنے کے لئے کہا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر مدائن لوٹ گئے۔ عبداللہؓ بن عامر نے فوراً مدائن کے گرد اپنی فوج پھیلا دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی کمزوری اور بزدلی سے دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے جنگ کا خیال ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کر لیا۔ یہ شرائط انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کی وساطت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیں۔ (الاخبار الطوال - ابو حنیفہ دینوری)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن سعدؒ کے حوالے سے "الاصابہ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سلمۃ الارجبی کو صلح کی غرض سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن سمرہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائط مان لیں۔ اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسنؓ ساتھ ساتھ کوفے میں داخل ہوئے۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فوج پہاڑوں کے مانند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف بڑھی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ

CS CamScanner

یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک اپنے اقران کو قتل نہ کرے گا۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا "اگر یہ لوگ انہیں اور وہ انہیں قتل کر دیں تو میری طرف سے لوگوں کے معاملات کا نیزان کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟"

اس وقت انہوں نے "عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن سمرہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے گفت و شنید کے لئے بھیجا۔"

صلح کی شرائط:

ابو حنیفہ دینوری نے "الاخبار الطوال" میں لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان شرائط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

1)—— سب لوگوں کو بلا استثنا امان دی جائے اور کوئی عراقی محض بغض و کینہ کی بنا پر نہ پکڑا جائے گا۔

2)—— صوبہ اہواز کا کل خراج حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہوگا اور حضرت حسینؓ کو دو لاکھ درہم سالانہ الگ دیئے جائیں گے۔

3)—— صلات اور عطیات میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرطیں لکھ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کو دیں۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام شرطوں کی منظوری کا خط لکھ کر اپنی مہر لگائی اور معززین و عمائد کی شہادتیں لکھوا کر کاغذ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس طرح ملت اسلامیہ کے سر سے ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا اور تمام مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے اپنی دست برادری کا اعلان ان الفاظ میں کیا۔

> لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اگلوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی۔ اور پچھلوں کے ذریعے تمہاری خونریزی بند کرائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور عجز میں سب سے بڑا عجز فجور (بداعمالی) ہے اور یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا یہ میرا حق

ہے۔ جس سے میں اللہ عزوجل کی خوشنودی امت محمدیہ کی اصلاح اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر دستبردار ہوتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی پوری ہو گئی:۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ "آنحضرت ﷺ منبر پر رونق افروز تھے اور حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور ایک مرتبہ حسن کی طرف، آپ ﷺ نے فرمایا:

ان ابنی ھذا سید، لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین ؎

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

قارئین کرام! ملاحظہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ جنگ صفین اور جنگ جمل کے بعد مسلمانوں میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف کس قدر بڑھ گیا تھا۔ بالآخر مسلمانوں کی ان دو جماعتوں کے درمیان صلح و آشتی اور اتفاق و ارتباط کا سہرا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سر آن پڑا۔ اس حدیث سے دونوں جماعتوں کا مسلمان ہونا بھی واضح ہوا۔ پھر صلح کی نوید بھی آنحضرتؐ کی زبان حق ترجمان سے ظاہر ہو گئی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور محبت نے پیغمبر اسلام ﷺ کی بیان کردہ پیشینگوئی کو من و عن مکمل کر دیا۔ اس صلح سے اسلام کی عظمت اور دین مصطفوی کی سربلندی کا نیا باب کھل گیا۔

مدت خلافت: سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے۔ بعض روایتوں میں چار ماہ اور بعض میں آٹھ ماہ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت 20 رمضان 40ھ سے 15 ربیع الاول 41ھ تک ہے۔ گویا آپؓ پانچ (5) ماہ، چھبیس (26) دن تک مسند نشین خلافت رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر تاحیات قائم رہے۔

دستبرداری کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس طرح اس صلح کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیا اور نہایت خاموشی سے اپنے نانا کے جوار میں زندگی گزاری۔ ان کے وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے مدینہ منورہ کے کسی شخص سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا:

> "فجر کی نماز سے طلوع آفتاب تک مصلے پر رہتے ہیں۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملاقات کے لئے آنے والوں سے ملتے ہیں۔ دن چڑھے چاشت کی نماز ادا کر کے امہات المومنینؓ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (ابن عساکر)
>
> جب آپؓ مکہ معظمہ میں ہوتے تو عصر کی نماز بالالتزام حرم پاک میں ادا کرتے اور پھر طواف میں مشغول ہو جاتے۔

فکر معاش کی طرف سے بے نیاز تھے کیونکہ اہواز کا سالانہ خراج ان کے لئے مخصوص تھا۔ امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ اس خراج کی رقم دس لاکھ سالانہ تھی۔ اس کثیر آمدنی کو وہ بے دریغ راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے۔ ابن اثیرؒ کا بیان کہ انہوں نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اسباب اور تین مرتبہ کل مال اسباب کا نصف راہ خدا میں بانٹ دیا۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتی تھی۔ ایک مرتبہ طواف میں مشغول تھے کہ کسی شخص نے اپنی ضرورت کے لئے ساتھ لے جانا چاہا۔ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور پھر واپس آکر طواف پورا کیا۔ ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے کہ کوئی سائل آ گیا۔ اس کے ساتھ ہو گئے۔ انہوں نے اعتکاف کے دائرے سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کی اور پھر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

خلافت راشدہ کی خصوصیات کے حامل

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت تاریخ نے کیا کیا قلابازیاں کھائی ہیں۔ اس بحث کا یہاں موقعہ نہیں۔ ان کی خلافت پر قائم ہونے والے چند اعتراضات اس کتاب میں اپنے مقام پر آئیں گے۔ تاہم ایک بات نہایت قابل غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سب سے بڑی سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد دنیائے اسلام میں جو سب سے بڑا دور حکومت 19 سال تک 64 لاکھ 65 ہزار مربع میل کے وسیع و عریض خطہ پر محیط رہا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے حصے میں آیا۔

اسلامی تاریخ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک ایسے مظلوم کی ہے جس کا دامن کمالات کے نادر کارناموں سے بھرا ہوا ہو' اس کی اسلامی خدمات پر غیر مسلم تک اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے ہوں' بڑی بڑی سلطنتوں کو اس نے زیر و زبر کیا ہو' اسلام کو دنیا میں پہلی مرتبہ عرب و عجم سے نکال کر مغربی اقوام اور یورپین ممالک تک پہنچا دیا ہو۔ دنیا کا سب سے بڑا بحری بیڑا تیار کر کے بحر اوقیانوس میں جب اس نے ڈالا تو دنیا بھر میں شور مچ گیا ہو' پاپائے روم کی ساری قوت اس نے پاؤں تلے روند ڈالی ہو' اسلامی افکار کی اشاعت میں اس کی حیرت انگیز کامیابی سورج سے زیادہ روشن ہو' لیکن وہ قاتلان عثمان"

سے بدلہ کے لئے قائم ہونے والی جنگ صفین کی وجہ سے حیرت انگیز فتوحات اور غیر معمولی کامیابی کی ساری عظمت کھو بیٹھا ہو۔ اس کے پر وقار کارناموں سے صرف ایک واقعہ کی وجہ سے صرف نظر کر لیا گیا ہو، پھر بنوامیہ کی مخالفت کے باعث کئی سو سال بعد مرتب کی جانے والی تاریخ اس کے درپے آزار ہو، صدیاں بیت جائیں، دور و زمن کے کئی عہد لد جائیں مگر اسی ایک لغزش کی اسے سزا ملتی رہے۔ بعد کے بے شمار فاسق و فاجر حکمرانوں کے کارنامے تو تاریخ کے چہرے پر روشن رہیں لیکن ایک جلیل القدر صحابی ہونے، ہزاروں صحابہؓ کا مقتداء کہلانے، اسلام کی سب سے بڑی سلطنت کا حکمران ہونے کے باوجود ہمارا دانشور، ہمارا تاریخ دان، ہمارا اسکالر، پیشواء، مقتدا اور مصلح بھی اس نابغہ روزگار ہستی کو بحث و تنقید کا نشانہ بناتا رہے اور تاریخ کے چند چیتھڑوں کی بنیاد پر آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات کو پرکاہ کے برابر اہمیت نہ دے، کس قدر افسوس ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دور حکومت اور اصلاحات کے ذکر کی بجائے کئی نام نہاد مفکروں نے کرید کرید کر روافض کی تاریخ سے چند بے بنیاد الزامات لگائے۔ اہل حق نے جب ان کی چھان بین کی تو اس میں سبائیت اور تعصب کی خامہ فرسائی نظر آئی۔ آیئے ہم آپ کو آنحضرت ﷺ کی احادیث کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔

✹— اول جیش من امتی یغزو البحر فقد او جبوا الجنة

ترجمہ: میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں اسلام کی جنگ لڑے گا، اس پر جنت واجب ہو گئی۔ (صحیح بخاری)

✹— یبعث الله معاویة یوم القیامة و علیه رداء من نور الایمان

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے اوپر نور ایمان کی چادر ہو گی۔ (کنز العمال)

✹— اللهم اجعل معاویة هادیاً مهدیاً و اهدیه!

ترجمہ: اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ (مشکوۃ شریف)

CamScanner

✵— اللھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب

ترجمہ: اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور حساب سکھا اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔
(مشکوۃ شریف)

✵— اللھم علمہ الکتاب ومکن لہ البلاد وقہ العذاب

ترجمہ: اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب سکھا اور شہروں میں اقتدار دے اور عذاب سے بچا۔
(صواعق محرقہ)

اس حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خدا سے حکومت عطا کرنے کی دعا فرما رہے ہیں۔

✵— یامعاویۃ ان ولیتم الامر فاتق اللہ

ترجمہ: اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرتے رہنا۔ (صواعق محرقہ)

✵— صاحب سری معاویۃ من احبہ فقد نجا ومن ابغضہ فقد ھلک

ترجمہ: معاویہ میرا رازدان ہے، جس نے اس سے محبت رکھی وہ کامیاب ہوا، جس نے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔
(تطہیر الجنان)

نوٹ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ ساز شخصیت اور ان کے کارناموں پر راقم کی کتاب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دیکھی جا سکتی ہے۔

نظم سلطنت

نظم سلطنت کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور واپس لانے کی کوشش کی، "الاسلام والحضارۃ العربیہ" جلد دوم، صفحہ ۱۳۶ پر ہے کہ

> "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر اپنی سلطنت کے نظم ونسق کو فاروقی بنیادوں پر استوار کیا، جو مسلمانوں کی باہمی جنگوں کے باعث درہم برہم ہو چکا تھا۔"

ایک غیر مسلم مورخ برو کلمن، تاریخ اقوام مسلم میں رقمطراز ہے۔

"معاویہ رضی اللہ عنہ نے صدیقی اور فاروقی عہد میں اپنے زریں کارناموں سے اسلامی حکومت میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔ ان کا نظام حکومت مکمل طور پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھا۔"

(ہسٹری آف دی اسلامک پیپلز صفحہ ۷۳)

مشہور مستشرق سائیکس لکھتا ہے:

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قابل ترین اور مضبوط سیاست کے مالک اور عرب سربراہوں میں منفرد مقام رکھتے تھے۔" ....

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار صف اول کے اسلامی خلفاء میں ہوتا ہے۔"

(ہسٹری آو پرشیا صفحہ ۵۳۲)

عزیمت کے بعد رخصت کا دور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے ضرور واقف ہے کہ آپ کا شمار اسلامی سیاست کے عبقری صفت اور اعلیٰ ترین مدبروں میں ہوتا تھا۔ ان کا طرز حکومت ایک لحاظ سے پہلے چاروں خلفاء سے نہایت منفرد حیثیت رکھتا تھا —— پہلے چاروں خلفاء کا دور سادگی، فروتنی، درویشی کے اعلیٰ ترین اطوار سے عبارت تھا۔ ان کے تیس سالہ دور میں خلفاء نے پیوند شدہ کپڑے بھی پہنے، دربان بھی مقرر نہ کئے یہ عزیمت کا دور کہلاتا ہے۔

آج کا مسلمان ایسے واقعات پڑھ کر بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ ایسی حکومت صرف ایک مرتبہ قائم ہوئی تھی اور آج کسی طرح بھی ایسی سلطنت قائم نہیں ہو سکتی۔ وہ دور نہ رہا، وہ ماحول نہ رہا، وہ سادگی اور فروتنی نہ رہی۔ ہر طرف چکا چوند ترقی کا سورج روشن ہے اور تقاضے عام ہو گئے ہیں۔ —— لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا مطالعہ کر کے ہر شخص کہہ سکتا ہے "عصر حاضر میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے چار خلفاء کے اصولوں کو سامنے رکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کو اپنایا جا سکتا ہے۔" اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی جامعیت آشکار ہو جاتی ہے۔

CS CamScanner

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

"میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں۔ جس کی اقتداء کرو گے، کامیاب ہو جاؤ گے۔"

اس طرح خلافت راشدہ کے ایسے دور سے ہم حظ وافر حاصل کر سکتے ہیں۔

حکومت کے انتظام و انصرام کے بارے میں

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہم اصول

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکومت و سلطنت کے باب میں بہت بڑا دور اور بے مثال جغرافیہ پایا۔ آپ کی سلطنت میں بے شمار اقوام اور لاتعداد قبائل زیر نگیں تھے۔ مختلف ملکوں، صوبوں اور علاقوں میں طویل مدت تک کامیاب حکمرانی کرنا، ایک یادگار کارنامہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بہت زیادہ بردباد اور تحمل کے حامل تھے۔ نرم خوئی ان کی فطرت تھی، مسکراہٹ ہر وقت ان کے چہرے پر کھلتی رہتی تھی۔ بڑے سے بڑے سانحے پر بھی غصہ ان کے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں آپ کے بارے میں فرمایا تھا۔

"احلم من امی معاویہ"

معاویہ رضی اللہ عنہ میری امت کا سب سے بردباد انسان ہے۔ (ابن ماجہ)

نظم مملکت کے بارے میں ابن اثیر اور طبری نے حضرت معاویہؓ کا قول نقل کیا ہے۔

"انی لا احول بین الناس والسنتھم مالم یحولوا بیننا وبین ملکنا"

"میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا، جب تک وہ ہمارے اور ہماری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہوں۔" (ابن اثیر جلد ۳، صفحہ ۲۶۳، طبری جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)

ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا:

لا اضع سیفی حیث یکفینی سوطی ولا اضع سوطی حیث یکفینی لسانی ولو ان

بینی وبین الناس شعرما انقطعت قیل وکیف یاامیر المومنین قال کانوا اذا مدوھا خلیتھا واذا خلوھا مددتھا۔

(الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد ۲، صفحہ ۱۵۰)

"جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے، وہاں میں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں میری زبان کام دیتی ہے، وہاں میں اپنا کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال برابر رشتہ بھی قائم ہو تو میں (ہر ممکن طریقے سے) اس کو بھی نہیں توڑتا۔ پوچھا گیا، امیر المومنینؓ یہ کس طرح۔ آپؓ نے فرمایا "اس طرح کہ جب وہ اس کو کھینچیں تو میں ڈھیل دے دوں اور جب وہ اس کو ڈھیل دیں تو میں کھینچ لوں۔"

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

کے دور میں انتظامی محکموں کی تشکیل

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے حکمران ہیں۔ جنہوں نے ہر علاقائی سربراہ کے لئے ایک سیکرٹری مقرر کیا تاکہ مملکت کے جملہ امور اس کے ذریعے طے پائیں، نیز حضرت معاویہؓ نے اپنی سلطنت کو مختلف محکمہ جات میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر محکمہ کا ایک سیکرٹری مقرر تھا، دمشق سے لیکر پرتگال تک پھیلی ہوئی طویل وعریض سلطنت کے چیف سیکرٹری "سرجون رومی" تھے۔ سرجون ایک انتہائی زیرک اور دانا انسان تھا، وہ امور مملکت کی ادائیگی میں گہری نظر رکھتا تھا۔ اس کا والد شام کی فتح سے پہلے ہرقل کا وزیر مال تھا۔ اس نے فتح شام کے سلسلے میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

(الحضارۃ العربیہ جلد ۲، صفحہ ۵۸)

"سرجون بن منصور رومی کی خداداد قابلیت اور اعلیٰ صلاحیت نے حضرت معاویہؓ کو دیوہیکل سلطنت کے نظام کو چلانے میں بڑی مدد دی۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے گورنروں اور دیگر مرکزی عہدیداروں کی تفصیل تو

اسی کتاب میں دوسری جگہ آ رہی ہے۔ تاہم آپ کی مملکت کے مختلف محکموں میں عبداللہ بن اوس غسانی محکمہ مال، عبداللہ بن محمد حمیری محکمہ خاتم، عبدالرحمن بن دراج محکمہ امور عامہ، جبیر بن حمی امور مملکت، سلیمان بن سعید محکمہ تعلیم کے سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ (کتاب الوزراء الجہشیاری صفحہ ۲۵/۳۶)

محکمہ پولیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں محکمہ پولیس کو نئی بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا۔ آپ نے پولیس میں انقلابی تبدیلیاں کیں، نہ صرف یہ کہ پولیس کا کام جرائم کی روک تھام اور عدالتی فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا تھا بلکہ سماج دشمنوں کی سرکوبی، حکومتی احکام کے نفاذ میں تعاون اور حدود الہیہ کا قیام بھی پولیس کے فرائض میں شامل تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انسپکٹر جنرل پولیس کا عہدہ پہلے قیس بن حمزہ اور پھر زمل بن عمرو کے پاس رہا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پولیس کو بہت اختیار دے رکھے تھے۔ اس کے باوجود اگر کسی جگہ پولیس کی زیادتی کی کوئی خبر آتی تو ان کے لئے سخت سزائیں مقرر تھیں۔ آپ کے دور میں محکمہ پولیس اور عدلیہ کے چھوٹے بڑے تمام اہلکاروں کی تنخواہیں دیگر افسروں سے زیادہ تھیں۔

اہم جرائم کی تفتیش کے لئے مخصوص پولیس کا محکمہ بھی آپ ہی نے قائم کیا۔ آج کل اسی محکمہ کو سی۔ آئی۔ اے (C.I.A) سٹاف کہا جاتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب نور رحم اور دیگر فتنوں نے سر اٹھایا تو آپ نے ان کی دہشت گردی اور تخریب کاری کو روکنے کے لئے اعلیٰ سطحی پولیس کا ایک اور محکمہ قائم کیا۔ مجرموں کو سخت سے سخت سزائیں دینے کے لئے خصوصی عدالتیں قائم کیں۔ پاکستان میں قائم ہونے والے محکمہ ایف۔ آئی۔ اے (F.I.A) کی طرز پر سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خصوصی محکمہ قائم کیا۔ اس کو ابتدائی طور پر صرف صوبوں کی سطح تک تشکیل دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو صوبہ شام، جعد بن قیس تمیمی کو عراق کے محکموں کا سربراہ چنا گیا۔ (الادب المفرد، صفحہ ۲۳۴)

CamScanner

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پاسداری کا اہتمام

علامہ ذہبیؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ جمعہ کے روز دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:

"ان المال مالنا والفیء فیئنا من شئنا اعطینا ومن شئنا منعنا"

"جو کچھ مال ہے وہ سب ہمارا ہے اور جو کچھ مال غنیمت ہے وہ بھی صرف ہمارا، ہم جس کو چاہیں گے، دیں گے اور جس سے چاہیں گے روک لیں گے۔"

آپ نے یہ بات کہی اور کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ دوسرا جمعہ آیا، آپ نے پھر وہی بات کہی، کسی نے اس کا جواب نہ دیا، تیسرا جمعہ آیا، آپ نے پھر وہی بات کہی تو ایک آدمی اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ہرگز نہیں، مال ہمارا ہے اور غنیمت کا مال بھی ہمارا ہے، جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا، ہم تلواروں کے ذریعے اللہ تک اس کا فیصلہ لے جائیں گے۔ یہ سن کر آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور اس آدمی کو بلا بھیجا اور اندر لے گئے، لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں، آپ نے حکم دیا کہ سب دروازے کھول دیئے جائیں اور لوگوں کو اندر آنے دیا جائے۔ لوگ اندر آگئے تو اس شخص کو حضرت معاویہؓ نے اپنے قریب بٹھایا ہوا ہے، اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ اس شخص کو زندگی عطا فرمائے، اس نے مجھے زندہ کر دیا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ فرماتے تھے:
"میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جو غلط بات کہیں گے، ان کی نکیر نہ ہوگی اور ایسے حکمران جہنم میں جائیں گے، تو میں نے یہ بات پہلے جمعہ میں کہی اور کسی نے جواب نہ دیا، پھر دوسرے جمعہ میں کہی، کوئی نہ بولا، مجھے فکر ہوگئی کہ شاید میں برے لوگوں میں تو

نہیں، حتیٰ کہ تیسرا جمعہ آیا اور اس شخص نے میری بات پر نکیر کی، اور مجھے ٹوکا، تو مجھے امید ہوئی کہ میں ان حکمرانوں میں سے نہیں۔
(بحوالہ سیرۃ الصحابہ، جلد ۶، صفحہ ۱۳۶)

شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دنیا میں پڑ کر آخرت کے مواخذہ کو بالکل فراموش کر دیا تھا۔ لیکن یہ بات حقیقت واقعہ سے بہت دور ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کا تذکرہ سن کر لرزہ براندام ہوجاتے تھے اور روتے روتے ان کی حالت غیر ہوجاتی تھی۔

(ترمذی ابواب الزہد بحوالہ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین ندوی جلد ۲، صفحہ ۴۳)

آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:
"تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے مشوروں میں شریک کیا کرو، اپنے معاملہ میں ان کو گواہ بنالیا کرو، کیونکہ وہ مضبوط اور قوی آدمی ہیں۔ (ابن حجر مکی تطہیر الجنان)

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے چند اہم نمونے

✵— حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے بارے میں مصری مورخ محمد حسین ہیکل لکھتا ہے:

"معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دانشمند آدمی تھے، ان کی دانشمندی ان کی آنکھوں پر اغراض کا پردہ نہیں پڑنے دیتی تھی۔ حلیم الطبع تھے۔ ان کی بردباری انہیں طاقت کے استعمال سے روکتی تھی۔ وہ بالغ نظر تھے۔ ان کی حکومت سے لوگ مانوس ہوگئے تھے۔ انہوں نے اپنی خوش کلامی، حسن اخلاق اور تدبر سے لوگوں کا دل موہ لیا تھا۔"
(عمر فاروق اعظم، صفحہ ۳۵۷)

CamScanner

✺— ادب المفرد میں ہے:

"شروع شروع میں جب رومیوں کو مرعوب کرنا مقصود تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شان وشوکت کے ساتھ رہنا شروع کیا۔ اس وقت آپ کے دروازے پر دربان ہوتے، زرق برق لباس پہنتے، شاندار گھوڑے پر سواری کرتے، لیکن سب کو معلوم ہوگیا کہ یہ سب کچھ دین کے لئے تھا۔ شام کے سرحدی علاقوں میں جاسوسوں کی کثرت کی وجہ سے آپ اعلیٰ معیار زندگی رکھتے تھے۔ لیکن آپ کی خلافت کا دائرہ وسیع ہوا تو آپ کی زندگی ایک نہایت سادہ اور فقیر منش انسان کی زندگی معلوم ہوتی تھی۔ فقیر کی تمکنت، امیر کی مسکنت کا نمونہ تھی، آپ عوام کے جھرمٹ میں بیٹھتے، ان کی فریادیں سنتے، دسترخوان پر امیر وغریب یکساں طور پر شریک ہوتے، ان کے ساتھ کھانا کھاتے، معمولی خچر پر سواری کرتے۔"

✺— امام اوزاعیؒ کی رائے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں آپ کی کیفیت کے بارے میں ان کے استاد امام یونس بن جضریہ کا بیان ہے:

"میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ معمولی سواری پر سوار تھے۔ ان کا غلام ان کے پیچھے بیٹھا تھا اور اس وقت ان کے جسم پر جو کپڑا تھا، اس کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔"

(کتاب الزھد امام احمد بن حنبل)

✺— الادب المفرد میں ہے:

"ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جامع مسجد دمشق میں خطبہ دے رہے تھے۔ ان کی قمیص پھٹی ہوئی تھی۔"

✺— امام بخاری ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مجلس میں تشریف لائے

CS CamScanner

تو لوگ ادب سے کھڑے ہونے لگے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: "جو شخص اس سے خوش ہو کہ خدا کے بندے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (الادب المفرد)

✱— تطہیر الجنان میں ابن حجر مکی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت پر تبصرہ کرتے ہیں:

"باوجود ایک مقتدر اور عظیم فرمانروا ہونے کے معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزاج نہایت سادہ پایا تھا۔ وہ تمام حالات میں اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو، ہر شخص سے لطف و کرم سے پیش آتے تھے۔ یہ ہمدردی ایسے شخص کے ساتھ اس وقت بڑھ جاتی تھی، جب کوئی بے حیثیت آدمی ان کے سامنے کوئی شکایت لے کر پیش ہوتا، وہ اسلامی مساوات کے بڑی سختی کے ساتھ قائل تھے۔"

خلیفہ ہفتم حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت

(مدت خلافت 9 سال ○ آغاز خلافت 64 ہجری ○ شہادت 73 ہجری)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد حضرت زبیر بن عوام عشرہ مبشرہ کے صحابی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس طرح آپؓ نجیب الطرفین تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نہایت صاف گو، راست باز، دین کے معاملے میں کھری اور کھلی بات کرنے والے تھے۔ آپؓ کی تربیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں ہوئی، موصوف خلفاء راشدین کے ادوار میں کئی جنگوں میں شریک ہوئے، کئی مہموں میں آپؓ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے یزید کی ولی عہدی پر دیانت دارانہ اختلاف کیا۔ آپؓ کو اس اختلاف کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی، حتیٰ کہ آپؓ نے اسی راستے میں جان جانِ جاناں کے سپرد کر دی۔ یزید کی امارت قبول کرنے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں نے اختلاف کیا، دونوں ہی اسی راستے میں شہید ہوئے، دونوں میں ایک سے کوفیوں نے دھوکہ کیا، ایک سے شامیوں نے دھوکہ کیا۔ ایک نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا، تو دوسرا نواسہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھا۔ ایک کی لاش کی بے حرمتی کی گئی، دوسرے کا سر بھی سولی پر کئی روز تک چڑھایا گیا۔ ایک کو شہید کرنے والے کوفی اور شیعان علی تھے۔ تو دوسرے کو ذبح کرنے والا حجاج بن یوسف اور اس کے ہمنوا تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کے تخت پر بیٹھنے کے بعد علی الاعلان اس کی امارت کے خلاف بغاوت کر دی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں کئی سربرآوردہ شخصیات نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس طرح حجاز عرب کا بیشتر علاقہ یزید کی عملداری سے نکل کر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زیرِ نگین آگیا۔ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لئے یزید کی طرف سے حصین بن نمیر ایک بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا، کئی روز تک محاصرہ جاری رہا، محاصرہ کے دوران ہی یزید کی وفات کی اطلاع ملی۔ حصین بن نمیر نے محاصرہ ختم کر کے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

(از تاریخ ملت، جلد اول، صفحہ ۵۲۹)

یزید کے بعد حجاز میں مستقل طور پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہو گئی، مصر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ عراق و شام میں محدود پیمانے پر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا گیا۔

ادھر یزید کی جانشینی کے طور پر مروان بن حکم اور اس کے بعد عبدالملک سریر آرائے حکومت قرار پائے تھے۔

CS CamScanner

خلیفہ کو مشکلات کا سامنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پے در پے دونوں حکمرانوں سے جنگ کرنا پڑی۔ عبدالملک بن مروان عہد عثمانیؓ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا۔ اس کی نشوونما بھی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس کو فضلائے مدینہ سے صحبت اٹھانے کا کافی موقع ملا۔ عبدالملک علم و فضل کے ساتھ ساتھ فہم و فراست اور تدبر و لیاقت میں اپنی مثال آپ تھا۔ تاہم اسکی حکومت میں حجاز عرب کسی اور کے قبضہ میں ہو یہ اسے گوارا نہ تھا۔ عراق پر قابض ہونے کے بعد اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے حجاز روانہ کیا۔ حجاج جمادی الاول ۷۲ھ میں طائف میں خیمہ زن ہوا۔ حجاج یہاں سے تھوڑی فوج کو میدان عرفات بھیجتا رہا اور یہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوج سے مقابلہ ہوتا رہا۔ حجاج نے جبل ابوقیس پر منجنیق نصب کر کے کعبہ پر بمباری شروع کر دی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر کعبہ پر بمباری حج کی وجہ سے روک دی گئی۔ موسم حج کے بعد پھر بمباری شروع کر دی گئی، اس بمباری سے کعبہ کو سخت نقصان پہنچا۔ محاصرے نے طول کھینچا تو مکہ مکرمہ سخت قحط کی لپیٹ میں آگیا۔ اس دوران ایک ایک کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان سے جدا ہونے لگے، یہاں تک کہ ان کے دو بیٹے بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

اس موقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حکم سے پیچھے ہٹنے یا فرار ہونے کی بجائے پروانہ وار داد شجاعت دیتے ہوئے آگے بڑھے، بالآخر جام شہادت نوش کیا، آپؓ کی لاش کو خلیفہ عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔ جسد مقام حجون پر آپؓ کے سر کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ آپؓ کی شہادت 17 جمادی الاخری 73 ہجری کو ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ 9 سال تک حجاز عرب و مصر میں خلیفہ رہے۔ آپؓ کا زیادہ وقت باہمی آویزش اور جنگ وجدال میں گزرا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پورے 9 سالہ دور حکومت میں ایک لمحہ بھی سکون میسر نہ آیا۔ تاہم آپؓ کا طرز حکومت الٰہی بنیادوں پر استوار رہا، جو پہلے خلفاء راشدینؓ نے قائم کی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کے مطابق اصلاحات نافذ کیں، عمال حکومت کی تقرری، پہلے خلفاء کے احکام کی پیروی کی، محکمہ محاصل اور محکمہ احتساب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز کے مطابق قائم رکھا۔

مکہ اور مدینہ میں حرمین شریفین کے تقدس اور بیرونی مہمانوں کے لئے نئی نئی تعمیرات کا آغاز کیا — حدود شرعیہ، اقامت صلوٰۃ، قرآنی تعلیم وتربیت اور اسلامی جذبہ جہاد کو فروغ دیا گیا۔

خلافتِ راشدہ کے دور کا یہ آخری چراغ تھا جو باہمی مناقشوں اور جنگی نزاع کے اندھیروں میں بھی ٹمٹماتا رہا۔ بالآخر خلافت کا یہ سورج 9 سال تک لمعہ افروز رہنے کے بعد اپنے ہی بہی خواہوں کے ہاتھوں غروب ہوگیا۔

خلافت راشدہ کے بعد خلافت راشدہ کی تصویر

حضرت سیدنا عمر (ثانی) رحؒ بن عبدالعزیز

اسلامی تاریخ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا نام ایک اولوالعزم فرمانروا اور عدل و انصاف کے نامور پیکر کے طور پر مشہور ہے۔ اگرچہ آپ شرف صحابیت سے مزین نہ تھے، تاہم ایک تابعی اور صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خوشہ چین اور

شاگرد کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کے کردار، اخلاق اور اعلیٰ اوصاف میں خلفاء راشدین کی جملہ خصوصیات کا رنگ جھلکتا تھا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی ولادت :

آپ کی ولادت مصر کے قصبہ حلوان میں 61ھ میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپؒ کی والدہ کے چچا تھے۔ آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو ایک دن بے ساختہ بولے "امی جان! میں اپنے ماموں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسا بننا چاہتا ہوں۔" چند دنوں کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی پرورش کیلئے، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی والدہ سے آپؒ کو مانگ لیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عاصم کا نکاح بنی ھلال کی ایک لڑکی سے ہوا، جس سے ام عاصم پیدا ہوئیں۔ بعد ازاں ام عاصم عبدالعزیز سے بیاہی گئیں، انہی کے بطن سے حضرت عمر (ثانی)ؒ پیدا ہوئے۔ نسبت فاروقی کیلئے آپ کا یہی شرف کافی تھا، تاہم آپ کی خدا ترسی، معاملہ فہمی اور تدبر نے بنی امیہ کے اس عظیم شاہکار کو نابغہ روزگار بنا دیا۔

بطور گورنر مدینہ :

آپ کی پرورش مدینہ منورہ میں ہوئی، اس وقت آپ کے والد عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر تھے۔ تکمیل علم کے بعد آپ کی پہلی تقرری بطور گورنر مدینہ ہوئی۔ آپ نے اس پہلی ذمہ داری کو ایسے اعلیٰ اسلوب سے نبھایا کہ تمام صوبوں میں آپ کے تدبر، حسن اخلاق کا چرچا ہو گیا۔

آپ کے مزاج میں ظرافت اور تنعم کا غلبہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کا عنبر اور خوشبو استعمال کرتے تھے لیکن گورنر بنتے ہی سادگی کے ریکارڈ قائم کر دیئے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے نظام عدل کو خلافت راشدہ کا تتمہ اور لاحقہ قرار دیا گیا ہے۔ اس زریں عہد سے ایک طرف تو معلوم ہو گا کہ خلفاء راشدین کے فوراً بعد خلافت راشدہ کے مکمل خاتمہ کا دعویٰ باطل ہے، دوسری طرف یہ بھی پتہ چلے گا کہ خلفاء راشدین کے علاوہ اگر کوئی شخص اسی نظام عدل کو دوبارہ زندہ کرنا چاہے تو بلا تامل ایسا کر سکتا ہے۔

CS CamScanner

خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمرؒ (ثانی)

بن عبدالعزیز کا طرز حکومت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم کی اولاد میں ایک جلیل القدر نامی اور خدا ترس انسان عمرؒ بن عبدالعزیز کی شکل میں پیدا ہوا۔ آپ کو جس وقت سلطنت عطا ہوئی، اس وقت اسلامی حکومت ۴۵ لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپؒ نے حکمرانی کے باب میں عزیمت اور اولوا العزمی کا وہی راستہ اختیار کیا جو پہلے چار خلفاء کے منہاج پر قائم تھا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سوا دو سال تک تخت خلافت پر متمکن رہے لیکن اس مختصر سی مدت میں ایک مرتبہ پھر اسلام کی وہی اقدار زندہ ہوئیں، قرآن و سنت کی انہی تشریحات کو تجرباتی کسوٹی پر پرکھا گیا، جن کی بنیاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا بطور خلیفہ پہلا خطبہ :

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے پہلے خطبے میں جس خدا ترسی اور احساس ذمہ داری کا اظہار کیا وہ ایک رعایا پرور اور نیک دل حکمران ہی کا طرۂ امتیاز ہو سکتا تھا۔

ابن اثیر نے آپؒ کے پہلے خطبے کے الفاظ کو اس طرح نقل کیا ہے:

"قالت فاطمة امراته، دخلت عليه وهو فى مصلاه ودموعه تجرى على لحيته فقلت احدث شئى؟ فقال انى تقلدت امر امة محمد فتفكرت فى الفقير الجائع والمريض والغازى والمظلوم والمقهور والغريب الاسير والشيخ الكبير وذاالعيال الكثير والمال القليل، واشباههم فى

اقطار الارض، فعلمت ان سالنی ربی عنهم یوم القیمة وان حمی دونهم محمد ﷺ الی الله فخشیت ان لاتثبت حجتی عندالخصومة فرحمت نفسی فبکیت"

(تاریخ الکامل ابوالحسن عزالدین ابن اثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۲ مطبوعہ شام بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت، جلد ۲، صفحہ ۱۰۲)

ان کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ میں ایک بار آپ کے پاس گئی، آپ جائے نماز پر تھے اور آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر تھی۔ میں نے پوچھا! "کیا کوئی نئی بات ہوگئی ہے۔" آپ نے فرمایا! "میں نے پوری امت کی ذمہ داری لے لی ہے، لہٰذا میں بھوکے فقیروں، بے سہارا مریضوں، مجاہدین، مظلوم، ستم رسیدہ افراد، غریب الدیار قیدیوں، بہت بوڑھے افراد اور ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بکثرت اہل وعیال والے ہیں مگر مالدار نہیں ہیں، اور مختلف علاقوں میں بسنے والے اسی قسم کے دوسرے افراد کے بارے میں متفکر تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ عنقریب قیامت کے دن اللہ مجھ سے ان کے بارے میں پوچھے گا اور اللہ کے حضور میرے مقابلہ میں ان لوگوں کے وکیل محمد ﷺ ہوں گے۔ مجھے ڈر لگا کہ جرح میں میری بات ثابت نہ ہو سکے گی۔ تو میں اپنی جان پر ترس کھا کر رونے لگا۔"

دنیا بھر کے کسی حکمران کے قلب و جگر میں احساس ذمہ داری، خدا ترسی اور رعایا پروری کا ایسا حسین مرقع اور رائی بھر شمہ بھی مل سکتا ہے؟ لاکھوں مربع میل کے عظیم حکمران کا یہ وہ احساس خوف تھا جو حکمرانی کی اصل روح ہے، جس کا نام ونشان بھی عہد حاضر کے فرمانرواؤں میں نہیں ملتا، نام کو تو ہر آدمی خود کو خادم قوم کہتا ہے۔ لیکن یہ الفاظ اپنے معنی کی حقیقی پہنائیوں کے لحاظ سے جن سربراہوں اور حاکموں پر صادق آتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے یہی خلفاء اور نائب تھے، جنہوں نے آنے والی نسلوں کے سامنے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا تھا کہ قوم کی اصل خدمت کیا ہے، رعایا

پروری کس کو کہتے ہیں۔ مجبوروں، مظلوموں، ناداروں اور غریبوں کی دادرسی کی کتنی اہمیت ہے ایک آدمی کی جائز حاجت کی تکمیل اور عوام کی ضروریات کا ایفاء باب حکمرانی میں کیا مقام رکھتا ہے۔

ابن عبدالحکیم نے سیرۃ عمرؒ بن عبدالعزیز میں آپ کی طرف یہ اعلان بھی منسوب کیا ہے۔

"وما احد منکم تبلغنی حاجته الاحرصت ان اسد من حاجته ماقدرت علیه"

"تم میں سے جس کسی کی بھی ضرورت کا علم مجھے ہوگا، اس کی ضرورت پوری کرنے کی میں حتی الامکان کوشش کروں گا"

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور میں رعایا پروری اور احساس ذمہ داری کے چند واقعات

ذیل میں ہم حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور کے چند اہم واقعات نقل کرتے ہیں۔ جن سے خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے طرز حکمرانی اور نظام مملکت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ دور حکومت اگر صرف دو (2) سال تک محیط رہا تاہم اس کی ضیاء گستری اور روشنی آنے والے دور کیلئے نشان راہ کا کام دے رہی ہے۔

خلافت کا نصب العین: خلافت کے بعد آپ نے تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی، نہ کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔ بنی مروان اور بنی امیہ کے سربر آوردہ افراد، شرفائے عرب اور امراء لشکر آپ کے دروازے پر منتظر تھے کہ آپ کی جانب سے کیا احکامات صادر ہوتے ہیں۔ تین دن کے بعد اجلاس عام فرمایا، لوگوں کو شریعت کے مطابق حق و انصاف قائم کرنے کی تلقین کی، کتاب و سنت کو رواج دیا، عادلانہ سیرت پر چلے، دنیا کو خیرباد کہا، زہد و قناعت کو شعار بنایا، احکام

CS CamScanner

اسے کو زندہ کرنے کے لئے زندگی وقف کر دی اور حیات مستعمار کے آخری لمحات تک اسی روش پر قائم رہے۔

منصب رسالت اور منصب خلافت: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے لوگوں کو خطبہ دیا' اس میں فرمایا: "لوگو! تمہارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں' نہ اس کتاب کے بعد جو آپ پر نازل کی گئی ہے کوئی کتاب ہے۔ جو چیزیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے حلال ٹھہرادیں وہ قیامت تک حلال رہیں گی اور جن چیزوں کو آنحضرت ﷺ کی زبانی حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام رہیں گی۔

خوب سمجھ لو! میں فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں' میں تو بس اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں' میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا' بلکہ پہلوں کے راستے پر چلوں گا۔ سن رکھو! اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں' میں تم سے بہتر نہیں ہوں' بلکہ تمہیں میں سے ایک فرد ہوں۔ ہمیشہ میری ذمہ داریوں کا بار تم سب سے گراں ہے۔ لوگو! سب سے افضل عبادت فرض کا ادا کرنا اور محرمات سے بچنا ہے۔ بس مجھے یہ عرض کرنا تھا۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں۔

احیائے سنت نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے بے وطن لوگوں کو (جو اپنے اپنے علاقوں سے اپنی ضرورتوں کے لئے دارالخلافہ میں آئے ہوئے تھے) جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا اس میں فرمایا:۔

> لوگو! اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ' کیونکہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں تمہیں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو' دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے' میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں سے بہترین آدمی ہیں' ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بروں سے اچھے ہیں اگر کسی

شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے تو میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے۔ (اطلاع ملنے پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور جس پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا، یونہی یہاں آیا ہوا ہے، اسے اپنی جگہ واپس جانا چاہئے، آئندہ میں اسے یہاں نہ دیکھوں۔

دیکھو! میں نے اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس مال کو ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ اب اگر تم کو دینے میں بھی بخل کروں تو پھر میں پرلے درجہ کا کنجوس ٹھہرا۔ بخدا! اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کر سکوں یا حق و انصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

قحط میں خلیفہ کی حالت

رعایا کی خوشحالی اور فقر و فاقہ سے نجات کے بارے میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز بھی اپنے پیشرو خلفاء کی طرح بے حد حساس تھے۔ ان کے سامنے غریبوں کی تنگدستی کا واقعہ پیش ہوتا تو وہ یکدم تڑپ اٹھتے۔ امام غزالیؒ "التبرا المسبوک فی نصائح الملوک" میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جس کے پورے متن کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں ایک دفعہ زبردست قحط پڑا تو عرب سے لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ کے پاس آئے، انہوں نے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے ایک آدمی کو منتخب کیا، اس شخص نے کہا! "اے امیر المومنین! ہم ایک شدید ضرورت کے سبب آپ کے پاس آئے ہیں، ہمارے جسم کی چمڑی سوکھ گئی ہے کیونکہ اب ہڈیاں بھی میسر نہیں آتیں اور ہماری مشکل کا حل صرف بیت المال کے ذریعے ممکن ہے۔ اس مال کی حیثیت تین میں سے ایک ہو سکتی ہے یا تو یہ خدا کے لئے ہے یا بندگان خدا کے لئے یا آپ کے لئے اگر یہ خدا کے لئے ہے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں

اگر بندگان خدا کے لئے ہے تو اسے انہیں دے دیجئے اور اگر آپ کا ہے تو صدقہ کے طور پر ہمیں دے دیجئے، اللہ صدقہ کرنے والوں کو اجر دے گا۔"

"یہ سن کر خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے فرمایا! "اس کی حیثیت وہی ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے اور حکم دے دیا کہ ان لوگوں کی ضروریات فوری طور پر بیت المال سے پوری کی جائیں۔"

علامہ ابن قیم جوزیہ نے آپ کی سیرۃ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ مدینہ منورہ سے آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کرتے ہوئے پوچھا۔

"فلاں مقام پر جو فقیر بیٹھا کرتے تھے، ان کا کیا حال ہے!
انہوں نے کہا کہ "وہ لوگ اب وہاں نہیں بیٹھتے، اللہ نے ان کو ایسا کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔"
تب آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا!

ابن قتیبہ الدینوری کے مطابق حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو رعایا کی خوشحالی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ دور دراز سے شکایت لیکر آنے والوں سے دریافت کرتے تھے کہ
"تم نے لوگوں کو شادی کی محفلیں منعقد کرتے اور دعوتیں کرتے دیکھا ہے۔"
جس سے آپ کا مقصد رعایا کی خوشحالی کا اندازہ لگانا ہوتا تھا۔ ایک بار آپ کے پاس کسی گورنر کا قاصد آیا تو آپ نے اس سے علاقہ کے حالات تفصیل سے دریافت کئے اور یہ بھی معلوم کیا کہ اشیاء کے نرخ کیسے ہیں۔
کتاب الخراج میں ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے والیوں کو تاکید کر رکھی تھی کہ بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانے کی تدابیر اختیار کریں۔ آپ نے عراق کے گورنر کو لکھا تھا کہ بیت المال کے فاضل مال سے کاشت کاروں کو زرعی قرضے دیئے جائیں۔
(ابو عبید کتاب الاموال صفحہ ۲۵۱)

کوفہ کی ایک خاتون کا واقعہ: ایک عورت کوفہ سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئی، عرض کیا: امیر المومنین کی طرف سے وظائف تقسیم ہوئے ہیں ان میں سے نہ مجھے کچھ ملا، نہ میری بیٹیوں کو" فرمایا "تیرا کون گواہ ہے؟" کہنے لگی "وہاں کے سارے چودھری اور جان پہچان کے لوگ اس کی گواہی دیں گے۔" فرمایا: "اچھا شام کو آئیو، میں تجھے ایک تحریر لکھ کر دوں گا، پھر فرمایا "ذرا ٹھہرو! خدا جانے شام تک کون جئے، کون مرے؟ جاتو فاطمہ بنت عبدالملک (حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ) کے پاس جا بیٹھ (میں ابھی لکھے دیتا ہوں) یہ خاتون، فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس جا بیٹھیں، تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؒ گھر تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی ڈالا۔ اس عورت نے فاطمہ سے کہا "آپ سر کا کپڑا ٹھیک کر لیجئے، یہ آدمی آپ کو کھلے سر دیکھ رہا ہے" فاطمہ نے کہا "تم نہیں جانتیں یہ کون ہیں؟" یہ امیر المومنین ہیں، وضو کے لئے پانی لے رہے ہیں" اس عورت کا بیان ہے کہ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے تحریر لکھ دی۔

چراغ ٹھیک کرنے کا واقعہ: ایک رات کچھ لوگ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حاضر خدمت تھے کہ چراغ مدھم ہو گیا، آپ نے اٹھ کر اسے ٹھیک کر دیا، حاضرین نے عرض کیا: امیر المومنین! اس خدمت کے لئے ہمیں فرما دیا جاتا۔ فرمایا: "کوئی بات نہیں! میں جب اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا ـــــ اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔"

گورنروں کی تنخواہ اور حضرت عمرؒ کا زہد: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے مال سے اپنے آپ کو طلاق دے رکھی تھی، بیت المال سے جو وظیفہ ایک عام آدمی کو ملتا تھا وہی آپ لیتے تھے، اس کے علاوہ کچھ نہیں لیتے تھے ابن ابی زکریا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "امیر المومنین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" فرمایا "کہئے" عرض کیا: "میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے ایک ایک گورنر کو تین تین سو دینار تنخواہ دیتے ہیں۔" فرمایا "صحیح ہے" عرض کیا "وہ کیوں؟" فرمایا: "میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اتنے مستغنی اور خوشحال ہوں کہ انہیں خیانت کی

ضرورت نہ رہے۔" عرض کیا "امیر المومنین آپ اس کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں" یہ سن کر آپ نے اپنی کلائی سے آستین اٹھائی اور فرمایا: اس کی پرورش "مال فے" سے ہوئی ہے (بس اب وہی پسلا کھایا بہت ہے) میں دوبارہ کبھی "مال فے" سے اس کی ضیافت نہیں کروں گا۔

بیت المال کا عنبر: ایک دن عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے پاس "فے" کا کچھ عنبر لایا گیا، ان کے سیکرٹری لیث بن ابی رقیہ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے عنبر ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسے فروخت کر دیا جائے، آپ کا ہاتھ کہیں ناک کو لگا تو اس کی خوشبو محسوس ہوئی، فوراً پانی منگوا کر ہاتھ منہ دھوئے اور وضو کیا، سیکرٹری نے عرض کیا: اس عنبر میں کیا کوئی خاص بات تھی کہ آپ نے اس کی وجہ سے وضو کیا؟ فرمایا "لیث! تم بھی عجیب آدمی ہو، کیا یہ کھانے پینے کے کام آتا ہے؟ اس کا استعمال یہی تو ہے جو ہمارے ہاتھ کو لگنے کی وجہ سے ہوا۔"

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے "فے" کی کستوری لا کر رکھی گئی اس کی خوشبو آئی تو آپ نے ہاتھ سے ناک بند کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اتنی دور رکھو جہاں سے خوشبو نہ آئے۔"

بیت المال کا گرم پانی: آپ کا ایک غلام گرم پانی کا لوٹا لے کر آتا اور آپ اس سے وضو کر لیتے، ایک دن غلام سے فرمایا "غالباً تم یہ لوٹا مسلمانوں کے مطبخ میں لے جاتے ہو، اور وہاں آتش دان کے پاس رکھ کر گرم کر لیتے ہو؟" عرض کیا "جی ہاں! یہی ہوتا ہے۔" فرمایا "تو نے سارا ستیاناس کر دیا۔" پھر مزاحم سے فرمایا: "یہ لوٹا بھر کر گرم کرو اور دیکھو اس میں کتنا ایندھن صرف ہوتا ہے۔ پھر ان تمام دنوں کا حساب کر کے اتنا ایندھن مطبخ میں داخل کرو۔"

ایک بار سخت سردی کی رات میں آپ کو غسل کی حاجت ہوئی، خادم نے پانی گرم کر کے پیش کیا۔ دریافت فرمایا: "کہاں گرم کیا ہے؟" عرض کیا "عام مطبخ میں" فرمایا "پھر اسے اٹھا لو" اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا "امیر المومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی ذات پر رحم کیجئے، اگر مطبخ کا گرم شدہ پانی

اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کر دیجئے۔" چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا۔

خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غلہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے: "میں نے ہر چیز مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی ہے، البتہ چشمہ سویداء میرا اپنا ہے، چنانچہ وہاں چٹیل زمین، جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا میں نے حاصل کی پھر جو وظیفہ مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ ملتا ہے اس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔ اس زمین کا غلہ آیا جس کی مالیت دو سو دینار اور ایک بوری صیحانی کھجور اور عجوہ کھجور تھی، آپ نے فرمایا: "لاؤ یہ عجوہ کھجور ان حضرات (حاضرین مجلس) کے سامنے پیش کرو، یہ بڑی فرحت افزا اور صحت بخش ہیں۔" عورتوں نے سنا کہ آپ کے پاس مال آیا ہے، تو انہوں نے آپ کے ایک کم سن صاحبزادے کو بھیجا کہ اسے اس مال میں سے کچھ عنایت فرمایا جائے، لڑکا آیا تو آپ نے فرمایا "اسے ان کھجوروں کی ایک مٹھی دے دو۔" مٹھی بھر کھجوریں لے کر بچہ تو خوشی خوشی چلا گیا۔ مگر جب عورتوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں ہیں تو اس سے کہا: "جاؤ! یہ کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دو" لڑکا آیا، کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دیں اور دیناروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرت عمرؓ نے ولید بن ہشام سے فرمایا: "ولید! اس کا ہاتھ پکڑ لو" ولید نے بچے کا ہاتھ پکڑ لیا، حضرت عمرؓ نے اس کے لئے طویل دعا کی، چند الفاظ یہ تھے۔

> "اے اللہ! اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! آپ ہی فیصلہ کریں گے لوگوں کے درمیان اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یہ مال اس بچے کے لئے اسی طرح مبغوض بنا دیجئے جس طرح فلاں شخص کے لئے آپ نے اس کو محبوب بنایا ہے۔"

دعا سے فارغ ہو کر فرمایا: "ولید! اس کا ہاتھ چھوڑ دو" بچے کے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو گیا اور اس نے ایک دینار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔" ایک شخص نے عرض کیا: "امیر المومنین!

آپ کی دعا قبول ہو گئی۔"

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان دو سو دینار کی زکوۃ نکالو۔" جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا اس نے عرض کیا امیر المومنین! اس باغ کا عشر ادا کیا جا چکا ہے۔" فرمایا "بیٹا! یہ تیری محنت تھوڑا ہی ہے۔ چنانچہ پانچ دینار زکوۃ کے الگ کر دیئے گئے آپ نے فرمایا "کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اس کے پاس لانے لے جانے کے لئے کوئی خادم بھی نہ ہو۔" لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے، حضرت عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہاں مجھے یاد آیا' وہ فلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے' وہ بے چارا برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے' اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اسے پکڑ کر لائے اور واپس لے جائے۔ آپ نے فرمایا "اس رقم میں سے ایک خادم کی قیمت نکال لو' خادم درمیانی عمر کا ہو' نہ اتنا بڑا ہو کہ اسے ڈانٹا کرے' نہ اتنا کم عمر ہو کہ اس کی خدمت سے عاجز ہو۔" چنانچہ اس رقم سے پینتیس (۳۵) دینار اس کے نکال لئے گئے' بعدازاں حضرت عمر رحمہ اللہ نے اس شخص کو بلایا جو آپ کے گھر کے خرچ اخراجات کا متولی تھا' اس سے فرمایا: "یہ دینار لے لو' ہمارے اہل و عیال پر خرچ کرو یہاں تک کہ میرا وظیفہ جو مسلمانوں کے ساتھ مجھے ملتا ہے حاصل ہو جائے' یا اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی فیصلہ فرما دیں۔"

غلام اور خچر: حضرت عمرؒ کے پاس ایک غلام تھا اور ایک خچر۔ وہ غلام اس خچر کے ذریعہ محنت مزدوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت عمر رحمتہ اللہ علیہ نے اس غلام سے حال احوال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے' آپ کے اور اس خچر کے سوا باقی سب لوگ خیریت سے ہیں۔" فرمایا "جا تو آزاد ہے"

خوفِ الٰہی: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک سے حضرت عمرؒ کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں: "اللہ کی قسم! وہ اور لوگوں سے زیادہ نماز' روزہ تو نہیں کرتے تھے' لیکن اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا' وہ اپنے بستر پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے' تو خوف خداوندی کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑپھڑانے لگتے' یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ ان کا

CamScanner

دم گھٹ جائے گا اور لوگ صبح کو اٹھیں گے تو خلیفہ سے محروم ہوں گے۔

ایک رات حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ سورۃ واللیل اذا یغشی پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

"فانذرتکم نارا تلظی" "پس میں نے تم کو ڈرا دیا بھڑکتی ہوئی آگ سے۔"

تو ہچکی بندھ گئی، دم گھٹ گیا، آگے نہیں پڑھ سکے، دوبارہ پھر نئے سرے سے شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت ہوئی، اور آگے نہیں پڑھ سکے، بالآخر یہ سورۃ چھوڑ کر دوسری سورۃ پڑھی۔

یاد آخرت: ایک بار حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ کسی سفر کے لئے نکلے، حضرت عمرؒ نے اپنا سامان اور خیمہ وغیرہ پہلے سے آگے نہیں بھجوایا تھا۔ منزل پر پہنچے تو ہر شخص اپنے خیمے میں، جو اس نے پہلے سے بھجوا رکھا تھا، چلا گیا، اور سلیمان کے لیئے جو خیمہ نصب کیا گیا تھا وہ اس میں فروکش ہوا۔ حضرت عمرؒ کہیں نظر نہ آئے تو سلیمان نے کہا انہیں تلاش کرو، غالباً انہوں نے کوئی خیمہ نہیں بھیجا تھا، تلاش کی گئی تو دیکھا گیا کہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے ہیں، سلیمان کو اطلاع کی گئی، آپ کو بلایا اور دریافت کیا: "ابو حفص! کیوں رو رہے تھے؟" فرمایا: "امیر المومنین! رونے کا سبب یہ ہوا کہ مجھے قیامت کا دن یاد آگیا۔ دیکھئے! میں نے گھر سے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی، مجھے یہاں کچھ نہیں ملا، اسی طرح قیامت میں بھی جس نے جو چیز آگے بھیجی ہوگی وہی اسے ملے گی۔"

خوف آخرت: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص سے فرمایا: "میں نے گذشتہ رات ایک سورت پڑھی جس میں زیارت کا ذکر ہے یعنی:

الھکم التکاثر۔ حتی زرتم المقابر

غافل رکھا تم کو بہتات کی حرص نے، یہاں تک کہ تم نے (مر کر) قبروں کی زیارت کی۔

اب بتاؤ زیارت کنندہ اپنے میزبان کے پاس کب تک رہے گا؟ آخر اسے وہاں سے واپس لوٹنا ہے مگر کہاں؟ یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف (مطلب یہ کہ قبر ابدی قیام گاہ نہیں، ابدی قیام گاہ تو جنت یا دوزخ ہے)

دابق کی راتیں: ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنی اہلیہ محترمہ فاطمہ کے پاس تھے، ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "فاطمہ! آج کی بہ نسبت دابق کی راتوں میں ہم زیادہ عیش و راحت میں تھے۔"

عرض کیا "آج آپ کو جتنی قدرت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی (عیش و راحت کا سامان کیا مشکل ہے) یہ سن کر آپ کی چیخ نکل گئی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے فاطمہ! "مجھے دوزخ کی آگ سے ڈر لگتا ہے۔ فاطمہ! اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل: ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا آپ نے اسے فرمایا کہ آٹھ درہم کا کمبل خرید کر لاؤ، وہ صاحب خرید کر لائے۔ آپ نے اسے بہت پسند کیا اور ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: "بڑا نرم ہے" یہ سن کر وہ صاحب بے ساختہ ہنسنے لگے، آپ نے فرمایا "عجیب احمق آدمی ہو، بلاوجہ ہنستے ہو" وہ صاحب کہنے لگے: "احمق نہیں ہوں، دراصل مجھے یاد آیا کہ ایک بار جب کہ آپ گورنر تھے، آپ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کے لئے ایک عمدہ قسم کی گرم چادر خرید کر لاؤں۔ میں نے آٹھ سو کی چادر خرید کر پیش کی تو آپ نے اسے پر ہاتھ رکھتے ہی فرما دیا تھا: "بڑی کھردری قسم کی اٹھا لائے۔" اور آج ماشاء اللہ آٹھ درہم کے موٹے سے کمبل کو فرمایا جا رہا ہے کہ بڑا ملائم ہے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور بیساختہ ہنسی آگئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص آٹھ آٹھ سو کا کمبل خریدتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ سے بھی ڈرتا ہے۔"

ایک ہی کرتا: ایک دن حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو جمعہ کے لئے ذرا دیر ہو گئی، لوگوں نے اعتراض کیا، اس پر فرمایا "میں نے اپنی قمیص دھوئی تھی، اس کے سوکھنے کے انتظار میں دیر ہو گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیمار تھے، مسلمہ بن عبدالملک عیادت کے لئے آئے، دیکھا کہ کرتا بہت میلا ہو رہا ہے، اپنی ہمشیرہ فاطمہ بنت عبدالملک زوجہ عمر بن

عبدالعزیزؒ سے کہا: "ان کی قمیص کیوں نہیں دھو دیتیں" فاطمہ نے کہا: "بخدا! ان کے پاس بس یہی ایک قمیص ہے اگر اسے اتار کر دھوئیں تو اتنی دیر ان کو بغیر قمیص کے رہنا ہو گا۔"

مجلس برخاست کرنے کا معمول: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو جب کسی کام کے لئے تنہائی کی ضرورت ہوتی اور حاضرین مجلس کو اٹھانا چاہتے، تو کسی کو یہ نہیں فرماتے تھے کہ لوگوں کو اٹھا دیا جائے بس یہ فرمایا کرتے: "جی ہاں! جب آپ چاہیں! اللہ آپ پر رحم فرمائے"

کھانے میں اسراف کی اصلاح: خاندان بنی امیہ میں مسلمہ بن عبدالملک سب سے زیادہ مالدار، تنعم پرست اور کھانے پینے میں فضول خرچ تھے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو ان کی کھانے پینے میں فضول خرچی کا قصہ پہنچا تو ایک دن ان سے فرمایا کہ کل صبح سویرے آپ کے پاس آئیں، گھر میں فرمایا کہ آج مسور کی دال کا ثرید بنایا جائے، اس کے علاوہ عمدہ قسم کا سالن تیار کیا جائے۔ مسلمہ صبح سویرے گئے اور دن چڑھے تک آپ کے پاس رہے، بھوک لگی تو اٹھ کر جانے لگے، حضرت عمرؒ نے ان کو روک لیا اور فرمایا "ذرا تشریف رکھئے" بیٹھے بیٹھے دوپہر ہو گئی، وہ پھر اٹھنے لگے تو فرمایا "ذرا تشریف رکھئے" جب حضرت عمر رحمہ اللہ نے محسوس کیا کہ اب یہ بھوک سے بیتاب ہو رہے ہیں تو کھانا منگوایا، مسور کی دال کا ثرید پیش کیا گیا۔ مسلمہ دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑے اور یوں کھانے لگے جیسے کوئی بھوک سے مرا جاتا ہو، جب پیٹ بھرنے میں کچھ کسر باقی نہ رہی تو حضرت عمر رحمہ اللہ نے یہ کھانا اٹھوا دیا اور عمدہ، لذیذ اور بہترین کھانا طلب فرمایا، جب کھانا لایا گیا تو مسلمہ سے فرمایا "تناول فرمائیے" کہنے لگے: "میں سیر ہو چکا ہوں، اب اور گنجائش نہیں" آپ نے فرمایا "جب مسور کا ثرید بھی کافی ہو سکتا ہے تو کھانے میں فضول خرچی کرنے اور جہنم میں گھسنے کی کیا ضرورت؟" حضرت عمرؒ کا مقصد انہیں نصیحت کرنا اور ادب سکھانا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمہ نے اپنی پہلی حالت کی اصلاح کر لی۔

CS CamScanner

صاحبزادیوں کی معاشی حالت: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی صاحبزادیوں کے پاس تشریف لے جاتے حسب معمول ایک رات ان کے یہاں گئے تو آپ کی آہٹ پاتے ہی انہوں نے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لئے اور دروازے کی طرف لپکیں۔ آپ نے خادمہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے بتایا کہ ان کے پاس شام کے کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، مجبوراً انہوں نے مسور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا ہے۔ ان کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کو ان کے مُنہ کی بو محسوس ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؒ رو پڑے اور صاحبزادیوں سے فرمایا: "بیٹی! تمہیں اس سے کیا نفع ہو گا کہ تم رنگا رنگ کے کھانے کھاؤ اور تمہارے باپ کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں۔" یہ کہہ کر حضرت عمرؒ واپس آگئے اور صاحبزادیوں کی روتے روتے چیخیں نکل گئیں۔

لونڈی کا قصہ: ایک بار فاطمہ بنت عبدالملک کی لونڈی پر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی نظر پڑی، فاطمہ کو محسوس ہوا کہ غالباً یہ لونڈی آپ کو پسند ہے، دریافت کیا: "امیر المومنین! کیا یہ آپ کو پسند ہے؟" فرمایا "وہ ہے ہی ایسی" فاطمہ نے لونڈی کو آراستہ و پیراستہ کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دریافت کیا: "تو پہلے کس کے پاس تھی؟" ...... عرض کیا: "فاطمہ کے والد عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہبہ کیا تھا۔" فرمایا "عبدالملک سے پہلے کس کے پاس تھی؟" اس نے بتایا کہ میں دراصل بصرہ کے فلاں خاندان کی ملک تھی وہاں کے گورنر نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور عبدالملک نے فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔ یہ قصہ سن کر آپ نے قاصد کو بلایا اور بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ "یہ لونڈی اس کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائے۔"

مدینہ طیبہ سے تعلق: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جب مدینہ طیبہ سے نکلے تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور رونے لگے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: "مزاحم! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں سے نہ ہوں جنہیں مدینہ شریف باہر نکال پھینکتا ہے۔"

مقروضوں کا قرض، کنواروں کی شادی اور ذمیوں کی دیکھ بھال:

آپ نے زید بن عبدالرحمن بن عمر بن خطاب کو جو کوفہ کے گورنر تھے۔ لکھا: "تم نے لکھا ہے کہ لشکر کے وظائف ادا کرنے کے بعد بھی تمہارے پاس بہت سا مال جمع ہے۔ ایسا کرو جس شخص کے ذمہ قرض ہو، بشرطیکہ وہ اس کی غلط روی کا نتیجہ نہ ہو۔ اس کا قرض ادا کر دو، جو شخص (مہر کی رقم پر) قادر نہیں اس کی شادی کر (کے مہر بیت المال سے ادا کر) دو۔" زید نے پھر لکھا کہ مال اب بھی بچ رہا ہے، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کے جواب میں لکھا: "ذمیوں کو مضبوط کرو، وہ ہمیں ایک دو سال ہی کے لئے مطلوب نہیں۔" (بلکہ ان کی ضرورت ہمیشہ ہے۔)

ایک حبشن لونڈی کا خط: خلیفہ کے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے برید (سرکاری ڈاک لانے والا) کا یہ دستور تھا کہ جب وہ ڈاک لے کر چلتا تو (راستہ میں) جو لوگ اسے کوئی خط دیتے ان سے وصول کر لیتا، ایک بار وہ مصر جا رہا تھا کہ "ذی اصبح" کی آزاد کردہ "فرتونہ السوداء" نامی حبشن لونڈی نے اسے خط دیا، جس میں (خلیفہ کے نام) تحریر تھا کہ اس کے احاطے کی دیواریں پست ہیں لوگ انہیں پھلانگ کر اندر آ جاتے ہیں اور اس کی مرغیاں چوری ہو جاتی ہیں (قاصد نے یہ خط آپ کو لا کر دیا) تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے ذی اصبح کی لونڈی فرتونہ السوداء کے نام ـــ تمہارا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے مکان کی دیواریں نیچی ہیں اور لوگ انہیں پھلانگ کر تمہاری مرغیاں چرا لے جاتے ہیں۔ میں نے ایوب بن شرجیل کو، جو مصر میں نماز کے امام اور جنگ کے افسر اعلیٰ ہیں لکھ دیا ہے کہ وہ تمہارے مکان کی مرمت کرا کر اسے پوری طرح محفوظ کرا دیں۔" (والسلام)

اور ایوب بن شرجیل کو خط لکھا:۔

"اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی جانب سے ابن شرجیل کے نام"
اما بعد: ذی اصبح کی لونڈی فرتونہ نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں اور اس کی مرغیوں کی چوری ہو جاتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا مکان محفوظ کر دیا جائے۔ ——— جب میرا یہ خط ملے تو خود سوار ہو کر وہاں پہنچو اور اپنی نگرانی میں اس کا مکان محفوظ کراؤ۔" (والسلام)

جب ایوب بن شرجیل کو خلیفہ کا یہ فرمان پہنچا تو فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر "الجیزہ" کا رخ کیا۔ وہاں پوچھتے پوچھاتے فرتونہ نامی حبشی بڑھیا کے گھر پہنچے، دیکھا کہ وہ بے چاری کالی کلوٹی نہایت مسکین بڑھیا ہے۔ اسے بتایا کہ امیر المومنین نے تمہارے بارے میں مجھے یہ حکم نامہ بھیجا ہے چنانچہ اس کے مکان کی مرمت کرا کر اسے محفوظ کر دیا۔

قیام عدل میں مدد کرنے والوں کو انعام: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اہل مواسم (حج میں آنے والوں) کے نام مندرجہ ذیل تحریری پیغام بھیجا:۔

"اما بعد! جو شخص کسی بے انصافی کو دفع کرنے کے لئے یا ایسے امر کے لئے جس سے اللہ تعالیٰ خاص و عام کے دین کی اصلاح کر دیں۔ ہمارے پاس آئے گا اسے اس کی حالت اور مسافت کے مطابق ایک سو دینار سے تین سو دینار تک انعام دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس کے لئے بعد مسافت اس کام سے آڑے نہ آئے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کسی حق کو زندہ کر دے یا کسی باطل کو مٹا دے، یا اس کے ذریعہ کسی خیر کا دروازہ کھول دے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ بات لمبی ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے تمہیں ارکان حج میں رکاوٹ پیدا ہوگی تو میں ان

باتوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا اور باطل کی ان چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے، مفصل ذکر کرتا۔ یہ کام تمہارے لئے صرف اللہ تعالیٰ نے کیا، اس کے سوا کسی اور کو اس کام کے کرنے والا نہیں پاؤ گے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیتا تو میں بھی دوسروں جیسا ہوتا۔" (والسلام)

حاکم کے لئے دستور العمل

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے (عمال کے نام) تحریر فرمایا:۔

اللہ کے بندے عمر امیرالمومنین کی طرف سے حکام کے نام،

امابعد: جو شخص امور سلطنت میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوا وہ اپنے اس ابتلاء کے علاوہ جو اس کی ذات سے متعلق ہے دنیا میں بہت بڑی آفت میں مبتلا ہوا، اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عافیت اور اپنی نصرت سے نوازے، اس ابتلا سے بڑھ کر کونسی آزمائش ہو سکتی ہے۔ جس میں آدمی کو قول و فعل کی آزادی ہو؟ اب اگر وہ اس (حکومت کے کسی کام) میں ذرا بھی نفسانی خواہش یا ذاتی رنجش کی طرف مائل ہوگا تو یہ نہایت گھناؤنی اور قابل مواخذہ بات ہوگی، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں اور بخش دیں۔ میں تو صاحب سلطنت کی حیثیت اس زر خرید غلام کی سی پاتا ہوں، جسے آقا نے اپنی زمین کی نگرانی پر مقرر کر دیا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس زمین کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے، اگر وہ عمدہ کارکردگی دکھائے گا تو اچھے اجر کا مستحق ہوگا، پس تم اپنے آپ کو تمام معاملات میں اسی مرتبہ میں سمجھو، اپنی پسند (کے حاصل کرنے) اور

ناپسند (کے دفع کرنے) میں صبر سے کام لو (یعنی حکم خداوندی کے خلاف نہ ہو) اور ہر پوشیدہ اور ظاہر امر میں اپنے نفس کو اس چیز پر مجبور کرو جس کے ذریعہ تمہیں اپنے پروردگار کے یہاں نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب تم اپنی اس دنیا سے جدا ہو اور ممکن ہے کہ یہ جدائی بہت جلد ہو جائے۔ تو نیکوکار اور مستحق اجر ٹھہرو، اپنے گذشتہ زمانے کے گذشتہ اعمال کو سوچا کرو، ان میں جو ناپسندیدہ ہوں ان کی اصلاح کر لو، قبل اس کے کہ کسی دوسرے کو ان کی اصلاح کرنا پڑے اور اس سلسلہ میں تمہیں لوگوں کی چہ میگوئیوں کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے؟ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم یہ کام اس کی خاطر کر رہے ہو تو اس پر دنیا میں پیش آنے والے خطرات سے وہ خود ہی تمہاری کفایت فرمائے گا۔ مزید برآں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس رعایا کا تمہیں نگران بنایا ہے، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرو، البتہ ایسی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا ہو اس کی پردہ پوشی تمہارے لئے روا نہیں ہوگی، اپنی چاہت اور اپنے غصہ کے وقت ضبط نفس سے کام لو، تاکہ حتی الامکان وہ معاملہ بہتری اور خوش اسلوبی سے طے ہو جائے اور جب تم سے کوئی فیصلہ جلدی میں ہو جائے یا کسی معاملہ میں اپنی چاہت یا اپنے غصہ کا دخل ہو تو اس فیصلے سے رجوع کر لیا کرو۔

"یہ نصیحتیں جو میں نے تم کو لکھی ہیں اپنی استطاعت کے مطابق حق سمجھ کر لکھی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے عمل کی اصلاح فرمائیں۔ وہ ہماری اس زندگی اور موت کے بعد کی تمام گرانباریوں کی عمدہ کفایت فرمائیں۔" (والسلام)

خلافت سے وفات تک: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کے بعد نہ کوئی نئی سواری خریدی، نہ کسی عورت سے نکاح کیا، نہ نئی باندی رکھی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا اور خلافت سے وفات تک کبھی آپ کو کھل کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ خلافت سے وفات تک آپ نے تین مرتبہ کے سوا کبھی غسل جنابت نہیں کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کبھی اس کی نوبت نہیں آئی۔

خلیفہ کا قاصد اور اس کا استقبال: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قاصد جب بصرہ آتا تو جونہی لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہوتی وہ جوق در جوق استقبال کے لئے نکل آتے قاصد کی آمد ہمیشہ وظیفے کی زیادتی مال کی تقسیم، کسی خیر کے حکم یا کسی شر سے ممانعت کا پیغام لاتی، لوگ قاصد کیساتھ چل کر مسجد پہنچتے اور قاصد وہاں خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سناتا۔ جس دن قاصد آپ کے انتقال کی خبر لایا لوگ حسب معمول اس کے استقبال کے لئے نکلے، مگر آج وہ بجائے کسی خوشخبری سنانے کے رو رو کر آپ کے انتقال کی خبر سنا رہا تھا، لوگ اس عظیم حادثہ اور مصیبت پر روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور قاصد نے وہاں آپ کی وفات کا خط پڑھ کر سنایا۔

آٹھواں باب

خلافتِ راشدہ کا جغرافیہ اور وسعتِ سلطنت

آنحضرت ﷺ کی عالمگیر شخصیت اور آپ کی آفاقی حیثیت کا تقاضا تھا کہ آپ کا نظام آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی عدل و مساوات کا مینہ برساتا رہے۔ اس کے درخشندہ اصولوں سے انسانیت عافیت کا راستہ پاتی رہے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں اس کا پیغام پہنچتا رہے۔ اس کی رعایا پروری، خدا ترسی، اور انسانیت دوستی کے زریں جواہر پاروں سے ایک جہاں امن کا گہوارہ بنا رہے۔ بساط ارض پر راحت و چین کی بدلی برستی رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء جب مسند نبوت کے امین اور وارث بنے تو انہوں نے جس اولوالعزمی اور حیرت انگیز جدوجہد کے ذریعے نبوت کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کیا وہ انہی نادر روزگار شمشیر آزماؤں کا حصہ تھا، جن کی زندگیوں کا جہاز ایک طویل عرصہ تک مصائب و آلام کے سمندروں میں ہچکولے کھاتا رہا، نوائب و عواقب کے اتھاہ غاروں میں انکھیلیاں لیتا رہا۔ بالآخر انسانیت کے سب سے بڑے رہبر ﷺ کے جانشینوں نے کائنات کے دشت کو اس نصب العین سے آراستہ کر دکھایا جو تیئس (23) سال میں آسمانوں سے نازل ہو کر تکمیل کے خلعت سے آراستہ ہو رہا تھا۔

جس انسانیت نے دور نبوی ؐ کے لعل و گہر سمیٹے تھے۔ بالآخر وہ حریم شباب تک آپہنچی، شجرہ طیبہ کی شگفتہ شاخیں ایک گل سر سبز کی مانند صحن چمن میں پھیلنے لگیں۔ گلستان عالم کو نوید بہار ملی، دور اور بہت دور یہ مہک پہنچی، اتنی دور کہ جس دوری کا تصور

بھی عہد رسالت میں ممکن نہ تھا۔ ایک طرف مدینہ کی ریاست کو دیکھتے، دوسری طرف پر نگال کی وادی پر نظر رکھتے، ادھر صحرائے حجاز ہے تو دوسری طرف ساحل مکران ہے۔ ادھر مط وجی ہے تو ادھر افریقہ کے دور افتادہ جزیرے ہیں۔ ہزاروں میلوں سے بھی کہیں آگے آنحضرت ﷺ کا پیغام لیکر آپ کے خلفاء نے چراغاں کیا۔ قیصر روم غارت ہوا، کسرائے ایران کے بیخ و بن اکھڑ گئے۔ ہرقل ویزدگر کی عظمتیں ہوا ہو گئیں۔ باذان بن ساسان غلامی کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوا۔ —— ظلمت جہل کافور ہوئی، اندھیارے چھٹ گئے، نصف سے بھی زیادہ دنیا پر ساری انسانیت کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا۔ اس شان و آن سے کہ صحیفۂ فطرت تکمیل کا زیور پہنتا ہے۔ حجت تمام ہوتی ہے، ہر کوچے میں اسلام کا پیغام سنایا جاتا ہے، ہر خطے میں محمد ﷺ کے پیغام رساں اترتے ہیں۔ مبلغوں نے، تاجروں نے، علماء نے، سفراء نے، گورنروں نے، صرف خلفاء ہی نے نہیں بلکہ خلفاء کے ہر رفیق نے ہر جگہ، ہر گوشے کو پیغام محمدی ﷺ سے ہم آغوش کیا۔

شرف انسانیت کے تمام قوانین جو انتہائی شکل میں آنحضرت ﷺ پر مکمل ہوئے تھے۔ ان سے آپ کے خلفاء نے نصف دنیا کو نصف صدی تک زمزمہ سنج کیا۔

خلفاء راشدین کے ادوار کی
مدتِ خلافت، وسعتِ سلطنت اور جغرافیہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

دو (2) سال، تین (3) ماہ، دس (10) دن

11 ہجری ربیع الاول سے 13 ہجری جمادی الثانی تک

وسعتِ سلطنت:

گیارہ لاکھ (11,00,000) مربع میل (مدینہ سے شام تک)

خلیفہ دوئم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

دس (10) سال ' چھ (6) ماہ ' (10) دس دن

13 ہجری جمادی الثانی سے 24 ہجری تک (تاریخ طبری و ابن ہشام)

وسعتِ سلطنت:

بائیس لاکھ (22,00,000) مربع میل (از ابن سعد و ابن ہشام)

خلیفہ سوئم حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

بارہ (12) دن کم (12) بارہ سال

24 ہجری سے 35 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

چوالیس لاکھ (44,00,000) مربع میل

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

تقریباً ساڑھے پانچ سال

35 ہجری سے 40 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

بائیس لاکھ (22,00,000) مربع میل

CS CamScanner

خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

پانچ (5) ماہ، چھبیس (26) دن (یعنی تقریباً چھ (6) ماہ)

20 رمضان 40 ہجری سے 15 ربیع الاول 41 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

بائیس لاکھ (22,00,000) مربع میل

خلیفہ ششم حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان رض

مدتِ خلافت:

انیس (19) سال تک

41 ہجری سے 60 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار (64,65,000) مربع میل (تاریخ ابن خلدون)

خلیفہ ہفتم حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

مدتِ خلافت:

نو (9) سال تک

64 ہجری سے 73 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

نو لاکھ (9,00,000) مربع میل (بمع حجاز عرب)

CS CamScanner

خلیفہ ہشتم حضرت سیدنا عمر (ثانی) رحمہ اللہ بن عبد العزیز

مدتِ خلافت:

دو (2) سال، چار (4) ماہ، چند دن

99 ہجری سے 101 ہجری تک

وسعتِ سلطنت:

چوالیس لاکھ (44,00,000) مربع میل

عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ایضاً

نقشہ شام

عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

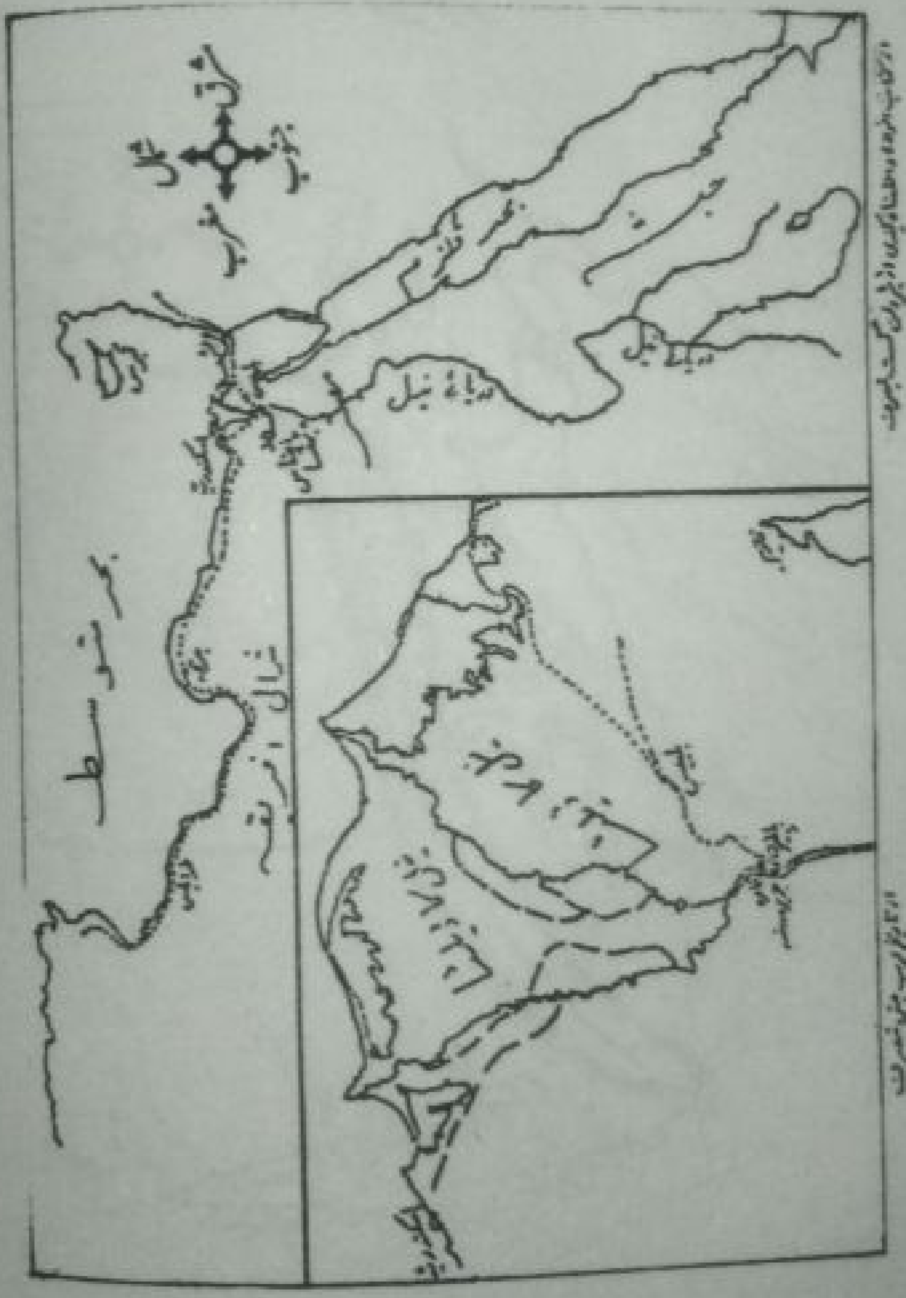

ایضاً

(دولت قیصر و کسریٰ (روم و ایران) بشمول حجاز عرب و نصف ایشیاء خطہ)

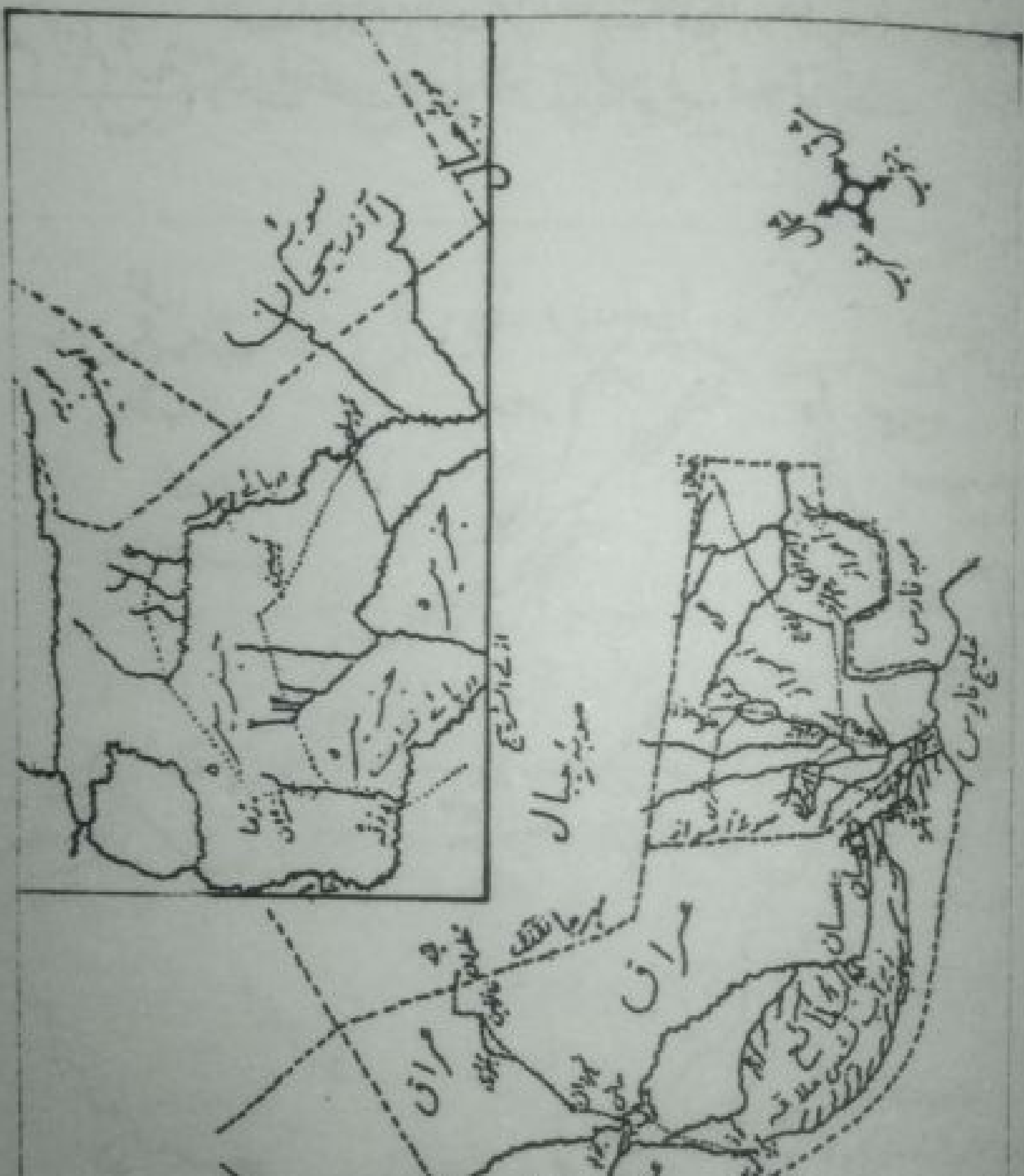

عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اہم گزارش: حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار اور وسعت سلطنت کو اس نقشہ کے ساتھ لف تصور کیا جائے۔ (از مؤلف)

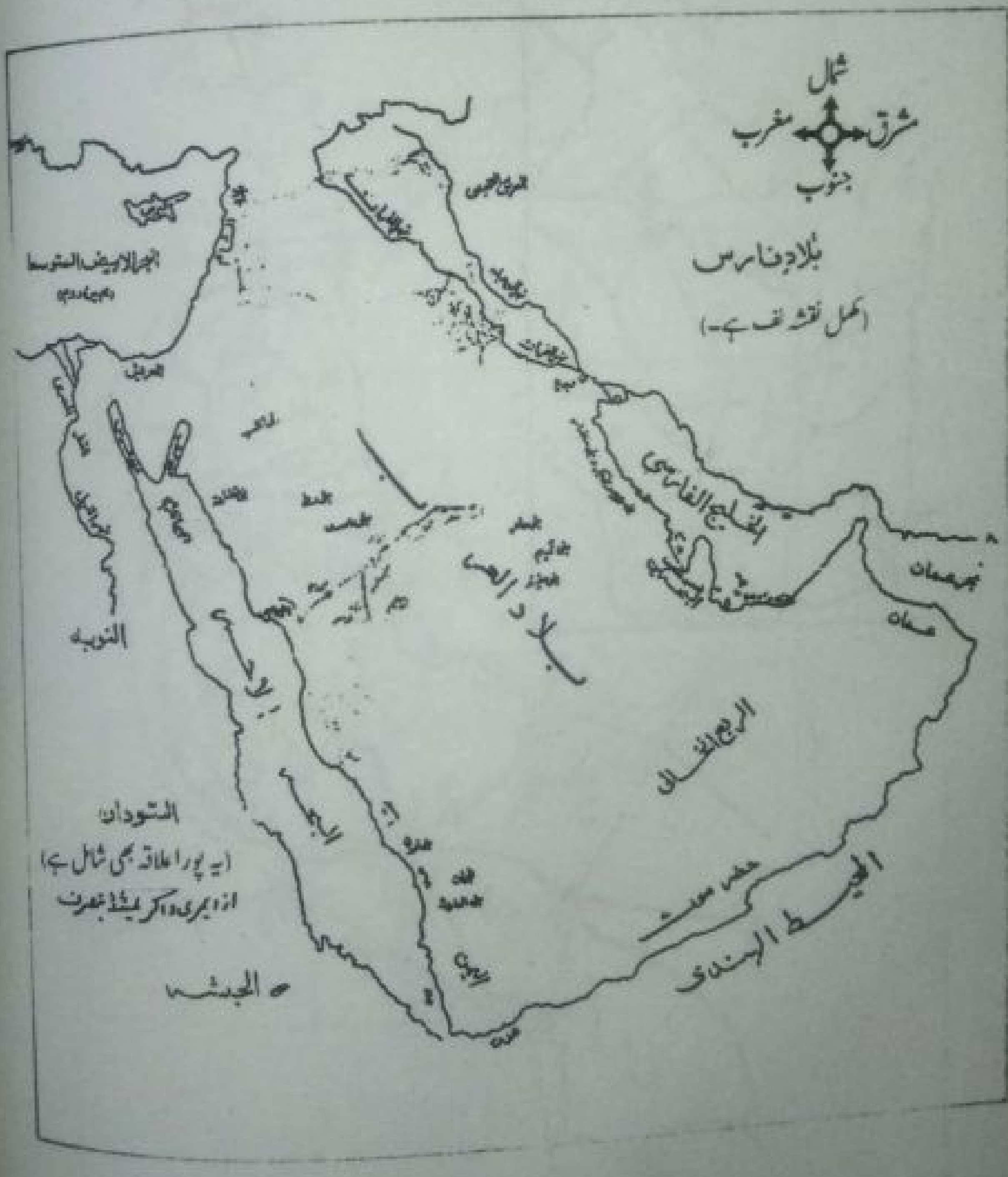

نواں باب

خلفاءِ راشدین کی اسلامی حکومتوں کے آئین اور دستوری نکات

خلافت راشدہ اسلام کا وہ آئینہ خانہ ہے جس میں قرآنی حکومت کی ساری تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حکومت جس کی بنیاد ایک ہجری (۱ھ) کو مدینہ منورہ میں رکھی گئی تھی، انہی بنیادوں کو خلفاء کے پچاس سالہ ادوار حکومت میں مستحکم کیا گیا۔ خلفاء اسلام نے رائی برابر بھی آنحضرت ﷺ کے قوانین سے انحراف نہیں کیا۔

9 لاکھ مربع میل سے 64 لاکھ مربع میل تک پھیلنے والی وسیع وعریض اسلامی حکومت کے اساسی منشور اور بنیادی دستور کے چند اہم نکات ملاحظہ فرمائیں۔

قانون مملکت کی بنیادیں

(ا)— "یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر"
(القرآن سورۃ نساء آیت ۵۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حاکم وقت کی جو تم

میں سے (منتخب) ہو، پس اگر تمہارے درمیان کسی بات میں جھگڑا پڑ جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔"

(2)— "علیکم بکتاب اللہ احلوا حلالہ و حرموا حرامہ"
(الحدیث)

ترجمہ: "تم پر لازم ہے کہ اللہ کی کتاب کی پیروی کرو، اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال رکھو اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھو۔" (از کنز العمال و طبرانی و مسند احمد وغیرہ)

(3)— "ان اللہ فرض علیکم الفرائض فلا تضیعوھا و حرم حرمات فلا تنتھکوھا و حد حدوداً فلا تعتدوھا و سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا" (مشکوۃ باب الاعتصام)

ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو، کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے، بغیر اس کے کہ اسے نسیان لاحق ہوا ہو، اس کی کھوج میں نہ پڑو۔"

(4)— "ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" (القرآن سورۃ الحشر آیت ۷)

ترجمہ: "جو چیز تمہارے رسول تمہیں دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ"

(5)— "من اقتدی کتاب اللہ لا یضل فی الدنیا ولا یشقی فی الآخرہ"

ترجمہ: "جس نے کتاب اللہ کی پیروی کی وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا، نہ آخرت میں بدبخت کہلائے گا۔" (مشکوۃ باب الاعتصام)

CamScanner

ہر سوسائٹی کے لئے نصب العین

✹— "فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم"
(القرآن سورۃ المائدۃ آیت ۴۸)

ترجمہ: "لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر۔"

عدالتی قوانین کے لئے اہم اصول

✹— "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"
(القرآن سورۃ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: "اور لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

بیوروکریٹس یا ارکان دولت کی تقرری کے لئے قانون

(1)— "ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها"
(القرآن سورۃ النساء، آیت ۵۸)

ترجمہ: "بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر امانت کو اس کے اہل کے سپرد کرو"

(2)— "وامرت لاعدل بینکم"
(القرآن سورۃ الشوریٰ آیت ۱۵)

ترجمہ: "ہر معاملے میں انصاف (عدل اجتماعی) کا حکم دیتا ہوں۔"

CS CamScanner

عالمگیر بھلائی کا حکم

(1)— "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" (القرآن سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ: "اور ضروری ہے کہ تم میں سے ایک جماعت دنیا کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔"

(2)— "کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" (القرآن سورۃ آل عمران آیت ۳)

ترجمہ: "تم دنیا میں سب سے بہترین افراد (صحابہ کرامؓ) ہو، جنہیں دنیا بھر سے چنا گیا ہے کیونکہ تم اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"

اہل رائے کی مجلس مشاورت کے قیام کا حکم

(1)— "وامرھم شوری بینھم" (القرآن سورۃ الشوری آیت ۳۸)

ترجمہ: "ان کے امور باہم مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔"

(2)— "وشاورھم فی الامر" (القرآن سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: "آپس میں مشاورت کیا کرو"

مشاورت کے بارے میں حضرت فاروق اعظمؓ کی تصریح

(1)— "من دعا الی امارة نفسه او غیره من غیر مشورة من المسلمین فلایحل لکم ان لاتقتلوه" (کنز العمال جلد ۵)

ترجمہ: "جو شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لئے دعوت دے تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ اسے قتل نہ کرو"

(2)— "لاخلافة الاعن مشورة" (کنز العمال جلد ۵)

ترجمہ: "مشورہ کے بغیر کوئی خلافت نہیں۔"

اسلامی خلیفہ یا سربراہ مملکت یا ارکان دولت کے فرائض

(1)— "الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوة وآتوا الزکوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر" (القرآن سورة الحج آیت ۴۱)

ترجمہ: "جن لوگوں کو ہم زمین پر اقتدار دیں گے، وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔"

(2)— "ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه" (القرآن سورة الشوریٰ آیت ۱۳)

ترجمہ: "یہ کہ دین کو قائم کرو اور باہم تفرقہ بازی نہ کرو۔"

(3)— "یکون الدین کله لله" (القرآن سورة الانفال آیت ۳۹)

ترجمہ: تمام دین اللہ کیلئے ہو جائیں۔

(4)— "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته فالامام اعظم الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته" (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

ترجمہ: "خبردار رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک اپنی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب پر حکمران ہو وہ ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

(5)— "مامن وال یلی رعیته من المسلمین فیموت وهو غاش لهم الا حرام الله علیه الجنة" (بخاری کتاب الاحکام)

ترجمہ: "کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو۔ اگر

اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرنے والا تھا، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔"

(6)— "مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجهد لهم ولا ینصح الالم یدخل معهم فی الجنة (مسلم کتاب الامارۃ)

ترجمہ: "کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اسکی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

(7)— "یا اباذر انک ضعیف وانها امانة وانها یوم القیمة خزی وندامة الامن اخذ بحقها وادی الذی علیه فیها" (کنز العمال جلد ۶)

ترجمہ: "آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابوذر، تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے۔ قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگا، سوائے اس شخص کے جو اس کا پورا پورا لحاظ کرے اور جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، اسے ٹھیک ادا کرے۔"

(8)— "من اخون الخیانة تجاوز الوالی فی رعیته" (کنز العمال، جلد ۶)

ترجمہ: "کسی حاکم کا اپنی رعیت میں تجاوز کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔"

افسران حکومت کے بارے میں نہایت زریں اصول

(٭)— "من ولی لنا عملاً ولم تکن زوجه فلیتزوج ومن لم یکن له خادم فلیاخذ خادماً ومن لیس له مسکن فلیتخذ مسکنا، اولیس له دابة فلیتخذ

دابۃ فمن اصاب سوی ذلک فھو خائن او سارق"

(کنز العمال جلد ٦)

ترجمہ: "جو شخص ہماری حکومت کے بارے میں کسی عہدے پر فائز ہو، اگر بیوی نہ رکھتا ہو شادی کر لے، اگر خادم نہ رکھتا ہو خادم رکھ لے، اگر گھر نہ رکھتا ہو گھر لے لے، اگر سواری نہ رکھتا ہو سواری لے لے، اس سے آگے جو قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور۔"

حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصریحات

حضرت عمروؓ بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ بنو قضاعہ پر عامل صدقات مقرر کر کے روانہ کرنے لگے تو خلیفہ اول نے درج ذیل ہدایات جاری کیں:

"باطن و ظاہر میں اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، وہاں سے اس کو رزق دیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، اس کا اجر بڑھاتا ہے، تم اللہ کے ایسے راستے میں ہو جس میں افراط و تفریط اور مداہنت کی گنجائش نہیں ہے۔ جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ پس! تم سستی اور کاہلی مت اختیار کرو۔" (تاریخ طبری)

کنز العمال جلد ٦ میں ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص حکمران ہو، اس کو سب سے زیادہ حساب دینا ہو گا اور وہ سب سے زیادہ سخت خطرے میں مبتلا ہو گا اور جو حکمران نہ ہو، اس کو ہلکا حساب دینا ہو گا اور اس کے لئے ہلکے عذاب کا خطرہ ہے کیونکہ حکام کے لئے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں

کہ ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں پر ظلم ہو اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔"

حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریحات

✵— "لوهلك حمل من ولد العنان ضياعاً بشاطی الفرات خشيت ان يسالني الله"

ترجمہ: "دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا۔" (کنز العمال، جلد ۵)

ایک اور موقع پر فرمایا:

✵— لومات الكلب جوعاً على شط الفرات انا مسئول يوم القيمة ؎

ترجمہ: "اگر دریائے فرات پر کتا بھی بھوک سے مرگیا، میں اس کا بھی ذمہ دار ہوں"

نظام خلافتِ راشدہ میں حکومت کی فرمانبرداری کی حدود

عورت کی بیعت کے موقع پر قرآن نے فرمایا:

✵— "ولا يعصينك في معروف"

ترجمہ: "وہ کسی امر معروف کے بارے میں آپ کی نافرمانی نہ کرے گی۔"

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

✵— "السمع والطاعة على امر المسلم فيما احب اوكره مالم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية

فلا سمع ولا طاعة" (بخاری کتاب الاحکام باب نمبر۴)

ترجمہ: "ایک مسلمان پر اپنے امیر کی اطاعت فرض ہے، خواہ اس کا حکم اسے پسند ہو یا ناپسند تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا، تو پھر کوئی سمع وطاعت نہیں۔"

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

✹— "لاطاعة فی معصية الله انما الطاعة فی المعروف" (مسلم کتاب الامارة)

ترجمہ: "اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف اچھے کاموں میں ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

✹— "من امركم من الولاة بمعصية الله فلا تطيعوه" (کنز العمال، جلد۶)

ترجمہ: "جو کوئی حکمران تمہیں اللہ کی نافرمانی کا حکم دے، اس کی اطاعت نہ کرو۔"

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احکامات

✹— "من ولی امر امة محمد ﷺ شيئاً فلم يقم فيهم بكتاب الله فعليه لعنة الله" (کنز العمال، جلد۵)

ترجمہ: "جو شخص حضرت محمد ﷺ کی امت کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا، پھر اس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا، اس پر اللہ کی لعنت"

اسی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد پہلے خطبہ میں فرمایا تھا:

✹— "اطيعوا فی ما اطعت الله ورسوله فاذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لی عليكم" (کنز العمال، جلد۵)

ترجمہ: "میری اطاعت کرو، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

کرتا رہوں اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خلاف ورزی کروں تو تم پر میری اطاعت نہیں ہے۔"

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصریحات

✹— "حق علی الامام ان یحکم بما انزل الله وان یؤدی الامانة فاذا فعل ذلک فحق علی الناس ان یسمعوا له وان یطیعوا وان یجیبوا اذا دعوا"

(کنز العمال، جلد ۵)

ترجمہ: "مسلمانوں کے حکمران پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے، پھر جب وہ اسی طرح کام کر رہا ہو تو لوگوں پر فرض ہے کہ اس کی سنیں اور مانیں اور جب بلایا جائے تو لبیک کہیں۔"

ایک اور خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

✹— ما امرتکم به من اطاعة الله فحق علیکم طاعتی فیما احببتم وما کرهتم وما امرتکم به من معصیة الله فلاطاعة لاحد فی المعصیة الطاعة فی المعروف الطاعة فی المعروف الطاعة فی المعروف"

(کنز العمال جلد ۵)

ترجمہ: "میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے، خواہ وہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند اور جو میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے حکم دوں تو معصیت میں کسی کے لئے اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔"

CS CamScanner

خلافت راشدہ کے دور میں مسلم معاشرے کی بنیادیں

خلافت راشدہ کے دور میں پورا مسلم معاشرہ انہی زریں اصولوں اور مقدس قوانین کے زیر انتظام تھا جس کی بنیادیں آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت اور آپ کی نورانی تعلیمات پر استوار ہوئی تھیں۔

قرآن و حدیث میں احکامات اور خلفاء راشدین کی پچاس سالہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد میں پورا ماحول جس لائحہ عمل اور نصب العین کا آئینہ دار تھا' اس کے پانچ اہم اصول تھے۔

(1)— باہمی اخوت اور بھائی چارے کا حکم

"انما المؤمنون اخوۃ" (القرآن)

ترجمہ: "بیشک تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔"

— "المسلمون اخوۃ لافضل لاحد علی احد الابالتقوی" (الحدیث)

ترجمہ: "مسلمان بھائی بھائی ہیں' کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے' مگر تقویٰ کے ساتھ"

(2)— "یآیھا الناس الا ان ربکم واحد لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمرولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی" (الحدیث)

ترجمہ: "اے لوگو' خبردار! بیشک تمہارا رب ایک ہے' عربی کو عجمی پر' عجمی کو عربی پر' کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں' مگر تقویٰ کے ساتھ۔"

(3)— "کنتم خیرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر" (القرآن- سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

ترجمہ: "تم سب سے بہترین امت ہو جو دنیا بھر میں منتخب کیے گئے ہو، اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"

(4)— "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (القرآن- سورۃ المائدۃ، آیت ۲)

ترجمہ: "نیکی اور تقوی پر تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔"

(5)— "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة" (القرآن- سورۃ الحشر، آیت ۹)

ترجمہ: "اور ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر (دوسروں کو) اگرچہ خود ان کو ضرورت ہو۔"

CS CamScanner

دسواں باب

خلفاءِ راشدین کی مملکتوں کے ارکان دولت اور افسران بالا کی تفصیل

خلفاء راشدین کے ادوار حکومت کی بنیاد صرف اس بات پر تھی کہ خدا کی زمین پر خدا کی حاکمیت اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق سلطنت کا نظام چلایا جائے۔ خلیفہ کی حیثیت ایک نائب رسول اور آلہ کی ہے، جو اپنی طرف سے کوئی قانون وضع نہیں کرسکتا، بلکہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے مرتب کردہ قوانین، انہی کے احکامات کی روشنی میں نافذ کرتا ہے۔ اس نقطے پر بھی شیعی نظریہ مسلمانوں سے جدا ہے، جس کے مطابق امام یا حکمران اپنی طرف سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کرسکتا ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خلیفہ یا حکمران ایک نمائندہ اور ترجمان کی حیثیت سے سلطنت کا نگہبان اور محافظ ہوتا ہے۔ خدائی اصولوں اور محمدی ضابطوں کے مطابق علماء اور مجتہدین کے ذریعے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کرکے ہر جدید دور کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ خدائی دستور کے نفاذ میں وہ کسی لالچ اور حرص سے آلودہ نہیں ہوتا، وہ کسی بھی خدائی اصول کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ خلفاء راشدین نے دنیا بھر کے بڑے بڑے ملکوں میں حکومتیں قائم کیں۔ ان کے سامنے جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا

وہ سب سے پہلے اس کا حکم قرآن سے تلاش کرتے اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملتا تو وہ حدیث اور پھر اجماع صحابہؓ سے اس کا حل نکالتے۔

طبقات میں امام محمد بن سعدؒ رقمطراز ہیں:

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا، جس میں اہل رائے و فقہ سے مشورہ کی ضرورت ہوتی۔ تو اس مقصد کے لئے مہاجرین و انصار کے کچھ لوگوں کو بلاتے۔ کبھی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ جیسے متحد علماء کے ذریعے مشاورت سے مسائل کا حل نکالتے۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی مدینہ منورہ کا نظام حکومت اسی بنیاد پر قائم تھا، جو عہد رسالت ﷺ اور عہد صدیقی میں بنائی گئی تھی۔ یہ بنیاد اہل رائے کی شوریٰ (پارلیمنٹ) تھی۔ جس میں اللہ کے حکم "وامرھم شوری بینھم" پر مطابق جزئیات ترتیب دی گئی تھی۔ اسی اعتبار سے خلافت راشدہ کی حکومتوں کو شورائی اور اسلامی جمہوری کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ جس میں عوامی ضروریات کا خیال رکھنے کے لئے قرآن و حدیث اور اجماع سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ قوم و ملک کے ملی اور سماجی احساسات کے مطابق خلفاء راشدین نے مسلمانوں کے جس جدید تمدن اور ثقافت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کی اساس بھی شریعت محمدیہ تھی۔

ملکی انتظام و انصرام

اسلامی مملکتوں کا سلسلہ جتنا وسیع ہوتا اسی قدر خلفاء نظم و نسق کے دائرہ کو وسیع کرتے جاتے۔ حاصل یہ ہے کہ نظام خلافت کی اصل روح خدائی قوانین کی بالادستی اور رائے عامہ کا احترام تھا اور ان دونوں بنیادوں پر جس دور میں نظم مملکت قائم ہوگا، اسے نظام شریعت یا نظام خلافت ہی کہا جائے گا۔

CS CamScanner

خلفاء راشدین کے ادوار میں ریاستوں اور صوبوں کے گورنروں، ارکان دولت اور افسران بالا کی تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے دور کے صوبوں اور گورنروں کے نام

صوبوں کے نام	گورنروں کے نام
مکہ (حجاز)	حضرت سیدنا عتاب بن اسیدؓ (اموی)
طائف	حضرت عثمان بن ابی العاصؓ
صنعاء (یمن)	حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ
حضرموت	حضرت زیاد بن لبیدؓ
خولان	حضرت یعلی بن منیہؓ
زبید ورمع (یمن کا ایک علاقہ)	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
جند	حضرت معاذ بن جبلؓ
بحرین	حضرت علاء بن الحضرمیؓ
نجران	حضرت جریر بن عبداللہ الجبلیؓ
دومۃ الجندل	حضرت عیاض بن غنمؓ
عراق	حضرت مثنی بن حارثہؓ
جرش	حضرت عبداللہ بن ثورؓ
حمص (شام)	حضرت ابو عبیدۃ بن الجراحؓ
اردن (شام)	حضرت شرجیل بن حسنہؓ
دمشق (شام)	حضرت یزید بن ابی سفیانؓ
فلسطین (شام)	حضرت عمرو بن العاصؓ
مدینہ منورہ (دارالحکومت)	خلیفہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی نگرانی میں تھا۔

CS CamScanner

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے دور کے گورنروں اور اعلیٰ حکام کی تفصیل

عہد فاروقی میں نظام حکومت چلانے کے لئے اگرچہ آج کی طرح ہر ہر شعبہ کا علیحدہ علیحدہ افسر مقرر نہ تھا' بلکہ ایک عہدیدار کئی کئی درجن ذمہ داریوں کا حامل تھا۔ تاہم آپؓ کی مردم شناسی اور جوہر کی شناخت ناقابل فراموش تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی دو بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کرکے ہر ہر علاقے میں نہایت قابل و صاحب ترین اور صلاحیت یافتہ افراد کو تعین کیا۔ آپؓ کے انتخاب لاجواب پر تمام وزراء اور مشیران گرامی عش عش کرتے تھے۔

عہدہ و علاقہ جات	حکام کے نام
گورنر شام	حضرت ابو عبیدہؓ (صحابی عشرہ مبشرہ)
گورنر شام	حضرت یزید بن ابی سفیانؓ (بنو امیہ کے چشم و چراغ)
گورنر شام	حضرت امیر معاویہؓ (بنو امیہ کے چشم و چراغ)
گورنر مصر	حضرت عمرو بن عاصؓ (فاتحہ مصر)
گورنر کوفہ	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (آنحضرت ﷺ کے ماموں)
گورنر بصرہ	حضرت عتبہ بن غزوانؓ (مہاجرین میں سے ہیں۔ بصرہ شہر کے بانی)
گورنر بصرہ	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (جلیل القدر صحابی)
گورنر مکہ مکرمہ	حضرت عتاب بن اسیدؓ (اموی) (آنحضرت ﷺ نے ان کو گورنر مکہ مقرر فرمایا تھا)
گورنر مکہ	حضرت نافع بن حارثؓ (فضلائے صحابہؓ میں تھے)
گورنر طائف	حضرت خالد بن عاصؓ
گورنر یمن	حضرت یعلی بن امیہؓ

گورنر یمن	حضرت علاء بن الحضرمیؓ
صاحب الخراج مدائن	حضرت نعمانیؓ
کمشنر محکمہ اسٹیبلشمنٹ	
اضلاع فرات	حضرت عثمان بن حنیفؓ
گورنر جزیرہ	حضرت عیاض بن غنمؓ
گورنر حمص	حضرت عمر بن سعدؓ
گورنر مدائن	حضرت حذیفہ الیمانؓ
گورنر مدائن	حضرت نافع بن حارثؓ
انچارج خزانہ اصفہان	حضرت خالد بن حرثؓ
انچارج سوق الاھواز	حضرت سمرہ بن جندبؓ
گورنر میسان	حضرت نعمان بن عدیؓ
کمشنر (مال) موصل	حضرت عمر فجر بن ہرثمہؓ

(از کتاب الفاروق علامہ شبلی صفحہ ۲۰۵

خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ ذوالنورین
کے دور کے گورنروں اور عمال حکومت کی تفصیل

صوبوں کے نام	گورنروں کے نام
گورنر کوفہ	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (فاتح ایران) (۳ سال گورنر رہے)
گورنر کوفہ	حضرت سعید بن العاصؓ
گورنر کوفہ	حضرت ولید بن عقبہؓ
گورنر بصرہ	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (خلافت عثمانی، پہلے چھ سال)
گورنر بصرہ	حضرت عبداللہ بن عامر بن کریزؓ (بعد کے چھ سال)

گورنر مصر	فاتح افریقہ حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ
انچارج بیت المال (خلافت عثمانی)	
وزارت خزانہ	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
قاضی دمشق (چیف جسٹس شام)	حضرت ابوالدرداءؓ
گورنر حمص	حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ
گورنر صنعاء (یمن)	حضرت ثمامہ بن عدی
گورنر صنعا	عبداللہ بن ابی ربیعہؓ القرشی المخزومی
گورنر یمن	خالد بن سعید بن العاص (اموی)
گورنر یمن	سیدنا باذامؓ (عجمی)
عراقی جنگوں کے کمانڈر	قعقاع بن عمرو التمیمیؓ
ایرانی شہر قرقیا کے انچارج (کمشنر)	حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ
گورنر آذربائیجان	اشعث بن قیسؓ
گورنر نجران	یعلی بن امیر بن ابی عبیدہ التمیمیؓ
گورنر نجران	سیدنا ابوسفیانؓ بن حرب (اموی)
گورنر نجران	سیدنا عمروؓ بن الحزام (انصاری)
گورنر اصفہان	السائب بن رقع
گورنر جزیرہ	حبیب بن مسلم بن مالک الفہری
گورنر اردن	ابوالاعود عمرو بن سفیان
گورنر طائف	القاسم بن ربیعہ
گورنر طائف	سیدنا عثمانؓ بن ابی العاص (ثقفی)
گورنر بحرین	سیدنا ابانؓ بن سعید بن العاص (اموی)
گورنر بحرین	سیدنا علاءؓ بن الحضرمی (حلیف بنو امیہ)
گورنر تیما، خیبر، تبوک وغیرہ	سیدنا عمروؓ بن سعید بن العاص (اموی)
گورنر تیما	سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ (اموی)

گورنر ہمدان	سیدنا عامر بن شہر (ہمدانی)
گورنر سکاسک و سکون	سیدنا عکاشہؓ بن ثور (قریشی)
گورنر لک و اشعرین	سیدنا طاہرؓ بن ابی ہالہ (تمیمی)
گورنر حضرموت	سیدنا زیادؓ بن لبید (انصاری)
گورنر مآرب	سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ (اشعری)
گورنر قضاعہ، کلب	سیدنا امراءالقیس (کلبی)
گورنر قین	سیدنا عمروؓ بن الحکم (قضاعی)
گورنر سعد ہذیم	سیدنا معاویہؓ بن خلدان (وائلی)
گورنر ازد	سیدنا ضردؓ بن عبداللہ ازدی
گورنر ہوازن	سیدنا عکرمہؓ ابی جہل (مخزومی)
قبائل ذوالکلاع	سیدنا جریرؓ بن عبداللہ الجملی (بجلیہ)
گورنر الجند	سیدنا عبداللہؓ بن ابی ربیعہ
گورنر مدینہ	یہ علاقہ براہ راست خلیفہ کی ماتحتی میں تھا۔

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے دور کے گورنر و افسران حکومت

عہدہ و علاقہ	نام
نگران بیت المال (مدینہ منورہ)	حضرت سیدنا عقبہ بن عمروؓ
گورنر مدینہ	حضرت سیدنا زید بن ثابتؓ
گورنر یمن	حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ
گورنر بصرہ (ابتدائی مدت)	حضرت سیدنا سمرہ بن جندبؓ
گورنر بصرہ (ثانوی مدت)	حضرت سیدنا عبداللہ بن عامرؓ
گورنر کوفہ	حضرت سیدنا عمارہ بن شہابؓ

گورنر مصر (ابتدائی عرصہ) حضرت سیدنا قیس بن عبادہؓ
گورنر مصر حضرت سیدنا قیس بن سعدؓ
گورنر شام حضرت سیدنا سہل بن حنیفؓ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اگرچہ صوبوں میں بعض گورنر تبدیل ہوئے تاہم اکثر علاقوں میں حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ گورنر ہی ایک عرصہ متعین رہے۔

خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ
کے دور کے گورنر و افسران حکومت

خلافت راشدہ کے دور میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور سب سے زیادہ مختصر ہے۔ اس عہد کی مدت چھ (6) ماہ ہے۔ آپؓ کے دور میں عمال حکومت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تمام گورنر و عمال حکومت وہی تھے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں تھے۔

خلیفہ ششم حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے دور کے گورنر اور عمال حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے عمال اور گورنروں کی تفصیل (بہت کوشش کے باوجود) کسی تاریخ میں نہیں ملی، تاہم ابن اثیر اور تاریخ طبری کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ملکی نظم و نسق مشاورت اور باہمی صلاح و رائے کی بنیاد پر قائم تھا۔ آپ نے اہل رائے کے مشورہ سے ایک پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بھی قائم کی تھی۔ ملک کو مختلف محکمہ جات میں تقسیم کیا گیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام صوبوں میں ایک ایک چیف سیکرٹری مقرر کیا تھا۔ جو براہ راست آپؓ کے حکم سے صوبہ کا نظام چلاتا تھا۔ کئی

صوبوں میں نگران اور عمال بھی قائم تھے۔

ہرقل کے وزیر مال منصور رومی کے لڑکے سرجون رومی کو آپؓ نے چیف سیکرٹری مقرر کیا۔ (از الحضارۃ العربیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۸)

گورنر شام (قاضی دمشق)	حضرت ابو الدرداءؓ (انصاری)
محکمہ مال کے چیف سیکرٹری	عبداللہ بن اوس غسانی
محکمہ خاتم کے چیف سیکرٹری	عبداللہ بن محمد حمیری

ان کے علاوہ عبدالرحمٰن بن دراج، جبیر بن حمی، مرداس سلیمان بن سعید جائنٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرتے تھے۔ (از کتاب الوزراء الجہشیاری صفحہ ۲۵، ۲۶)

انسپکٹر جنرل (I.G.) پولیس	قیس بن حمزہ	
	زمل بن عمرو	(از ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۴)
چیف جسٹس محکمہ قضا الاعلیٰ	فضالہ بن عبید اللہ الانصاریؓ	
	ابو ادریس خولانیؓ	(از قوافل العروبہ صفحہ ۵۴)

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور کے گورنروں کی تفصیل

عہدہ و علاقہ	نام
گورنر مکہ	عبداللہ بن یزیدؓ
گورنر حمص	نعمان بن بشیرؓ
گورنر مصر	عبدالرحمٰن بن مجدمؓ
گورنر قلنسرین	زفر بن حارثؓ
گورنر کوفہ	عبداللہ بن مطیعؓ
گورنر خراسان	عبداللہ بن خازمؓ
گورنر بصرہ	مصعب بن زبیرؓ

CamScanner

گورنروں اور عہدہ داران مملکت کا طریقہ انتخاب

آنحضرت ﷺ کی نوزائیدہ مملکت میں جن ارکان دولت کا تقرر کیا گیا اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ آپ کا شاندار انتخاب تھا جیسا کہ یہ لوگ انہی عہدوں کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ کسی حکمران کا سب سے بڑا جوہر مردم شناسی ہونا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کی تربیت سے تمام خلفاء میں یہ جوہر اس قدر نمایاں نظر آتا تھا کہ خلفاء کے انتخاب اور ان کی بندہ شناسی پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ کسی شخص کے انتخاب کے معاملے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصول یہ تھا کہ جو شخص جس عہدہ پر آنحضرت ﷺ کے عہد میں مقرر تھا۔ آپؓ اس کو اسی عہدہ پر رکھتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ صحیح انتخاب کرنے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے وقت سب ہی نے اعتراض کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ ابھی دنیا سے رخصت ہی ہوئے تھے۔ چاروں طرف سب سائے منڈلا رہے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا:

> "جس لشکر کو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے رخصت کیا ہو، ابوبکرؓ اس کی روانگی کو روک نہیں سکتا۔"

حضرت خالد کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزولی کا مطالبہ کیا تو آپؓ نے فرمایا:

> "جس تلوار کو آنحضرت ﷺ نے نیام سے باہر کیا ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو کیونکر نیام میں رکھ سکتا ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے نمبر پر اس شخص کا انتخاب کرتے تھے جس کو آنحضرت ﷺ کے فیضان تربیت سے زیادہ حصہ ملا ہو۔ (از الاصابۃ حافظ ابن حجر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بڑے مردم شناس تھے، ان کا انتخاب بھی لاجواب ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی انتظامیہ بڑی حد تک کامیاب رہی۔ وہ گورنروں اور ارکان کی تقرری نہایت سوچ سمجھ کر کرتے، خط و کتابت کے ذریعے اکثر رہنمائی کرتے رہتے۔ انہیں ان

کے فرائض سے آگاہ کرتے رہتے۔ انہیں بتاتے کہ ان کا اصل فریضہ کیا ہے۔

بیورو کریسی اور افسران کے حقوق و فرائض کے متعلق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک مضرنامے کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔

"میں نے تم کو لوگوں پر حاکم اور جبار بنا کر نہیں بھیجا کہ تم لوگوں پر سختی کرو' بلکہ میں نے تمہیں لوگوں کا امام بنا کر بھیجا ہے تاکہ لوگ تمہاری تقلید کریں لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں کے فرض ادا کرو' اور ان کو زد و کوب نہ کرو' کہ ان کی عزت نفس مجروح ہو جائے' اور ان کی بے جا تعریف نہ کرو' کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں' عوام پر اپنے دروازے بند نہ رکھو' کہ زبردست کمزوروں کو کھا جائیں اور ان کی کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ یہ ان پر ظلم کے مترادف ہے۔" (از کتاب الفاروق)

اس پالیسی بیان نے خلافت راشدہ کے پورے نظام کی روح کو اجاگر کر دیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ انسانوں کو نیک اور اچھا مسلمان بنانا چاہتے تھے نہ کہ ان پر جباریت و قہاریت کے طوق ڈال کر ذلیل و رسوا کرنا چاہتے تھے۔ جس طرح ایران اور روم کے شہنشاہوں کو یہ زعم تھا کہ ان کے اقتدار کا خداداد حق شاہی ہے۔ لیکن خلفاء راشدین بالخصوص حضرت فاروق اعظمؓ اپنے اقتدار کو عوام کے تعاون کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان دونوں (فارس و روم) شخصیتوں کے زور و جبر کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ اپنی رعایا کا خون چوسنے' ان کی آزادی کا گلا گھونٹنے میں بہت جری تھے۔ اس کے برعکس خلفاء راشدین کتاب و سنت کے پابند تھے۔ اصحاب مشورہ کی آراء کو پوری اہمیت دیتے تھے۔ ان کے مشیر آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کا شہرہ پوری دنیا میں پھیل چکا تھا۔ بالآخر چشم نیلگوں نے دیکھا کہ انسانیت کو ظلم و جبر کے گرداب سے نکالنے کے لئے فاروق اعظمؓ آگے بڑھے اور قیصر و کسریٰ کی پرشوکت دنوں طاقتوں کو درہم برہم کر کے مساوات و انسانی حقوق کی صدائے حق بلند کی۔ خود عیسائی ان کی رعایا پروری اور عدل و تقویٰ کے اصولوں سے انہی کے ہو کر رہ گئے۔

حکومت کا وقار اور اسلامی قانون کی بالادستی

جس حکومت میں لوگ قانون کا احترام نہ کرتے ہوں وہ بے وقعت ہوتی ہے۔ بیوروکریسی پر حکمران کی طرف سے نظم و نسق کے قیام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ تمام ارکان حکومت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے جس سے ان کو سربراہ مملکت پر پورا اعتماد ہو اور سربراہ مملکت بھی ان کے ساتھ رحمدلی کا سلوک کریں۔ خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے نہ نوکر شاہی کو حد سے بڑھنے دیا' نہ خود ان پر ناروا پابندیاں عائد کیں۔ خلفاء راشدین نے حکومت اور افسران بالا میں حد درجہ توازن کی پالیسی قائم رکھی۔ ملاحظہ ہو کہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے گورنر کا فرزند ہونے کے زعم میں ایک غریب آدمی کو بلایا اور اس کو مارا۔ مکہ میں حج کے موقع پر حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے فوراً ایک قاصد مصر روانہ کیا' جس کے ہاتھ گورنر کو پیغام بھیجا کہ "قاصد کے ملتے ہی اپنے بیٹے کو لیکر میرے دربار میں پہنچو۔" گورنر مصر مکہ پہنچے تو امیرالمومنین نے مجمع عام میں گورنر کے فرزند کو مجلی کے ہاتھوں سزا دلوائی۔ جسے اس نے بے قصور مارا تھا۔ تو حضرت عمرو بن العاص اور ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"منکم تعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احراراً"

"تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا' حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت افسران کے دل میں یہ بات سختی کے ساتھ بٹھاتے تھے کہ "تم نظم و نسق قائم کرنے کے ذمہ دار ہو' تم کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا کہ لوگوں کی عزت نفس سے کھیلنے لگو اور انہیں اپنا غلام سمجھ کر ان سے زر خرید غلاموں کا سلوک کرنے لگو۔"

انسانوں کی آزادی اور فطری حریت کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایسا یادگار قول ہے جس کی نظیر دنیائے عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جرمنی میں ایک یہودی لڑکی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی قول کو بنیاد بنا کر آپؓ کو انسانوں کی آزادی کا سب سے بڑا معمار قرار دیا ہے۔ مذکورہ ادارے جس کا نام فریڈم ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس کے بنیادی

مقاصد میں کہا گیا ہے کہ دنیائے معلوم میں افراد عامہ کی فلاح اور انسانیت نیچرل آزادی پر اس سے خوبصورت لفظ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی کسی ایسی مملکت کا اپنے گورنر کو یہ کہنا کہ "تم نے عوام کو کوڑے مار کران کی فطری آزادی کو کیوں سلب کیا' بے جرم فرد تمہاری حکمرانی کے غرور کا نشانہ کیوں بنا' جبکہ وہ آزاد پیدا ہوا' اس کو کسی نے بلاقیود جنم دیا ہے' وہ کسی ضابطہ یا قانون کے تحت تمہارا ماتحت' ریزہ چیں اور پابند نہیں تھا' اسے کیوں مارا گیا۔" پھر یہ الفاظ ایسے دور میں دھرائے گئے جبکہ حکمران بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ ہاں! اگر انسان قانون شریعت سے انحراف کا مرتکب ہو تو وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ قانون انسانوں کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ہے۔

امراء اور حکام کی تقرری کے اصول

دور خلافت میں ہر فن کے ماہر کو کسی بھی ذمہ داری سے سرفراز کیا جاتا تھا' یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص اپنے محکمے کے افسران کی نامزدگی کے چند ضابطوں سے دور کا بھی تعلق نہ رکھتا ہو اور اسے اس کا نگران بنا دیا جائے۔

(1)— حاکم مقرر کرتے وقت دیانتداری اور تقویٰ کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سیاستدانی کے باعث حاکم اور والی بنایا گیا۔

(2)— حکام کو بقدر ضرورت وظیفہ یا مشاہرہ دیا جاتا تھا۔

(3)— خلفاء راشدین عہد نبوی کے حکمرانوں کو ہر دوسرے شخص پر ترجیح دیتے تھے۔

(4)— حکام کے تقرر میں کسی قسم کی سفارش سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس معاملے میں رشتہ داری کا لحاظ رکھنا بھی معیوب خیال کیا جاتا تھا۔

CS CamScanner

(5)— اہم فوجی، ملکی اور بین الاقوامی امور میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی اعلیٰ سطحی کمیٹی غور و خوض کے بعد کوئی فیصلہ کر سکتی تھی۔

(6)— اہل علاقہ کی جائز شکایات پر بڑے بڑے عہدہ داران کو معزول کر دیا جاتا تھا۔ بعض اوقات جرم کے مطابق انہیں سخت ترین سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔

حکمرانی کے درخشندہ نمونے

(1)— خلفاء راشدین نے پوری سلطنت کا نظام کنٹرول کرنے کے لئے تمام ریاستوں کی صوبہ وار تقسیم کر دی تھی۔

(2)— فوجیوں کے لئے مناسب مقامات پر چھاؤنیاں، عسکری مراکز اور قلعے قائم کئے گئے تھے۔

(3)— دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے حالات کے عین مطابق اسلحہ جمع کرنے اور جدید ہتھیاروں سے فوج کو لیس کرنے کا فوج میں الگ شعبہ بنایا گیا تھا۔

(4)— کئی مواقع پر خلفاء نے دو دشمنوں کی موجودگی میں ایک سے سیاسی معاہدہ کر کے دوسرے کا سر کوٹ دیا۔

تاریخ کا طالب علم اس بات سے واقف ہے کہ قیصر روم اور کسریٰ ایران کے ہاں بھی مملکتوں کے نظام کے لئے الگ الگ محکمے قائم نہ تھے۔ صرف بادشاہوں کی خواہشات ہی ہر قسم کے قانون کا درجہ رکھتی تھیں۔ صحرائے عرب میں سرداری نظام رائج تھا۔ ہر قبیلے کا الگ نظام اور طریقہ کار تھا۔ کہیں بھی حکومت و سلطنت کے الگ الگ قوانین نہ تھے۔ رعایا کی ضروریات کا خیال، عوامی رائے کا احترام، مساوی اور جمہوری اصولوں کی پاسداری، غریبوں، محنت کشوں اور ناتوانوں کی سہولت کا خیال یہ سب عنقا تھے۔ کسی بھی تاریخ میں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کی حکومتوں سے پہلے ایسے قوانین رائج نہ تھے۔

خلافت راشدہ میں عہدوں کی تفصیل

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی اپنی مملکتوں کو صوبوں میں تقسیم کرکے درج ذیل عہدے قائم کئے۔

عامل	گورنر یا والی صوبہ
امیر الشعور	کمانڈر انچیف یا سپہ سالار
صاحب بیت المال	وزیر خزانہ
امیر الخراج	ذرائع آمدن کا انچارج
کاتب یا رجسٹرار	حکام صوبہ کی کارگزاری اور غیر ملکی معاہدوں کے مرتب
کاتب دیوان	دفتر فوج کا میر منشی
صاحب احداث	انسپکٹر جنرل پولیس (آئی جی)
قاضی	صیغہ عدالت کا چیئرمین (چیف جسٹس)
مشاورتی کونسل	تمام عہدوں سے مضبوط تر خلفاء راشدین کی مشاورتی کمیٹی تھی۔ یہاں فتوحات کے نقشے باندھے جاتے سلطنتوں کو زیر کرنے کی تجاویز پاس کی جاتیں، تعمیراتی مسائل، ترقیاتی امور، غیر قوموں سے مذاکرات، خلافت کی اقتصادی، معاشی اور سیاسی پالیسیوں کا جائزہ لیا جاتا۔ خلفاء راشدین کی مجلس مشاورت کا فیصلہ شریعت اسلامیہ کی ناقابل تنسیخ دفعہ اور قانون کہلاتا تھا۔

عہد فاروقی میں جب آمدن کے ذرائع وسیع ہوئے تو زکوۃ کی وصولی کے لئے محصلین زکوۃ کے نام سے علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا۔

خلیفہ یا امیرالمومنین

خلیفہ وقت کے ذمہ پوری مملکت کے تمام امور کی نگرانی، معاشی اور عمرانی مسائل کی دیکھ بھال تھی۔

خلیفہ کو سربراہ مملکت کی حیثیت سے پوری مملکت کا مسئول و نگران سمجھا جاتا تھا۔ مبلغین اسلام کی روانگی، مساجد و مدارس کی تعمیر، عوامی بہبود کے جملہ مسائل، غرباء اور مساکین، محتاج اور نادار لوگوں کی کفالت، غیر قوموں سے مذاکرات، تمام صوبوں کے گورنروں کے نام تازہ ترین ہدایات، ہر صوبے کی معاشی اور سیاسی صورتحال سے واقفیت، نئے فتح ہونے والے ملکوں میں معلمین کی روانگی، حکام کا تقرر، عدل و انصاف کے معرکہ فرامین کی ترسیل (سرکلرز کا اجراء) اور رعایا کے جملہ حقوق کی نگہداشت تھی۔ یہ بات بھی خلیفہ کے فرائض میں داخل تھی کہ کوئی گروہ نقص امن تو پیدا نہیں کر رہا، کہیں قحط یا مہنگائی نے تو سر نہیں نکالا، کہیں سرمایہ دار اور تاجر غریبوں کو تنگ تو نہیں رہے۔ کوئی خطہ اسلام کی روشنی سے محروم تو نہیں۔

حکام کے ایام و شہور کی نگرانی کے لئے الگ محکمہ کا قیام

حکام و افسران کے شب و روز کی نگرانی کے لئے ایک الگ محکمہ قائم کیا تاکہ اس عہد کی ظلمتوں کا سایہ دراز نہ ہو جائے اور نورانیت اسلام کی شعاعیں پوری دنیا کو اپنے عدل و انصاف کے سائباں میں جگہ دیں۔

ہر خطہ سکون و امن حاصل کرے، قرار قلب کی پیاس دور ہو، اخوت و ہمدردی کی چادر ظلم کے تمام زاویوں کو چھپا دے۔

افسران کی تقرری کے لئے شرائط نامہ

حضرت عمرؓ جس شخص کو حاکم یا افسر مقرر کرتے، اس سے مندرجہ ذیل امور پر حلف لیتے۔

(1)— ترکی گھوڑے پر نہ سوار ہو گا۔

(2)— باریک کپڑا نہ پہنے گا۔

(3)— اپنے دروازے پر دربان مقرر نہ کرے گا۔

(4)— اہل حاجت کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا رکھے گا۔

ان شرائط کی خلاف ورزی کرنے والے کو حضرت عمرؓ معزول کر دیتے تھے۔ جیسا کہ گورنر مصر عیاض بن غنم کو دربان مقرر کرنے اور باریک کپڑے پہننے پر معزول کر کے بکریاں چرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔

دور خلافت کے یادگار نقوش

(1)— حاکم کوفہ حضرت سعدؓ نے جب کوفہ میں شاندار محل تعمیر کرایا (اگرچہ وہ ذاتی رقم سے تھا)۔ تو حضرت عمرؓ نے محکمہ احتساب کے نگران حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیج کر اس محل کو آگ لگا دی۔

(2)— مصر میں خارجہؓ بن خزامہ نے ایک بالا خانہ تعمیر کرایا، تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو بھیج کر یہ پیغام دیا:

"اس بالا خانہ سے ہمسائیوں کی پردہ دری ہوتی ہے، لہٰذا میرا خط پہنچتے ہی اس کو گرا دو۔" (کتاب الخراج)

(3)— حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو شکایت بھیجی کہ امرائے شام پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے قانون بنا دیا کہ کوئی حاکم روزانہ فی کس

دو روٹی اور زیتون کے سوا بیت المال سے کچھ نہ لے سکے گا اور مال غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ ہوگی۔ (تاریخ یعقوبی، صفحہ ۱۶۸، جلد ۲)

(4)— عتبہ بن فرقد نے کوفہ کے دورے پر حضرت عمرؓ کے لئے کھانے میں اصلی چیزوں کا اہتمام کیا، تو آپؓ غصے میں آگئے۔ اس موقع پر خلیفہ حضرت عمر(ثانی)ؓ نے فرمایا: "یہ تمہارے باپ کی کمائی نہیں، جو خود کھاؤ وہی تمام کو کھلاؤ۔"
(فتح الباری، صفحہ ۲۴۱، جلد ۱)

گورنر کا کل اثاثہ

✵— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، وہ آئے تو ان کے پاس ایک توشہ دان، ایک عصاء اور ایک پیالہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا، تو بولے! "کیا تمہارے پاس صرف یہی کچھ ہے؟" تو سعید نے فرمایا:
"عصا پر توشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھالیتا ہوں" (الاستعاب)

✵— مشہور صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر بن کر آئے تو ماتحت حکام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا "جو چاہئے گا، طلب فرمایئے گا۔" حضرت حذیفہ بولے: "صرف اپنا کھانا اور گدھے کا چارہ روزانہ کے لئے چاہتا ہوں"
جب گورنری سے علیحدہ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو لباس و وجاہت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ امیر المومنین دیکھ کر لپٹ گئے اور کہا:
"تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں" (اسد الغابہ تذکرہ فریضہ)

✵— حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر آئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سادگی دیکھ کر نہ رہ سکے۔ فرمایا: "ابو عبیدہ تمہارے سوا ہم سب کو دنیا نے بدل دیا ہے۔"
(اسد الغابہ تذکرہ ابو عبیدہ)

✵— حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب مصر کی گورنری سے علیحدہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اتنے غلام، جانور اور سواریاں کہاں سے آئیں۔ یہ چیزیں تمہارے

اثاثوں کی فہرست میں موجود نہیں۔" تو آپ نے فرمایا: "اسی سامان میں یہ چیزیں خود بخود جمع ہوتی رہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شک تو نہیں کرتا، لیکن گورنری کے بعد یہ اضافہ پسندیدہ نہیں۔" اس طرح آپ نے تمام باقی چیزیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۲۶)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین کی گورنری سے واپس آئے تو ان کے پاس بارہ ہزار درہم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری رقم لیکر بیت المال میں جمع کرا دی۔ (فتوح البلدان ایضاً)

- خلفاء راشدین کے دور میں بڑے بڑے حکام اور افسران کی کڑی نگرانی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کوفہ والوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقے پر نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور انہوں نے کوفہ کی جامع مسجد میں جا کر اس کی تحقیق کی۔ (صحیح البخاری)

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کے حالات دریافت کرنے کے لئے کبھی ان کو خفیہ چیک کرتے اور کبھی ان کے علاقوں سے آنے والوں سے حالات معلوم کرتے۔

عمال سے احتساب

اسلام کا نظم مملکت جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ نہ تو مروجہ جمہوری ہے، اور نہ ہی آمرانہ، بلکہ شورائی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ خلیفہ وقت اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی مرضی سے کسی کا احتساب کر سکتا ہے۔ اسلام نے مشورہ کے ساتھ ساتھ خلیفہ کو پورے اختیارات دیئے ہیں۔ وہ اگر بصیرت سے کسی بات کو صحیح سمجھتا ہے اور شوریٰ کا مشورہ اس کے خلاف ہے، تو وہ شوریٰ کی بات کو رد کر سکتا ہے۔ تاریخ میں خلفائے راشدین کے باب میں اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

خلیفہ اگر کسی شخص کے خلاف کوئی شکایت سنتا ہے تو وہ اپنی مرضی اور اختیار سے اس کا محاسبہ بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ خلیفہ اسلام کے فرائض میں سے ایک

فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گورنروں اور سلطنت کے دوسرے عمائدین کی کڑی نگرانی کرے اور اگر ان کے خلاف ذرا سی بھی کوئی شکایت ملے تو فوراً ان کا محاسبہ کرے۔ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

(ا)۔۔۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح فارس، عشرہ مبشرہ کے صحابی اور رسول اللہ ؐ کے ماموں ہیں۔ لیکن جنگ نہاوند سے چند روز قبل ایک شخص جراح بن سنان الاسدی اور اس کی قوم کے چند افراد نے ان کی نماز، دین اور عدل کے بارہ میں بارگاہ خلافت میں شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا (یہ آپ کے نہایت معتمد اور انسپکٹر جنرل پولیس تھے اور تحقیقات کے متعلق تمام امور آپ انہیں کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فوراً پہنچے، تحقیقات شروع کر دی، تحقیقات پوشیدہ طور پر نہیں کیں بلکہ اس عظیم سپہ سالار کو ساتھ لئے مسجد مسجد پھرے اور لوگوں سے اعلانیہ طور پر ان کی سیرت، کردار اور ان الزامات کے بارہ میں دریافت کیا جو ان پر لگائے گئے تھے، سب نے یہی کہا: "ہم نے تو ان میں بھلائی ہی دیکھی ہے، ہم ان کے بدلے کسی اور شخص کو نہیں چاہتے۔"

محمد بن مسلمہ ؓ ان لوگوں تک پہنچے جنہوں نے بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت کی تھی، لیکن وہ بھی کوئی برائی پیش نہ کر سکے۔

سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مسجد بنی عبس میں لے گئے اور حاضرین کو قسم دے کر کہا کہ جس کسی کو ان کے بارہ میں کوئی بات معلوم ہو، وہ بتائے، اس پر ایک شخص قتادہ بن عامر بولا:

> "جب آپ نے خدا کی قسم دلائی تو میں کہے دیتا ہوں کہ "یہ شخص مساویانہ تقسیم نہیں کرتا، رعایا کے ساتھ عدل نہیں کرتا اور میدان جنگ میں لڑتا نہیں۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> "اے اللہ اگر اس شخص نے یہ بات جھوٹ، ریا اور میری

بدنامی کے لئے کی ہے تو اسے اندھا کر دے، اس کو کثیر الاولاد بنا دے اور اسے گمراہ فتنوں میں پھنسا دے"

چنانچہ یہ شخص اندھا ہوا، دس بیٹوں کا باپ بنا اور جب بھی کسی عورت کے بارے میں سنتا تو اس کے پاس جاتا اور اسے ٹٹولتا، اگر کوئی شخص معترض ہوتا تو کہتا کہ:

"مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے۔"

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں مشرکین کا خون بہایا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے "فداک ابی و امی" (میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں) نہیں فرمایا، مگر بنو اسد کہتے تھے کہ میں نماز ٹھیک نہیں پڑھتا اور شکار کا دھنی ہوں۔"

سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور شکایت کرنے والوں کو لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور رپورٹ پیش کی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تجھ پر افسوس ہے، تو کیسے نماز پڑھتا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "امیر المومنین! پہلی دو رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملاتا ہوں اور آخری دو رکعت میں صرف فاتحہ پڑھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "میرا بھی تمہارے متعلق یہی خیال تھا، میں نے یہ تحقیقات صرف احتیاط کی وجہ سے کی ہیں، ویسے مجھے یقین تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ ان الزامات سے بری ہے۔"

(2)۔۔۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے کہ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص میں گورنر بنا کر بھیجا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب حمص تشریف لائے تو پوچھا: "اے اہل حمص! تمہارا گورنر کیسا ہے؟" لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان سے چار شکائتیں ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ جب تک دن نہیں چڑھ جاتا یہ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

(۲)۔۔۔۔ رات کے وقت کبھی کسی کی پکار نہیں سنتے۔

(۳)..... مہینے میں ایک دن تو بالکل باہر تشریف نہیں لاتے۔

(۴)..... کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور لوگوں کی یہ شکایتیں ان کے سامنے بیان کیں اور ان سے ان کے بارہ میں جواب طلبی کی۔

پہلے اعتراض کے بارہ میں گورنر حمص سیدنا سعید بن عامرؓ نے کہا "امیر المومنین! میں اس بارہ میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا، لیکن اب یہ چاروں باتیں آپ کے سامنے بطور شکایت پیش کی گئی ہیں، لہٰذا ترتیب وار ان کے جوابات سنیں۔

(۱)...... پہلا اعتراض کہ جب تک دن نہیں چڑھ جاتا میں گھر سے باہر نہیں نکلتا؟ اس کا سبب یہ ہے کہ میری اہلیہ کے پاس کوئی خادمہ نہیں ہے، لہٰذا میں خود آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر اس کے خمیر ہونے کے انتظار تک بیٹھا رہتا ہوں۔ پھر روٹی پکاتا ہوں۔ بعد ازاں وضو کرتا ہوں، اس کے بعد باہر آتا ہوں۔

(۲)...... دوسرا اعتراض کہ میں رات کے وقت کسی کی بات کا جواب نہیں دیتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دن عوام کے لئے اور رات اللہ کے لئے ٹھہرائی ہوئی ہے۔

(۳)...... تیسرا اعتراض کہ میں ہر ماہ ایک دن باہر نہیں نکلتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے، جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ ہی میرے پاس دوسرے کپڑے ہیں، لہٰذا میں کپڑے دھوتے اور انہیں خشک کرنے کے لئے بیٹھا رہتا ہوں۔ پھر دن کے آخری حصے میں باہر آتا ہوں۔

(۴)...... چوتھا اعتراض کہ میں کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتا ہوں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں سیدنا خبیب انصاریؓ کی موت کا منظر دیکھا تھا کہ اہل مکہ نے ان کی بوٹیاں اڑا کر انہیں کھجور کے تنے پر لٹکا دیا اور پوچھا "کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ آج محمد ﷺ تیری جگہ ہوتے۔" انہوں نے جواب دیا "واللہ! مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اہل و عیال میں آرام سے ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک ذرا سا کانٹا بھی چبھے۔" مجھے جب بھی وہ دن یاد آتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس گناہ کی وجہ سے کبھی نہ بخشے گا کیونکہ میں نے اس

حالت میں خبیب رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کی تھی۔ کیونکہ میں ان دنوں مشرک ہونے کی وجہ سے خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ لہٰذا میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔"

گورنر کے یہ جوابات سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری رائے کو غلط ثابت نہ ہونے دیا۔"

عمال سے جس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں محاسبہ کیا جاتا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی ان سے اسی طرح احتساب ہوتا تھا۔ کیونکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جرم اگر بڑے سے بڑا آدمی بھی کرے تو اس کو بھی معاف نہ کیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی تعلیمات ہیں۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی جس کا نام فاطمہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چوری کی حد جاری فرمانے کا حکم فرمایا۔ چونکہ وہ عورت اپنے قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ لہٰذا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لئے کہا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت چہیتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۰۵، بخاری صفحہ ۵۲۸) لہٰذا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس عورت پر حد نہ جاری کرنے کی سفارش کی۔ آپؐ کو اسامہؓ کی یہ بات ناگوار گذری، لہٰذا فرمایا:

"اتشفع فی حد من حدود الله"

اے اسامہؓ! "کیا تو اللہ کی حدود میں میرے پاس سفارش کرتا ہے؟"

پھر آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں فرمایا:

"انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحدود وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"

"تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی

بڑا شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری نہ کرتیں اور جب کوئی کمزور اور چھوٹا آدمی چوری کرتا تو اس پر وہ حد جاری کرتیں۔ بخدا! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں۔" (بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۹۴، صفحہ ۵۲۸)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم کو عملی جامہ پہنایا اور احتساب کے معاملہ میں کسی کی بزرگی اور عہدے کا کوئی لحاظ نہ کیا۔

(3)— اسی سلسلہ میں گورنر کوفہ سیدنا ولید بن عقبہؓ کا واقعہ آپ کے احتساب کی ایک اہم مثال ہے۔ سیدنا ولید بن عقبہؓ ایک نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ خلافت عثمانیؓ میں کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ ان پانچ سالوں میں جب وہ کوفہ کے گورنر تھے، اپنے مکان کا دروازہ تک نہ لگوایا تاکہ مظلوموں اور داد خواہوں کو آنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ نہایت سخی، نرم خو اور محبوب ترین گورنر تھے۔
(طبری، جلد ۲، صفحہ ۳۱۲، ۲۲۵ — البدایۃ و النھایۃ جلد ۷)

جیسا کہ اہل کوفہ کا شعار تھا کہ وہ اپنے گورنروں پر ہر وقت الزام تراشتے رہتے تھے۔ انہوں نے سیدنا ولیدؓ کو بارگاہ خلافت سے معزول کروانے کیلئے ان پر شراب نوشی کی تہمت لگائی اور اس کیلئے اشرار کوفہ سے چند جھوٹے گواہ بھی مہیا کیئے اور دربار خلافت میں جب خبر پہنچی تو گواہوں کو طلب کیا گیا۔ گواہوں نے سیدنا ولیدؓ کے خلاف گواہی دی۔ جس پر آپ نے انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ شعبۂ تعزیرات کے انچارج سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ "اسے اسی (80) کوڑے ماریں"۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۲۲)

بخاری کی دوسری روایت میں چالیس کوڑوں کا ذکر ہے جو اس طرح ہے:

ترجمہ: "آپؓ نے ولیدؓ کو چالیس کوڑے مروائے اور سیدنا علیؓ جو کہ حد نافذ کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ وہ انہیں کوڑے ماریں۔"

سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، گورنر کوفہ ہیں، لیکن شرعی طور پر جب ان کے خلاف شہادتیں مل گئیں، اگرچہ وہ جھوٹی تھیں لیکن آپ نے بغیر کسی رعایت کے قانون کے تقاضے کو پورا کیا اور سیدنا ولیدؓ پر حد جاری فرمائی اور ان کو گورنری کے عہدے سے بھی معزول فرمایا۔

CS CamScanner

(4)— اسی طرح سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ رشتہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں۔ اسلام میں قریباً آٹھویں مسلمان ہیں۔ پھر اسلام میں کافروں کی پہلی خونریزی انہی کے ہاتھوں ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱)

غزوہ احد میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارہ میں فرمایا: **"یا سعد ارم فداک ابی وامی"** (اے سعد رضی اللہ عنہ تیر چلا' میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں) اس کے علاوہ اور بھی بے شمار مناقب کے حامل ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے گورنر کوفہ ہونے کی حیثیت سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم خزانہ سے کچھ رقم قرض لی۔ سیدنا عبداللہؓ نے جب واپسی کا تقاضا کیا' تو بقول ابن کثیرؒ دونوں بزرگوں کے مابین کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ سیدنا عثمانؓ کو جب اس معاملہ کا پتہ چلا تو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد ابن ابی وقاصؓ کا مؤقف غلط ہے۔ لہٰذا آپ نے انہیں گورنری سے معزول فرما دیا۔
(البدایہ والنہایہ' جلد ۷ صفحہ ۱۵۱)

آپؓ کی خلافت کے آخری ایام میں جب سبائیوں نے آپ کے گورنروں پر مختلف قسم کے الزامات عائد کئے تو اگرچہ آپ کو معلوم تھا کہ الزامات سراسر غلط ہیں کیونکہ ان گورنروں کا سابقہ کردار ان الزامات کے غلط ہونے کی ایک بین دلیل تھا۔ لیکن آپ نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر مختلف صحابہؓ کے وفود کو تحقیق حال کے لئے بھیجا تاکہ اگر کوئی الزام صحیح ثابت ہو تو اس گورنر کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ' اسامہ بن زیدؓ کو بصرہ' عمار بن یاسرؓ کو مصر' عبداللہ بن عمرؓ کو شام اور دوسرے کئی اور لوگوں کو دوسرے علاقوں میں ان الزامات کی تصدیق کے لئے روانہ کیا۔

"ماانکرنا شیئاً ولاانکره اعلام المسلمین وقالوا جمعیاً الامر المسلمین الا ان امراءهم یقسطون بینهم ویتومون علیهم"

"ہم نے اور ان مقامات کے سربرآوردہ لوگوں اور عوام الناس نے

کوئی قابل اعتراض بات ان گورنروں میں نہیں پائی۔ مسلمانوں کا معاملہ ٹھیک چل رہا ہے اور مسلمانوں کے حکام ان میں انصاف کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۳۶۹ ۔ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۸ ۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۷)

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے سارے ملک میں ایک فرمان جاری فرمایا کہ:

"تمام گورنر ہر سال حج کے موقع پر آیا کریں اور جن لوگوں کو ان کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ بھی آئیں (تاکہ گورنروں کا محاسبہ کیا جا سکے)۔" (طبری جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

طبری اور دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پورے ملک میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا، جس میں پبلک سے کہا گیا:

"من ادعی شیئاً من ذالک فلیواف الموسم فلیاخذ بحقه حیث کان منی او من عمالی او تصدقوا فان الله یجزی المتصدقین"

جس کو میرے کسی گورنر کے خلاف کسی قسم کی کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر آئے وہ مجھ سے یا میرے گورنروں سے اپنا حق لے لے یا معاف کر دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو بہترین بدلہ دیتا ہے۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۳۸۰)

یہ صرف آپ کے احتساب کے بارہ میں چند مثالیں تھیں جو پیش کی گئیں۔ ورنہ اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے گورنروں سے احتساب کے بارہ میں اگر اپنے پیش رو سیدنا عمرؓ سے آگے نہیں تھے تو پیچھے بھی نہیں تھے۔

گیارھواں باب

خلیفہ یا سربراہ مملکت کی ذمہ داریاں

آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کی حکومتیں جب قائم ہوئیں تو ان میں ابتدائی طور پر عوام کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی خیر خواہی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اسلامی سلطنتوں کے پورے دور میں رعایا کی ہر بنیادی ضرورت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا۔ اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ ہر فرد کو ضروریات کی تکمیل کرنے والی اشیاء اور خدمات کی مطلوبہ یا ضروری مقدار بہم پہنچاتی رہے۔ انسان کی بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان، علاج اور تعلیم شامل ہے۔ ان پانچ اشیاء پر بنیادی ضروریات کے انحصار کا مقصد یہ ہے کہ کسی انسان کی زندگی کی بقاء انہی چیزوں پر موقوف ہے۔ ان کی عدم تکمیل انسان کی جان کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

ان اشیاء کے علاوہ ماحول کی اصلاح، شہروں کی خوشحالی اور ترقی ان پر مستزاد ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

✹— "مامن عبد یسترعیہ اللہ رعیۃً فلم یحطھا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنۃ"

(صحیح بخاری کتاب الاحکام)

"جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔"

❋— "مامن امیریلی امر المسلین ثم لا یجهد لهم وینصح الالم یدخل معهم الجنة"
"جو امیر مسلمانوں کے امور کا نگران ہے اور پھر ان کے لئے محنت نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"

آنحضرت ﷺ کی ایک تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ یا سربراہ مملکت کے جملہ امور اور ریاست کے تمام شہروں کا سرپرست اور ولی ہے۔ سرپرستی کا بھی بنیادی تقاضا یہی ہے کہ ان کی ضروریات کا اہتمام کیا جائے۔

❋— "اللہ ورسولہ مولی من لامولی لہ" (ترمذی ابواب الفرائض)
"جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، اس کا سرپرست اللہ اور اسکا رسول ہے۔"

❋— "السطان ولی من لاولی لہ" (ترمذی)
"جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، اس کی سرپرست حکومت ہے۔"

خلافت کی ذمہ داریوں کے بارے میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو:

"ان الخلیفة هوالذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیة شفقة الرجل علی اهله فقال کعب الاحبار صدق" (ابو عبید کتاب الاموال)
"خلیفہ وہ ہے جو کتاب کے مطابق فیصلے کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے، یہ سن کر کعب احبار نے کہا صحیح ہے۔"

تنگ دستوں کے ساتھ تعاون، حکومت کی ذمہ داری ہے

آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت انسانوں کی جملہ جائز ضروریات پورا کرنے کی بھی پابند ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

"فلما فتح الله عليه الفتوح قال انا اولى بالمومنين من انفسهم فمن توفي من المومنين فترك ديناً فعلي قضاءه، ومن ترك مالا فلورثته"

"پھر جب اللہ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے زیادہ لگاؤ ہے، لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہوگا۔"

ایک فوت ہونے والے مسلمان کی بے سہارا اولاد کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اناعوله وانفق عليه" (ترمذی ابواب الفرائض)

"میں اس کی کفالت کروں گا اور اس پر مال خرچ کروں گا۔"

حضرت عمرؓ نے اپنی ذمہ داریاں گناتے ہوئے ایک عام خطبے میں فرمایا تھا:

"ايها الناس قدكلفني ان اصرف عنه الدعاء"

"لوگو! اللہ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں۔"

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے مشہور شافعی فقیہ ابو محمد عزالدین" لکھتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکنے کا مطلب یہ

ہے کہ امام ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور لوگوں کو اس بات کی ضرورت نہ پڑے کہ وہ اللہ سے انصاف کے طالب ہوں۔ اسی طرح وہ لوگوں کی ضروریات اور حاجتیں پوری کرے تاکہ ان کو اس کی ضرورت نہ رہے کہ رب العالمین سے ان کی تکمیل کے طالب ہوں۔ حکمرانوں پر مسلمانوں کے جملہ حقوق کے بیان میں یہ کتنا جامع اور واضح جملہ ہے۔"

(قواعد الاحکام صفحہ ۱۴۸، بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت)

کفالت عامہ کے لئے خصوصی محکمہ کی تشکیل

سماجی تحفظ کا تقاضا ہے کہ اسلامی ملک کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانا، بے علاج اور بیروزگار نہ رہے۔

قال ابو مریم الازدی "دخلت علی معاویة فقال انعمنابک ابافلان فقلت حدیثاً سمعته اخبرک به سمعت رسول الله یقول من ولاه الله عزو جل شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله تعالی عنه دون حاجته وخلته وفقره قال فجعل رجلاً علی حوائج الناس" (ابوداؤد کتاب الخراج)

"ابو مریم ازدی نے کہا کہ میں معاویہؓ کے پاس گیا، انہوں نے کہا "کیسے تشریف لائے" میں نے کہا "آپ کو حضور ﷺ کی ایک حدیث سنانے آیا ہوں، جسے میں نے سنا ہے۔" "آپ فرماتے تھے: "جسے اللہ نے مسلمانوں کے امور کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی

ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا' اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔"

"ازدی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسی وقت لوگوں کی ضرویات پوری کرنے کے لئے خصوصی طور پر ایک محکمہ قائم کیا اور ایک مدبر شخص کو اس کا نگران بنایا۔

ایک اور روایت میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

"قال عمرو بن مره لمعاویه" انی سمعت رسول الله یقول مامن امام یغلق بابه' دون ذوی الحاجة والخلة والمسکنة الا اغلق الله ابواب السماء دون خلته وحاجته ومسکنته فجعل معاویة رجلاً علی حوائج الناس"

(ترمذی کتاب الاحکام)

"عمرو بن مرہ نے معاویہ" سے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو امام ضرورت مندوں اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے' اللہ اس کی ضروریات اور فقر پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے۔" یہ سن کر حضرت معاویہ" نے ایک آدمی کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے پر مامور کر دیا۔"

لوگوں کی ضروریات کا پورا کرنا کتنا اہم ہے کہ اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کا احساس فرمان نبوی کے ذریعہ خلیفہ وقت کو ہوتا ہے تو وہ بلا کسی حیل وحجت اور وقفہ کے اسی وقت اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

رعایا پروری کا نبوی ﷺ حکم

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"مامن امتی احد ولی عن امر الناس شیئاً لم یحفظھم بما حفظہ بہ نفسہ واھلہ الالم یجد رائحۃ الجنۃ" (طبرانی، بحوالہ مجمع الزوائد، جلد۵)

"حضور ﷺ نے فرمایا، میری امت میں سے کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔"

رعایا کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پوری مملکت کا دورہ

بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل کی وسیع و عریض مملکت میں کئی علاقے ایسے تھے جن کے بارے میں حضرت عمرؓ کو مکمل حالات جاننے میں کافی دشواری پیش آتی تھی۔ فتوحات میں وسعت کے ساتھ ساتھ آپ میں رعایا کے ہر طبقے کے مسائل معلوم کرنے کی خواہش اتنی شدید ہوگئی تھی کہ وہ تمام صوبوں کی طرف قاصد روانہ کر کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا اتنا احساس تھا کہ میری رعایا میں ایک چھوٹی سی بستی بھی ایسی نہ رہ جائے جہاں میں عدل وانصاف مہیا نہ کرسکوں، مبادا کوئی قوم ظلم وجبر کی

چکی کے نیچے پستی رہے اور عمر رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر ہو۔

طبری کے بیان کردہ ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے آخری سالوں میں آپ کا یہ احساس اتنا شدید ہو گیا تھا کہ آپ نے پورے ملک کے سرکاری دورے کا وسیع پروگرام بنا لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا:

"اگر میں زندہ رہا تو (ان شاء اللہ) ایک سال تک اپنی رعایا کے علاقوں کا دورہ کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ عوام کی بعض ضروریات ایسی ہیں جن کی خبر مجھ تک پہنچ نہیں پاتی۔ ان کے مقامی حاکم مجھے ان کی ضروریات سے باخبر نہیں رکھتے اور خود وہ لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ میں پہلے شام جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا' پھر الجزیرہ جاؤں گا' وہاں دو ماہ ٹھہروں گا' پھر مصر جاؤں گا' وہاں بھی دو ماہ قیام کروں گا' پھر بحرین جاؤں گا اور دو ماہ وہاں ٹھہروں گا' پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینہ قیام کروں گا' پھر بصرہ جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا۔ خدا کی قسم! یہ سفر کتنا اچھا ہو گا۔"

(طبری صفحہ ۲۷۳۸ مطبوعہ مصر)

مگر اس فرمان کے آٹھ (۸) ماہ بعد شہادت نے آپ کو اس پروگرام پر عمل پیرا نہ ہونے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت حکام کو بھی لوگوں کی ضروریات کا احساس دلاتے رہتے تھے۔ بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ جب ایک وفد کے ساتھ مدینہ آئے تو آپ نے ان کو فرمایا:

"الا واوسعوا الناس فی بیوتھم واطعمو اعیالھم"

(طرطوشی سراج الملوک صفحہ ۱۰۹ مطبع خیریہ مصر)

"سنو! لوگوں کے گھروں میں ان کے لئے فراخی کا سامان پیدا کرو اور ان کے متعلقین کو راحت دینے کا انتظام کرو۔"

خلیفہ کی آئینی حیثیت

خلافت راشدہ کے دور میں خلیفہ ریاست کا آئینی سربراہ ہوتا تھا۔ وہ تمام ریاستی امور، فوجی اور غیر فوجی معاملات کا نگران اعلیٰ تھا۔ اس کی حیثیت ایک وزیر اعظم اور صدر کی تھی۔ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی اسلامی خلافت کا پہلا مرکز تھی۔ اس جگہ، امور خارجہ و داخلہ اور دفاع و تعلیم کے معاملات طے ہوتے۔ اسلامی مملکت کے ہر مسئلہ پر کھلے دل سے بحث ہوتی، اصحاب شوریٰ کے اجلاس یہیں ہوتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں قانون اور خزانہ کی وزارتوں کے قلمدان حضرت عمرؓ کے پاس تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس مواصلات اور دفاعی امور کے محکمے تھے۔

خلیفہ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مرضی سے کوئی اہم کام سرانجام دے سکے، مملکت کے جملہ امور مجلس شوریٰ کے اجلاس میں طے ہوتے تھے۔

جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی اعلیٰ سطحی کونسل میں بڑے بڑے ماہر، زیرک اور دانا افراد شریک تھے۔ ان کے ذمہ علیحدہ علیحدہ امور تھے۔

"خلافتِ راشدہ" کے نئے قائم ہونے والے نظام نے دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ پورا عالم خلافت کے ایسے نظام سے نابلد تھا، ہر طرف بادشاہتوں اور مطلق العنان حکومتوں کی فرمانروائی تھی، کسی حکومت میں کسی صائب الرائے گروہ کو کوئی دخل نہ تھا۔ کسی انتظامی سربراہ کی حیثیت نائب اور جانشین کی نہ تھی، ہر جگہ حکمرانوں کی زبان اور خواہش ہی قانون ہوتی تھی۔ چشم فلک نے یہ پہلی بار دیکھا تھا کہ عرب کی دھرتی پر ایک ایسی سلطنت قائم ہوئی جس کے حکمرانوں کی حیثیت ایک نائب رسول ﷺ اور جانشین پیغمبر ﷺ کی تھی۔ مملکت کا پورا نظام اسی صاحب شریعت رسول ﷺ کی ہدایات کے مطابق تھا۔ خدائی کتاب ان کی اعلیٰ قانونی دستاویز تھی۔ وہ حکمران خود بھی کسی قانون سے بالا تر نہیں تھے۔ ان کی اپنی خواہشات کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ ان کے یہاں ہر کام باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔ فضائے ملکوت نے یہ منظر بھی دیکھا کہ اس انقلاب کے علمبردار سادگی کا پیکر ہیں، فرش خاک پر سوتے ہیں اور جو کی روٹی کھا کر شاہوں

CS CamScanner

سے ہمکلام ہوتے ہیں۔

اس نئی سلطنت اور خلفاء کی شاندار مثالوں نے رعایا میں ایک حیرت انگیز روح پھونک دی تھی۔ یہ اسلام سے محبت اور مسلمانوں میں اس کی تبلیغ کی روح تھی۔ یہاں انتظامیہ کے جملہ ارکان اور دوسرے عہدہ داروں کی نیتیں اور ارادے ہر قسم کی بدعنوانی، پیوندکاری اور ذاتی تعصبات و مفادات سے بالاتر تھے۔ ان کے یہاں رعایا پروری، خدا ترسی اور احساس ذمہ داری کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

عہد حاضر میں اسلام کے نام پر قائم ہونے والی حکومتوں اور اس کے مرکزی عہدے داروں کو دیکھئے ایک ملک کے سربراہ کے پروٹوکول کو دیکھ کر رعایا کا دم نکل جاتا ہے۔ صدر، وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ تو درکنار آپ ایک ضلع کے ڈی۔سی، ایس۔پی، مہتمم، جج یا اے۔سی سے بھی معمول کے مطابق ملاقات نہیں کرسکتے۔ ایک انتہائی غریب انسان کو تو حکمرانوں کے سامنے کوئی آنے ہی نہیں دیتا، کسی افسر تک پہنچنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے، ایک چھوٹے سے چھوٹے اہلکار کو بھی کوئی آسانی سے نہیں مل سکتا۔ کسی بڑے افسر سے فون پر بات کرنا ہو تو جواب ملتا ہے "صاحب باتھ میں ہیں، صاحب کلب میں ہیں۔" کیا عہد حاضر میں اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ ایک افسر ضلع کے دکھی انسانوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرسکے، ایک تحصیل کا افسر کسی دیہاتی کے سلام کا جواب دینا ہی گوارا کرے۔

انگریز کے بنائے ہوئے قوانین، عہد غلامی کی تعزیرات، غیر مسلموں کے قواعد وضوابط نے تاحال مسلم اقوام کے قلوب و اذھان کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اے کاش! جلد وہ وقت آئے جب پورے عالم اسلام کی ہر اسلامی ریاست اپنے اپنے ممالک کی آزادی کے بعد اپنے دماغ و قلب سے بھی غیر مسلم اقوام کی غلامی کا جوا اتار پھینکے، ان کے اطوار چھوڑ دیں، ان کے تمدن کو خیرباد کہہ دیں، سلیوٹ مارنے والی رسمیں، سلامی لینے والے انسانیت سوز جشن اور نام نہاد ترقی کے شگوفوں کو کب تک ہماری قوم اپنی ثقافت بنائے رکھے گی۔ کب تک ہمارا ذہن حریت فکر کا حامل نہ ہوگا۔ ہم گفتگو کرتے ہیں تو اس میں

انگریزی کے مشکل الفاظ بول کر اس پر فخر محسوس کرتے ہیں، کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح کھاتے ہیں، تو اسے ماڈرن طرز کہہ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ آہ!..... ہم کس قدر احساس کمتری کا شکار ہیں، اسلام کا نام لے کر اسلام سے کتنے دور ہیں، اسلام کے علمبردار خلفاء کی سیرت، صورت، تمدن، تہذیب اور ثقافت کیوں نہیں اپناتے.....؟

ہمیں انگریزی اقدار اپنانے سے خوشی ہوتی ہے، فرنگی استعمار کے لباس اور زبان کو استعمال کر کے ہم بڑے بننا چاہتے ہیں، دراصل یہ ہے وہ ذہنی غلامی، یہ ہے وہ احساس کمتری، یہ ہے وہ اثرپذیری جو ہم نے 1601ء سے 1857ء اور 1857ء سے 1947ء تک انگریزی غلامی سے قبول کی ہے۔

ہمارا دماغ، سوچ، فکر، عقل و خرد آج بھی برطانوی استعمار کے غلام ہیں۔ عرب ممالک میں الجزائر، مراکش اور تیونس وغیرہ پر جہاں جہاں فرانسیسی استعمار کا قبضہ رہا، وہاں بھی فکر و نظر اسی غلامی کا منظر پیش کرتے ہیں۔ ترکی، مصر، ہسپانیہ و دیگر عرب ممالک اور برصغیر پاک و ہند بھی اسی مرض کا شکار ہیں۔

پاکستان کے ایک عظیم اسلامی مفکر مولانا مفتی محمودؒ نے ایک مرتبہ نہایت کرب اور دکھ سے فرمایا تھا:

> "قیام پاکستان کے بعد سے ہمارا جسم تو ضرور آزاد ہوا، لیکن ہماری سوچ، ہماری فکر، ہمارا کلچر، ہمارا تمدن آج بھی غلام ہے، ہم گورے انگریز کے چلے جانے کے بعد کالے انگریزوں کے دام فریب میں پھنس گئے ہیں، ہمارے ملک میں صرف اسی آدمی کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو انگریزی تہذیب کی گرداب میں سرتاپا ڈوبا ہوا ہو، ہمارے ہاں سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے یہ ملک پاکستان بنایا گیا اس میں قرآن و سنت اور اسلامی نصب العین کو صرف زبان کی حد تک ہم نے قبول کیا ہے۔ ہمارا نظام تعلیم، ہماری عدالتیں، ہمارے اعلیٰ سطحی ادارے، بیورو کریسی کا معیار، قومی قوانین سب کے سب انگریزی عہد کی یادگار کے طور پر مسلمان قوم کے سروں پر مسلط ہیں، اس طرح ایک ہزار سال تک اسلام

اسلام کے نعرے بلند کرنے سے ہم اسلام کی بہاریں نہیں لوٹ سکتے۔ جب ہمیں قرآنی تعلیم پر فخر نہ ہو، دینی شعار کی اہمیت نہ ہو، ہم میں محمدی طریقہ زندگی کو احساس برتری حاصل نہ ہو، ہمارے سیاستدان خود اپنے ۵ فٹ کے جسم پر اسلام کو نافذ نہ کریں۔ ہمارے حکمران اپنے جسموں پر اسلام لاگو نہ کریں، ہماری خواہشات سرمایہ دارانہ تعیش پسندی اور جاگیر دارانہ اونچ نیچ کو خیر آباد نہ کہیں اس وقت تک اسلام کے نعرے اور اسلام کے دعوے محض فریب ہیں۔"

جمعیت علماء اسلام کے قائد کی حیثیت سے انہوں نے فرمایا تھا:

"ہم اپنی زندگی کے آخری لمحے تک انگریزی استعمار کی ذہنی غلامی کے خلاف لڑتے رہیں گے، اس کے اثرات کو بیخ و بن سے اکھاڑیں گے، مسلمان قوم میں ضرور ایک طبقہ جلد ایسا پیدا ہوگا جو ترقی کے اس معیار کو خیر آباد کہہ دے گا، جو ہمارے حکمرانوں اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے قلوب میں سمایا ہوا ہے۔"

مولانا مفتی محمودؒ جب پاکستان میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے اعلان کیا:

"آج خلافت راشدہ ہی اسلام کی ایسی تصویر ہے، جس کی روشنی میں ہم حقیقی اسلام نافذ کرسکتے ہیں، اسی طرز زندگی سے مملکت کے ہر طبقے کو عدل و مساوات کی روشنی مل سکتی ہے۔"

عہد حاضر کی ایک مثال

مولانا مفتی محمودؒ برصغیر کے واحد عالم اور اسلامی حکمران تھے، جنہوں نے پہلی مرتبہ اسلامی اقتدار کو زندہ جاوید کیا، آپؒ نے وزارت اعلیٰ کے 9 ماہ کی مدت میں برطانوی استعمار کی ایک ایک نشانی کو اپنے صوبہ سے مٹا دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ

"ہم مسلمان ہیں، ہماری اپنی اقدار میں ہماری ایک درخشندہ تہذیب ہے، ایک بے مثال نظام حکومت ہماری اسلامی تاریخ کا حصہ ہے،

ہم کیوں کسی کی ذہنی غلامی قبول کریں۔"

پاکستان کا مؤرخ ان کے دور کو اس حیثیت سے ضرور نمایاں کرے گا کہ جس مقصد کے لئے یہ ملک قائم کیا گیا وہ نصب العین پہلی مرتبہ مولانا مفتی محمودؒ ہی نے صوبہ سرحد میں نافذ کیا اور تھوڑے سے عرصے میں برائی کی جڑوں کو اکھاڑا نیکیوں کے دریچے کھولے، رعایا کو پولیس اور فوج کے خوف سے نجات دلائی، شراب، زنا، رشوت، قماربازی، اور جوئے کا خاتمہ کیا۔ بغیر کسی خصوصی پروٹوکول کے خالص اسلامی طرز پر، سادگی، فروتنی اور غریب پروری کی تابندہ مثالیں قائم کیں۔ مولانا مفتی محمودؒ نے مختصر سی مدت میں ثابت کردیا تھا کہ اسلام آج بھی جدید دنیا کے ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بالآخر دنیا بھر کی بڑی بڑی غیر ملکی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ جب ان کے قریب ہوئے تو وہ انہیں اپنا قائد تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ مفتی محمودؒ کی حکومت اور خلافت راشدہ کی ایک ہلکی سی جھلک تھی، جس کا نظارہ 1972ء میں لاکھوں افراد نے کیا۔

بارھواں باب

دور خلافت کی

معاشی اصلاحات

خلافت راشدہ کے دور کی معاشی اصلاحات اور عامۃ الناس کے لئے ذرائع معاش بیشتر وہی ہیں جو راقم کی کتاب "اسلام ایک عالمگیر نظام" کے معاشی باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ہم یہاں خاص طور پر خلفاء راشدین کے دور کے ذرائع معاش یا معاشی استحکام کے لئے خلفاء کی کارگزاری اور ریاست کے ہر طبقے کی معاش کے لئے ان کے قوانین کا تذکرہ کریں گے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ جو اسلام ۲۳ سال میں آسمانوں سے نازل ہوا اور جس کی ترویج کا کام ساری انسانیت کے محسن ﷺ نے شروع کیا تھا' جب وہ عہد شباب پر پہنچا تو اس نے لوگوں کی معاشی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کیا اصول وضع کئے' ان کی حکومتوں نے رعایا کے تمام طبقوں کو افلاس اور غربت کے عفریت سے بچا کر کس طرح گھر گھر خوراک بہم پہنچائی۔ انہوں نے مختلف ملکوں' قوموں اور مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کو کیسے اعلیٰ طریقے سے معاشی ناہمواریوں سے محفوظ کر کے ان کے درمیان مساوات قائم کی۔

خلفاء راشدین نے قرآن و حدیث کے درج ذیل اصولوں کے مطابق ذرائع معاش کا اہتمام کیا۔

ذرائع معاش کی تلاش کا حکم

✸— "فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ" (سورۃ الجمعہ، آیت ۱۰)

"پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔"

✸— "قال رسول اللہ ﷺ طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" (کنز العمال جلد ۲)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا حلال معیشت کا طلب کرنا، اللہ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔"

خلفاء راشدین کے احکامات

✸— "قال عمر بن الخطاب" اطلبو الرزق من خیاب الارض" (کنز العمال، جلد ۲)

"خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔"

✸— "قال عمر بن الخطاب" لایقعد احدکم عن طلب ارزاقکم" (احیاء العلوم، جلد ۲)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جدوجہد میں پست ہو کر نہ بیٹھ جائے۔"

تلاش رزق کے اساسی اصول

✵— "یآیھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۸)

"اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے، اس میں سے حلال طیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بلاشبہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔"

مال حلال سے مراد

مذکورہ خدائی حکم میں تلاش حلال کا حکم دیا گیا ہے۔ خلفاء راشدین نے حلال رزق ہی کے مواقع فراہم کئے تھے۔ مال طیب اور حلال کے بارے میں علامہ رشید رضا مصری نے تفسیر المنار میں لکھا ہے:

"طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر اللہ کا حق متعلق نہ ہو اس لئے کہ نص قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے ان کی حرمت تو ذاتی ہے اس لئے مجبور و مضطر کے سوا کسی حالت میں ان کا استعمال درست نہیں۔ .... مثلاً ایک دوسری قرآنی آیت کے مطابق مردار خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو خدا کے حکم کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، یہ سب چیزیں حرمت ذاتی میں داخل ہیں۔ پس! جو شے ناحق لی گئی اور اس کے حصول کے لیئے صحیح طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ مثلاً جوا، سود، رشوت، قمار، ظلم، غصب، دھوکا، خیانت، چوری اور ڈکیتی جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی گئی وہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ ایسا مال طیب نہیں اسلام کے نزدیک ہر ایسی خبیث شے حرام ہے۔"

(المنار عربی جلد ۱، صفحہ ۸۷۔ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۶۸)

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واضح اعلان

طلب معاش اور کسب حلال کی سعی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا:

● — "ای لابد للعبد من حرکة ومباشرة بسبب من اسباب یتحصل به طریق الوصول الی الرزق"

(اتحاف السادہ جلد ۵، صفحہ ۳۱۷)

"یعنی ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق حاصل کر سکے۔"

طلب معیشت کے ذرائع

اسلام کے نزدیک روزگار کے ذرائع میں تجارت، ملازمت اور مزدوری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خلفاء راشدین نے رعایا کے لئے یہ تینوں ذرائع بکمال اتم مہیا کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تو تجارت کے لئے کئی افراد کو خطیر رقمیں بھی مہیا کی گئی تھیں۔ جن کا ذکر پیداواری ذرائع کے باب میں موجود ہے۔

علاوہ ازیں حکومتی محکموں میں ملازمت اور مزدوری و محنت کشی کے بھی بے شمار مواقع پیدا کئے گئے۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی تمام جائز ضروریات کا احساس رکھے۔ غربت و افلاس کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہے۔ اس کی رعایا میں ایسا نہ ہو کہ ایک طبقہ امیر سے امیر تر ہو اور دوسرا غریب سے غریب تر۔ اس طرح معاشی تنگ دستی اور بھوک کی موجودگی میں قائم رہنے والی حکومت حقیقت میں ناکام اور نااہل قرار پاتی ہے۔ خلفاء راشدین کے پورے دور پر طائرانہ نگاہ ڈالنے والا اس حقیقت سے واقف ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک تمام ادوار میں ہر حکمران کو سب سے زیادہ احساس غربت و افلاس کے خاتمہ اور رعایا کی معاشی ضروریات کا رہا، ایسی شدت احساس کی ایک مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک یادگار قول ہے، جو آپ نے عراقی علاقہ کو فتح

کر کے فرمایا تھا:

✸— "اما واللہ لئن بقیت لارامل اہل العراق لادعنہم لایفتقرون الی امیر بعدی" (کتاب الخراج، صفحہ ۲۷)

"خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسا کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر پیش نہ ہوں"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہونے سے پہلے بڑے شاہانہ انداز میں رہتے تھے لیکن جب خلیفہ بنائے گئے تو یہ حالت تھی۔

✸— "ثم رایتہ بعد ان ولی الخلافۃ یمشی مشیۃ الرہبان" (ایضاً)

"پھر میں نے خلافت کے بعد ان کو دیکھا تو ان کی حالت راہبوں جیسی ہو گئی تھی۔"

یعنی رعایا کی ذمہ داریوں اور ان کی غربت کی بناء پر موٹا کپڑا پہنتے اور سادہ غذا کھاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ایک مرتبہ ساری رات مصلیٰ پر بیٹھے روتے رہے، صبح کو زوجہ محترمہ نے اس غیر معمولی رنج والم کا حال دریافت کیا تو فرمایا:

> "میرا حال یہ ہے کہ (اسود و احمر) کالوں اور گوروں سمیت امت مسلمہ کا میں نگران ہوں، تو میں سوچتا ہوں کہ دور دور کے صوبوں اور شہروں میں ایسے ناتواں مسافر ہوں گے جو قناعت اور تنگ حالی کی وجہ سے بے حال ہو رہے ہوں گے، بہت سے محتاج فقیر بہت سے مجبور قیدی اور اسی طرح بہت سے کمزور و ناتواں ہوں گے۔"

✸— "فعلمت ان اللہ سائلنی عنہم وان محمداً احججنی منہم فخفت ان لایثبت لی عند اللہ عذر ولا یقوم لی مع محمد رسول اللہ حجۃ فخفت علی نفسی" (کتاب الخراج)

"پس مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مجھ سے ضرور سوال

کرے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کی جانب سے مجھ سے ضرور جھگڑیں گے، سو میں ڈر رہا ہوں کہ اس وقت اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکوں گا۔ نہ محمد ﷺ کے سامنے کوئی حجت لاسکوں گا" تو یہ رنج والم اسی خوف کی وجہ سے ہے۔"

عوام کے معاشی نظم ونسق کی درستگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کی خوراک، لباس، مکان، علاج اور انفرادی واجتماعی زندگی کی تمام سہولتیں ان کو بہم پہنچائی جائیں۔ اس آئینے میں دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ کے خلفاء کو جتنا احساس تھا رعایا کی معاشی تنگی اور ضروریات کے لئے آج تک کوئی حکمران اور فرمانروا اس احساس کا سزاوار نہیں ہوا ہے۔ خلفاء راشدین کے ہاں غریب پروری کی حیثیت ایک بہت بڑی ذمہ داری کی تھی کہ وہ رعایا کی ضروریات کے بارے میں خدائی احکام اور اسلام کے بے مثال نصب العین کے سچے علمبردار اور ترجمان تھے۔ انہوں نے دنیا کے سامنے ایک دفعہ یہ کردار روشن کر دیا تھا کہ حکومت و اقتدار کا مفہوم صرف کرسی پر بیٹھ کر کروفر اور تکبر و عجب کا اظہار ہی نہیں، نہ ہی حکومت کا مقصد عیش وطرب کی مجلسیں قائم کرنا، عشرت کدوں میں شرافت وحیاء کا رقص کرانا اور لوگوں کی ضروریات سے پہلو تہی کر کے صرف فوج اور پولیس کے سہارے حاکیت برقرار رکھنا ہوتا ہے بلکہ ایک اسلامی حکومت، ایک خدائی اور محمدی نصب العین کی حامل گورنمنٹ کا ایک ایک کارندہ حقیقت میں غریبوں کا سچا خادم اور ان کی ضروریات کا نگران ہوتا ہے۔ ایک غریب سے غریب اور فقیر سے فقیر اور دور دراز علاقوں کا رہنے والا سادہ لوح انسان بھی اگر کسی مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہے تو حاکم و سربراہ پر لازم ہے کہ وہ اس کی پریشانی پر بھی پھڑک اٹھے۔ اس کی نظر میں صرف امراء اور صاحب ثروت لوگ ہی نہ ہوں بلکہ اس کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہو کہ وہ ہر قسم کی دکھی انسانیت کے لئے مسیحائی کا درجہ رکھتا ہو...... حکومت و سلطنت کا یہ مطلب نہیں کہ جباریت وقہاریت کا شعار اپنایا جائے، عوام کے مطالبات ومسائل کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے۔ ایک شخص کو اگر یہ دعویٰ ہے وہ کسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہے تو اسے اسلامی تعلیمات کی رو سے اس وقت تک حکمرانی کا حق نہیں جب تک وہ اپنی رعایا کی معاشی ضرورتوں کو پورا نہ کرے اور ان کے افلاس کا خاتمہ نہ کرے۔ وہ اپنے اوپر اس وقت تک آرام کوشی کو حرام کرلے جب

تک وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ میری پوری ریاست میں کوئی انسان بھوک اور افلاس کی تنگی کا سزاوار نہیں رہا۔

یوں تو آج کا ہر حکمران ہی اپنے آپ کو قوم کا خادم قرار دیتا ہے پارلیمنٹ کا ہر ممبر بھی ووٹ لینے کے لئے بچے خادم کا لفظ استعمال کرتا ہے، لیکن جب ان لوگوں کو حکومت ملتی ہے تو ان کے تمام نعرے اور دعوے طاق نسیان ہو جاتے ہیں اور یہی "خادم" اپنی قوم کے لئے غاصب و ظالم کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے دروازے غریبوں کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ ان کی پرواز اتنی بلند ہو جاتی ہے کہ ووٹ دے کر منتخب کرنے والی بستیاں ان کی نظروں میں حقیر ٹھہرتی ہیں۔ ان کا کام دونوں ہاتھوں سے لوٹنا اور ہر حالت میں تجوریاں بھرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر دنیا میں خدام قوم کی حقیقی تصویر بچے لوگوں کو دیکھنا ہو تو رسول اللہ ﷺ کے خلفاء سے زیادہ اس کا مفہوم کسی پر صادق نہیں آتا۔

ایک کامیاب اسلامی فرمانروا کہلانے کا مستحق وہی شخص ہے جو اپنی مملکت میں خلفاء راشدین کی مانند رعایا پروری کرے، انہی کی مثل عامتہ الناس کی ضروریات کا احساس رکھے، انہی کی طرح اس کا ایمان ہو کہ اسے یوم حشر میں خدا کی عدالت کے سامنے ہر سوال کا جواب دینا ہے۔

بچوں، بوڑھوں، محتاجوں اور بیواؤں کی معاشی کفالت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم اسلم نے ایک مرتبہ کہا "بیت المال میں ایک بکری آئی ہے، جو اندھی ہے اسے کا کیا کیا جائے۔" آپ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ اس کا مصرف کوئی نہیں تو فرمایا کہ "اسے ذبح کر لو۔" ذبح کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا گوشت ازواج مطہرات، کبار صحابہ کے گھرانوں میں بھیج دیا۔ گوشت بھیجنے پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا "امیر المومنین" آپ ہمارے لئے ہر روز اسی طرح کیا کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔" اس پر آپ نے فرمایا:

"عباس رضی اللہ عنہ مدینہ میں بہت سی بھوکی عورتیں ہیں، جن کا کوئی پرسان حال نہیں، ان کا بھی تو خیال رکھنا ہے۔" (کتاب الخراج)

کفالت عامہ کے لئے حضرت عمرؓ کا تاریخی اعلان

"قلمروئے خلافت میں بلا تخصیص مذہب و ملت ہر تنگ دست کی مدد کی جائے، ہر مقروض کا قرض ادا کیا جائے، ہر کمزور و ضعیف اور مظلوم کی اعانت کی جائے، ہر ظالم کو ظلم سے روکا جائے، ہر ننگے کو کپڑا پہنایا جائے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان تھا:

"کوئی ضرورت مند ایسا نہ رہنے پائے جس کی ضرورت حکومت کی طرف سے پوری نہ کی جائے۔"

خلفاء راشدین کی طرف سے کفالت کا ایک اہم پہلو

خلافت راشدہ کے دور میں یہ ضروری نہیں تھا کہ محتاج اور نادار لوگ خود چل کر اپنی احتیاج کی اطلاع خلیفہ کو دیں بلکہ خود خلیفہ کا فرض تھا کہ وہ رعایا کے ہر فرد کی ضروریات سے باخبر رہے اور انہیں از خود پورا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قاضی ابو یوسف کا بیان ہے:

"خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی ضروریات کو کسی دوسرے پر نہیں چھوڑتے تھے بلکہ خود دیکھتے کہ اس کا کام ہوگیا ہے، ایک دفعہ ایک قاصد قیس انجعی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا "میں آیا تو آپ رضی اللہ عنہ لکڑی کی ٹیک لگائے اس طرح کھڑے تھے جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کے پاس کھڑا ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ" چکر لگاتے تھے اور فرماتے جاتے "اے یرفا! اسے گوشت دے، اسے روٹی دے، اسے شوربا دے۔"

غالباً قیس اشجعی نے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا' جو ۱۸ھ میں عام الرمادۃ یعنی قحط کے سال میں پیش آیا۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ امام محمد بن حسن شیبانی نے کتاب الآثار میں نقل کیا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے دوران ایک مرتبہ مدینہ میں سرکاری طور پر کھانا پکوا کر تمام ضرورت مندوں میں تقسیم کیا تھا۔

معذور افراد کے لئے خدام کا تقرر

خلفاء راشدین کے دور میں معذوروں کے لئے خادم مقرر کئے جاتے تھے۔ تاکہ اپاہج لوگ گردش ایام کی ستم کیشیوں سے محفوظ رہیں۔ کتاب الآثار میں ہے:

"عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور معذور افراد کے لئے خادموں کا بندوبست کرتے تھے۔"

حضرت عمر (ثانی) بن عبدالعزیز نے بھی معذور افراد کے لئے خادموں کا تقرر کیا' ان کا ایک واقعہ اس طرح ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی ذاتی زمین کی آمدن سے ایک اندھے و بوڑھے شخص کے لئے خادم مقرر کیا تھا۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے: "میں نے ہر چیز مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی ہے' البتہ چشمہ سویداء میرا اپنا ہے' چنانچہ وہاں چٹیل زمین' جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا میں نے حاصل کی پھر جو وظیفہ مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ ملتا ہے اس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔"

جب اس زمین کا غلہ آیا (جس کی مالیت دو سو دینار اور ایک بوری صیحانی کھجور اور عجوہ کھجور تھی) تو آپ نے فرمایا:

"لاؤ یہ عجوہ کھجور ان حضرات (حاضرین مجلس) کے سامنے پیش

کرو، یہ بڑی فرحت افزا اور صحت بخش ہیں۔"

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان دو سو دینار کی زکوٰۃ نکالو۔" جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا اس نے عرض کیا "امیر المومنین! اس باغ کا عشر ادا کیا جا چکا ہے۔" فرمایا "بیٹا! یہ تیری محنت تھوڑا ہی ہے۔" چنانچہ پانچ دینار زکوٰۃ کے الگ کر دیئے گئے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اس کے پاس لانے لے جانے کے لئے کوئی خادم بھی نہ ہو۔" لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے، حضرت عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہاں مجھے یاد آیا، وہ فلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے، وہ بے چارا برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے، اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اسے پکڑ کر لائے اور واپس لے جائے۔ آپ نے فرمایا "اس رقم میں سے ایک خادم کی قیمت نکال لو، خادم درمیانی عمر کا ہو، نہ اتنا بڑا ہو کہ اسے ڈانٹا کرے، نہ اتنا کم عمر ہو کہ اس کی خدمت سے عاجز ہو۔" چنانچہ اس رقم سے پینتیس (۳۵) دینار اس کے نکال لئے گئے۔"

نظام مملکت چلانے کے لئے ذرائع آمدن کا حصول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دانشوران انصار کے دس، قبیلہ اوس کے پانچ اور قبیلہ خزرج کے پانچ افراد سمیت اصحاب کبارؓ کی مجلس شوریٰ میں یہ مسئلہ پیش کیا:

"سرحدوں کی حفاظت (فوجی اور عسکری نظام) یتیموں، بیواؤں کی کفالت اور سلطنت کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے کثیر فنڈ کی ضرورت ہے، میری رائے ہے کہ تمام مفتوحہ ممالک کے لئے محاصل و خراج کا باقاعدہ نظام جاری کیا جائے، ہر قوم سے جزیہ وصول کیا جائے۔

مجلس شوریٰ کے تمام ارکان نے خلیفہ راشد کی رائے سے اتفاق کیا اور نظام مملکت چلانے کے لئے ذرائع آمدن کے حصول کا تعین کر لیا گیا۔ معاشی ذرائع کی منظوری کے بعد خلیفہ ثانی نے ان کی وصولی کے لئے بھی ایک نئے محکمہ کے قیام کا اعلان کر دیا۔ حصول خزانہ کے اس محکمہ کے لئے بالاتفاق عثمان بن حنیف ؓ کا نام طے کیا گیا۔ حضرت عمر ؓ کے پہلے وزیر خزانہ عثمان بن حنیف ؓ کی تنخواہ پانچ درہم ایک جریب آٹا روزانہ کے حساب سے مقرر کی گئی۔ حضرت حذیفہ الیمان کو ان کا معاون مقرر کیا گیا۔

زرعی پیداوار کا حصول

سب سے پہلے حضرت عمر ؓ نے وزیر خزانہ اور معاون کو حکم دیا کہ ساری سلطنت میں بے آباد زمینوں کی فہرست تیار کی جائے۔ صحابہ ؓ کی اس دو رکنی ٹیم نے صحراء، جنگل، پہاڑ اور نہروں کو چھوڑ کر تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب زمین قابل کاشت کا نقشہ پیش کیا۔ آتش کدوں کے اوقاف، لاوارثوں، مفروروں اور باغیوں کی جائیداد، سڑکوں کے لئے مخصوص زمینیں، ڈاک کے مصارف کی تمام جائیداد اس سے علیحدہ تھی۔ حضرت عمر ؓ نے ان زمینوں کو چھوڑ کر باقی تمام زمینیں قدیم مالکان کو دے دیں۔ ان پر حسب ذیل مال گزاری ٹیکس مقرر کیا۔

اشیائے پیداوار پر ٹیکس کی تفصیل

	فی جریب یعنی پون بیگھ	ٹیکس کی رقم
گندم	//////////	دو درہم (سالانہ)
جو	//////////	ایک درہم (سالانہ)
نیشکر	//////////	چھ درہم (سالانہ)
روئی	//////////	پانچ درہم (سالانہ)

CamScanner

انگور	//////////	دس درہم (سالانہ)
نخلستان	//////////	دس درہم (سالانہ)
تل	//////////	آٹھ درہم (سالانہ)
ترکاری	//////////	تین درہم (سالانہ)

ملکی تعمیر کے اس معاشی پروگرام کی تدوین کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر میں زندہ رہا تو عراق اور مملکت کی تمام بیواؤں کو کسی کا محتاج نہیں رہنے دوں گا۔" (بخاری کتاب المناقب)

اندازہ کیجئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاشی تعمیر کا یہ ڈھانچہ ایسے وقت میں تیار کیا۔ جب دنیا بھر میں کوئی معاشی، اصلاحی، اقتصادی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ بادشاہوں کا حکم ہی قانون تھا، کسی قسم کے ضابطے اور قاعدے کے مطابق کوئی معاشی توازن برقرار نہیں تھا۔

یہ معاشی واقتصادی اور حکومتی پیداوار کے ذرائع کا ماسٹر پلان تھا، جس کے ذریعے خلیفہ راشد ثانی نے آنے والی اسلامی حکومتوں کے لئے ایک نہایت متوازن اور کارآمد لائحہ عمل پیش کیا، اس عظیم معاشی پلان سے مملکت کی ترقی کا راستہ کھل گیا، صرف مال غنیمت ہی پر لوگوں کا انحصار نہ رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معاشی اصلاحات سے امور مملکت میں آپ کے گہرے تدبر و تفکر کا اندازہ ہوتا ہے، اس کے بعد خراج کی وصولی کے لئے سب سے زیادہ عادلانہ طریقہ اختیار کیا کہ ذمی رعایا سے ان کی سہولت طبع کے مطابق مشاورت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کا وہ طرز بھی موقوف کر دیا کہ رومی خراج کے علاوہ غلہ کی کثیر مقدار بھی ہر صوبے سے وصول کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جابرانہ طریقہ ختم کر کے غیر مسلموں کے لئے سہولت پیدا کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کی زرعی اصلاحات

(1)— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قانون وضع کیا کہ مسلمان کسی مفتوحہ علاقے کی زمینیں کاشت کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ وہ زمینیں علاقے کے مالکوں کے پاس رہیں گی۔

✵— چنانچہ شریک غطفی نامی ایک شخص نے مصر میں کچھ زراعت کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا:

"تم کو ایسی سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے عبرت کا سامان ہوگی۔"

(حسن المحاضرہ جلد ا، صفحہ ۶۸)

✵— ایک دفعہ عبداللہ بن الحر العنسی نے شام میں کھیتی کا کام شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی کل جائیداد بطور سزا ضبط کرلی۔" (اصابہ تذکرہ عبداللہ)

(2)— آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"من احیاء ارضاً میتاً فھی لہ"

"جو کوئی بنجر زمین کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہے۔"

اسی اصول کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورے ملک میں اعلان کرا دیا کہ "جن کاشتکاروں نے بے آباد زمینوں کو آباد کیا آئندہ ان کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے۔" (وفاء الوفا، صفحہ ۱۹۰)

(3)— اسی اصول کے تحت جو شخص حکومتی زمین حاصل کرکے تین سال تک آباد نہیں کرے گا، اس سے وہ زمین چھین لی جائے گی۔

✵— چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو دیا جانے والا قطعہ اراضی تین سال بعد واپس لے لیا تھا۔

وصول خراج کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خراج کی وصولی کے لئے سب سے زیادہ آسانی پیدا کی اور خود رعایا کو اختیار دیا کہ وہ وصولی کے لئے بہترین اشخاص منتخب کرکے ان کے نام دفتر خلافت میں روانہ کریں۔ چنانچہ کوفہ والوں نے عثمان بن فرقد، شام والوں نے معن بن یزید اور بصرہ والوں نے حجاج بن علاط کا نام روانہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو عامل خراج مقرر کردیا۔ (کتاب الخراج، صفحہ ۶۳)

وصول جزیہ کا طریقہ

حضرت عمرؓ کے دور میں جزیہ بھی نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا۔ جو لوگ اپاہج یا بے کار ہو جاتے ان کا جزیہ معاف کر کے ان کو بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا جاتا تھا۔ یہ قاعدہ حضرت ابو بکرؓ کے دور ہی سے مقرر ہو گیا تھا۔

وصول عشر کا طریقہ

عشر بھی مملکت کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ عام لوگوں سے عشر کا حصول جاہلیت کے دور سے چلا آتا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کو باقی رکھا۔ (فرمودہ امام مالک) یہ عشر زرعی نہیں بلکہ تجارتی تھا۔ اس کے لئے کم از کم دو سو درہم سے زیادہ مال ہونا ضروری تھا۔ شام کے قبطی گندم کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان سے نصف عشر لیتے تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں زیادہ سے زیادہ تجارت ہو۔

وصول زکوٰۃ کا طریقہ

آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ و عشر کے اموال کے لئے سب سے اعلیٰ مال کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تھا۔ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی آسانی ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اموال صدقہ میں ایک بڑے تھن والی بکری دیکھی تو فرمایا: "اس کے مالک نے اس کو بخوشی نہ دیا ہو گا" اس طرح مسلمانوں کو نہ بدکاؤ۔" (از موطا امام مالک)

دفتر بیت المال

زکوٰۃ، جزیہ، اور عشور کی تمام رقوم حضرت ابو بکرؓ ہی کے زمانہ سے بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ صرف وصولی خراج کے لئے علیحدہ دفتر قائم تھا۔

CamScanner

بیت المال کی رقم کے مصارف

1— رفاہ عامہ یا پبلک ورکس کے انتظامات۔
2— صحابہ کرامؓ کے وظائف۔
3— اپاہجوں، مسکینوں، ناداروں، یتیموں اور مستحق افراد کی کفالت۔
4— سرحدی حفاظت کا انتظام۔
5— صیغہ پولیس۔

صحابہ کرامؓ کے وظائف کے بارے میں مختصر تفصیل

شرکاء بدر کے لئے سالانہ امداد	پانچ ہزار درہم (فی کس)
مہاجرین حبشہ اور شرکائے احد کے لئے سالانہ امداد	چار ہزار درہم
مہاجرین قبل از فتح مکہ کے لئے سالانہ امداد	تین ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے ان کے لئے سالانہ امداد	دو ہزار درہم
جنگ قادسیہ اور شرکاء یرموک کے لئے سالانہ امداد	دو ہزار درہم
اہل یمن کے لئے سالانہ امداد	چار ہزار درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین کیلئے (اہلا امتیاز مراتب) سالانہ امداد	تین ہزار درہم
مہاجرین و انصار کی بیویوں کا وظیفہ سالانہ	دو سو سے چار سو درہم
اہل بدر کی اولاد کا وظیفہ سالانہ	دو ہزار درہم

وظائف حاصل کرنے والے تمام اشخاص کے نام گورنر اور خلیفہ وقت کے رجسٹروں میں درج ہوتے تھے۔

کفالت عامہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی واضح تصریح

عامتہ الناس کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل اسلامی حکومت کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ اس کے متعلق حضرت عمرفاروقؓ کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے جو آپ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"انی حریص علی ان لاأری حاجة الخ"

"میں چاہتا ہوں کہ کسی محتاج کی کوئی حاجت باقی نہ رہے' میری مملکت کے ہر ہر فرد کی ہر قسم کی ذمہ داری مجھ پر ہے' اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ بھوکے کو روٹی' بے خانماں کو مکان اور ننگے کو کپڑے پہنائے' ہم پر لازم ہے کہ رعایا کو خوشحال کریں' ان کی ضروریات کا خیال رکھیں' یہ نہ ہو کہ حکومت بھی قائم ہو اور غربت وافلاس بھی عوام کو تنگ دستی کی چکی میں پیستی رہے۔

(از اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۱۰۱)

غربت کے خاتمہ کے لئے تاریخ ساز اعلان

کتاب الخراج میں ہے کہ ایک موقع پر معاشی تنگ دستی کا حال سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اما واللہ لئن بقیت لأرامل الی اهل العراق لادعنهم لایفتقرون الی امیر بعدی"

"خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر پیش نہ ہوں۔" (ایضاً صفحہ ۱۲۷)

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے رعایا کے حقوق بلا تفریق مذہب تمام لوگوں کو عطاء کئے۔ خلفاء راشدین کے دور میں کفالت عامہ کی ذمہ داری صرف مسلمان شہریوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ غیر مسلم عوام کی معاشی ضروریات کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ

CamScanner

حضرت عمرؓ کے اس خطبہ سے کیا جاسکتا ہے جو آپؓ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔

عیسائیوں کے معاشی حقوق کی ادائیگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ ہونے والے ایک معاہدہ سے بھی غیر مسلموں کے بارے میں خلافت کا نقطہ نظر سامنے آتا ہے معاہدہ کی عبارت کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے نقل کی ہے۔

ترجمہ: "میں نے ان کا یہ حق قرار دیا ہے کہ ایسا بوڑھا جو محنت کرنے سے معذور ہو یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آپڑے یا جو آدمی پہلے سے مال دار رہا اور ایسا غریب ہوجائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں اس کا جزیہ ساقط کر دیا جائے گا' جب تک وہ دارالحرب اور دارالاسلام میں مقیم رہے گا۔ اس کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔

ایک معذور یہودی کے اخراجات کی ذمہ داری

عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک سائل بھیک مانگ رہا ہے۔ یہ ایک بوڑھا آدمی تھا' جس کی بصارت ضائع ہوچکی تھی۔ آپ نے پیچھے سے اس کے بازو کو ٹھوکا اور پوچھا تم کون ہو اور تم کو ایسی حالت کیوں پیش آئی؟ اس نے کہا میں یہودی ہوں' ضرورت مندی اور جزیہ کی ادائیگی نے مجھے بھیک مانگنے پر مجبور کیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔ گھر لا کر اس کو اتنا کچھ دیا کہ جو اس وقت کی ضروریات کے لئے کافی تھا۔ پھر آپ نے بیت المال کے نگران کو بلوا کر کہا اس کا اور اس جیسے دوسرے تمام افراد کا جزیہ ساقط کر کے ان کا خیال رکھو اور فرمایا! "خدا کی

قسم یہ انصاف نہیں کہ ہم ان کی جوانی کی کمائی کھائیں اور انہیں بڑھاپے میں بے سہارا چھوڑ دیں۔" (کتاب الخراج صفحہ ۱۵۰)

عام لوگوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے اعلان کر رکھا تھا:

"ومن اراد ان یسال عن المال فلیاتنی فان الله جعلنی خازناً وقاسماً"

"جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے ان کے مال کا تقسیم کنندہ اور خزانچی بنایا ہے۔" (ابن جوزی سیرۃ عمر بن خطاب)

رعایا کی خوشحالی پر خلفاء راشدین کا اطمینان

رعایا کی مجموعی حالت کے بارے میں خلفاء ہمیشہ پریشان رہتے تھے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ پوری ریاست کا ہر فرد اعلیٰ معیار زندگی سے بہرہ ور ہو۔ آنحضرت ﷺ کے آخری دور میں غربت اور تنگ دستی کے خاتمے کے بعد جب مسلمانوں کو خوشحالی میسر آئی تو اس خطرہ سے کہ ریاستوں کی آمدنی کا اکثر حصہ چند خاندانوں تک ہی محدود نہ ہوجائے لہٰذا اعلیٰ معاشی اصول قائم فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحبت یافتہ خلفاء بھی کسی صورت میں معاشی عدم توازن کو برداشت نہ کرتے تھے۔ وہ جس علاقے کو اسلام کی روشنی سے بہرہ ور کرتے وہاں کی تمام ضروریات کا سب سے پہلے خیال کرتے۔ ان کا مقصد ہر علاقے سے مال غنیمت حاصل کرنا ہی نہیں تھا۔ بلکہ دنیا بھر کے مظلوموں اور ستم رسیدہ اقوام کو خوشحالی اور فراخی عطا کرنا تھا۔ ان کے کسی عمل سے ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا کہ انہوں نے معاشی رعایتوں کے معاملے میں کبھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کی ہو' وہ مجموعی طور پر مملکت کے لوگوں کی حالت کا خیال رکھتے تھے جب کہیں سے انہیں اطلاع ملتی کہ وہاں لوگ معاشی تنگ دستی میں مبتلا ہیں وہ بے چین ہوجاتے' تاریخ کے اوراق پر ایسے درخشندہ واقعات بھی رقم ہیں' جن کا مطالعہ کر کے انسان رعایا پروری و معاشی اصلاح کے بے مثال کارناموں پر ششدر رہ جاتا ہے۔

دور خلافت میں غریب پروری کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کا معمول تھا کہ خود ساری رات گشت کرتے تھے ان کے خادم اسلم کا بیان ہے کہ میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا، ہم مدینہ سے دور نکل گئے تھے، ہم دور دراز کے گھروں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے، ہم نے آگ جلتی دیکھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "میرا خیال ہے کچھ سواروں کو سرد رات نے یہاں روک رکھا ہے، چلو ہم وہاں چلیں۔" ہم تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچے، ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے پاس چند بچے بیٹھے ہیں اور ہنڈیا چولہے پر رکھی ہے، بچے روتے چلاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عورت سے پوچھا "کیا حال ہے تمہارا اور یہاں کیا ہو رہا ہے؟" عورت نے کہا کہ "سردی اور رات کی وجہ سے ہم یہاں رک گئے ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "یہ بچے کیوں چلا رہے ہیں؟" عورت نے جواب دیا کہ "بھوک سے" انہوں نے دریافت کیا "اس ہنڈیا میں کیا ہے۔" عورت نے کہا "اس میں محض پانی ہے جو بچوں کی تسلی کے لئے چڑھا دیا ہے، تاکہ وہ خاموش ہو جائیں اور سو جائیں اور ہمارے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ اللہ کرے گا۔" عورت کا مطلب یہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "خدا کی بندی عمر رضی اللہ عنہ کو تمہارے بارے میں کیا علم ہے؟" اس نے کہا "تو پھر وہ خلیفہ کیوں بنا بیٹھا ہے؟ جب وہ ہمارے حال سے غافل ہے۔" اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے کہا کہ "چلو بھائی" ہم وہاں سے بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آٹے کے گودام میں آئے اور حضرت عمرؓ نے آٹے کی ایک بوری اور چربی کا ایک کپا بھی لیا اور مجھ سے کہا "یہ سامان میرے کندھے پر رکھ دیں۔" میں نے عرض کیا کہ "میں اٹھائے لیتا ہوں" تو انہوں نے غصہ سے جھڑک کر کہا "کیا قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟" چنانچہ میں نے سامان ان کے کندھے پر رکھا دیا پھر ہم دونوں بڑی تیزی سے چل پڑے۔ انہوں نے سامان عورت کے پاس رکھ دیا، کسی قدر آٹا نکال کر عورت سے کہا کہ "اسے گوندھ، جب تک میں آگ تیز کرتا ہوں۔" چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے

نیچے پھونکنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی گھنی تھی' میں نے دیکھا کہ ان کی داڑھی کے بالوں سے دھواں چھن چھن کر نکل رہا ہے' یہاں تک کہ کھانا پک گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اتار لیا اور عورت سے فرمایا "کوئی چیز لاؤ" وہ ایک تھال لے آئی' تو انہوں نے ہنڈیا کو اس میں انڈیل دیا اور عورت سے کہا کہ "تو ان بچوں کو کھلاتی جا اور میں ہوا دے کر اسے ٹھنڈا کرتا جاتا ہوں۔" اسی طرح وہاں بیٹھے رہے تاوقتیکہ سب نے سیر ہو کر کھا' پی لیا۔ جو کچھ باقی بچا اسے وہیں چھوڑ دیا' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے' میں بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا' عورت کہنے لگی "اللہ آپ کو جزائے خیر دے' امیرالمومنین سے زیادہ' آپ اس منصب کے اہل ہیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم کلمہ خیر ہی زبان سے نکالو' کل جب تم امیرالمومنین کے پاس آؤ گی تو مجھے (ان شاء اللہ) وہاں موجود پاؤ گی۔" اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے کچھ دور چلے گئے اور پھر واپس آ کر ان کے پڑاؤ کے پاس ہی چھپ کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ "آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے" لیکن انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا' ہم نے دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں' پھر وہ سو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا' "اسلم بھوک نے انہیں ستا رکھا تھا' وہ رو رہے تھے اور سو نہ سکتے تھے' میرے دل کو سکون نہ ملتا' جب تک انہیں آرام و سکون کی حالت میں نہ دیکھ لیتا' اس لئے میں نے انہیں چھپ کر دیکھا کہ اب ان کا کیا حال ہے؟ تم نے بھی دیکھا کہ وہ سب آرام و سکون سے سو گئے۔"

(اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی صفحہ ۸۵)

دوسرا واقعہ

ہمدردی و مساوات کے متعلق تاریخ انسانی کے منفرد واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک رات پیش آیا۔ آپؓ کی عادت تھی کہ راتوں کو گشت کر کے حالات معلوم کرتے تھے۔ ایک رات آپؓ مدینہ کی وادیوں میں سے کسی وادی میں جا نکلے۔ اچانک ان کے کان میں رونے کی آواز پڑی' یہ آواز ایک خیمے سے آ رہی تھی جس کے دروازے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا اور پوچھا وہ کون ہے۔

اس نے کہا میں ایک دیہاتی ہوں اور یہاں امیر المومنین سے امداد مانگنے آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ آواز کیسی آ رہی ہے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے کہا بھائی اپنی راہ لیجئے۔ جس چیز سے آپ کا کوئی سروکار نہیں ہے، اس میں دلچسپی کیوں لے رہے ہیں، اسے کیا معلوم کہ وہ امیر المومنینؓ سے ہم کلام ہے، حضرت عمر بن‌الخطاب نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہیں اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ گھر لوٹے اور اپنی بیوی ام کلثومؓ بنت علیؓ سے کہا، "کیا تمہیں اس ثواب سے کوئی دلچسپی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے مہیا کیا ہے؟" انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے تفصیلات بتائیں اور ان سے کہا کہ وہ اپنے ساتھ نومولود بچے کے لئے کپڑا وغیرہ اور زچہ کی تمام ضروریات لے لیں اور ساتھ ہی کھانے پینے کی چیزیں اور گھی وغیرہ بھی لے لیں۔ وہ یہ چیزیں لے آئیں۔ حضرت عمرؓ نے وہ سامان اٹھایا اور ام کلثومؓ آپ کے پیچھے ہو لیں، یہ دونوں اس خیمے کے سامنے جا پہنچے۔ حضرت عمر بن‌الخطاب نے ام کلثومؓ سے کہا کہ خیمے کے اندر چلی جائیں، آپ مرد کے ساتھ باہر بیٹھ گئے اور آگ جلا کر چیزیں پکانے لگے۔ جو آپؓ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ابھی تک اس دیہاتی کو معلوم نہیں کہ وہ دنیا کے ایک عظیم انسان کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ اس دوران خیمے کے اندر بچے کی ولادت ہوئی۔ ام کلثومؓ نے اندر سے آواز دی "امیر المومنینؓ اپنے دوست کو بچے کی ولادت کی خوشخبری دیجئے۔" جب دیہاتی نے ام کلثومؓ کے یہ الفاظ سنے، تو اب سمجھا کہ وہ امیر المومنینؓ کے ساتھ اس طرح پیش آیا اور اب آپؓ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اس پر خوف کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور سنبھل کر حضرت عمرؓ کے پاس سے سرکنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اسی طرح سے بے تکلف بیٹھے رہو اور خود ہنڈیا پکائی اور ام کلثومؓ سے کہا کہ زچہ کو کھانا کھلائیں۔ جب وہ کھا چکی تو بقیہ اس مرد کے سامنے رکھتے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "پوری رات جاگتے ہوئے تم نے گزاری اور تکلیف اٹھائی ہے۔" اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ "کل ہمارے پاس آجانا، ہم تمہاری ضروریات کی تکمیل کے لئے احکام دے دیں گے۔" جب وہ صبح آیا تو اس کے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا اور اسے بھی بخشش سے نوازا گیا۔

جارج واشنگٹن کا ایک واقعہ اور خلیفہ راشد

امریکہ کے نجات دہندہ جارج واشنگٹن کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک دفعہ کسی سڑک سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ کچھ سپاہی ایک پتھر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اٹھا نہیں پاتے۔ ان کا نگران پاس ہی کھڑا ہے اور ان کی مدد نہیں کر رہا۔ جارج واشنگٹن نے اس سے کہا کہ بھائی ان لوگوں کی مدد کرو لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میری حیثیت اعلیٰ ہے۔ واشنگٹن نے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور ان کی مدد کی یہاں تک کہ انہوں نے پتھر اٹھا لیا اور اس کے بعد جارج نے ان سے کہا کہ جب بھی تمہیں ایسی مشکل درپیش ہو تو جارج کے گھر کا پتہ دریافت کر لینا۔

بیشک یہ ایک نادر واقعہ ہے جو فی الواقع بلند اخلاقی پر دلالت کرتا ہے لیکن اسے حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا واقعہ سے کیا نسبت ہے؟ کہ انہوں نے رات کو اپنی نیند اور آرام کو ترک کیا' لوگوں کے حالات دریافت کرنے نکلے' جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک حاملہ عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کا کوئی معاون نہیں' تو گھر واپس گئے اور بیوی کو ساتھ لیا' خود کھانے پینے کی چیزیں اٹھائے ہوئے ہیں' بیوی کپڑے اور دوسری ضروریات لئے ہوئے ہے' یہ لوگ اندھیری رات میں اس شخص کے گھر پہنچتے ہیں' ان کی بیوی جو ہماری اصطلاح میں ملکہ ہے' علیؓ اور فاطمہؓ کی بیٹی ہے' خادمہ کا کردار ادا کرتی ہے اور وہ خود باورچی بن جاتے ہیں' خدمت انسانی کی اس بلندی کی کوئی مثال ہے' جہاں تک کرہ ارض میں کوئی رئیس سلطنت نہ پہنچ سکا۔ (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو' صفحہ ۸۶' اردو ایڈیشن)

تیسرا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم اسلم کا بیان ہے: "ایک دن میں امیر المومنینؓ کے ساتھ بازار گیا' ایک نوجوان عورت ملی اور کہنے لگی' امیر المومنینؓ میرا شوہر مرگیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے' ان کے کھانے پینے کے لئے کوئی سامان نہیں' میں

خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں' جو حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ اس کی باتیں خاموشی سے سنتے رہے' گھر آئے اور ایک تومند و توانا اونٹ پر سامان خوراک اور دیگر اشیائے ضروریہ لاد کر اس کے پاس گئے اور کہا "بیٹی اسے ہنکا لے جا' اب تجھے خود آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی' تمام ضروری سامان تم تک خود بخود پہنچ جایا کرے گا' ایک شخص نے دیکھا تو کہا "امیرالمومنینؓ" آپ نے اس لڑکی کو بہت زیادہ دے دیا۔" فرمایا "تجھے کیا خبر وہ کس باپ کی بیٹی اور کس بھائی کی بہن ہے۔" (کتاب الخراج)

گھریلو ملازموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے کا حکم

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کسی دعوت میں گئے تو دیکھا کہ اہل خانہ کے ملازم دستر خوان پر موجود نہیں ہیں۔ دریافت کرنے پر صاحب خانہ نے کہا "ہم پہلے کھالیتے ہیں' وہ بعد میں کھالیں گے۔" آپؓ نے غصہ میں فرمایا:

"خدایا اس قوم کا کیا حشر ہو گا' جو اپنے آپ کو ملازموں پر ترجیح دیتی ہے۔"

عہد حاضر کی ترقی یافتہ دنیا میں احترام انسانیت اور مساوات کی مثال اس سے بڑی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا ابراہام لنکن' کارل مارکس' لینن اور ماؤ کی زندگی و تعلیمات میں انسانی عظمت کے ایسے درخشندہ عنوان ملتے ہیں؟

خزانہ یا بیت المال کے استحکام کی صورتیں

کسی ملک کی خوشحالی اور افراط میں توازن کی بنیاد اس کے ذرائع آمدن ہوتے ہیں۔ پیداواری ذرائع کا استحکام ملکی ترقی اور رعایا کے لئے معاشی اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ملکی آمد و خرچ کی بنیاد اگر صرف اشیاء پر ٹیکس ہی ہو تو یہ ایک المیہ سے کم نہیں ہوتا۔ اربابِ اقتدار پر لازم ہے کہ ملک و قوم کی اقتصادی اور معاشی ترقی کے لئے ذرائع

پیداوار پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔ ترقی کے اس اصول پر جب ہم دور خلافت راشدہ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ابتداء کے چند سالوں کے سوا اسلامی ریاست نہایت خوشحال اور پیداواری ترقی کے بام عروج تک پہنچ گئی تھی۔

تنگ دستی کے بعد خوشحالی کے باوجود خلافت کا معاشرہ اسراف وتبذیر اور عیش وعشرت کی ہنگامہ آرائیوں کا شکار نہ ہوا' ان کے ہاں شاہوں کا غرور' شہزادوں کا کروفر اور بادشاہی مزاج کی فضول خرچی اس وقت بھی قریب نہ پھٹکی' جب اسلام کی سلطنت مراکش سے چین کی سرحدوں کو چھورہی تھی' چار دانگ عالم میں اسلام ایک نئی طاقت کی صورت میں جلوہ گر ہو چکا تھا۔

بیت المال (وزارۃ خزانہ) کی تشکیل

بیت المال کا قیام آنحضرت ﷺ ہی کے عہد میں عمل میں آچکا تھا۔ خلافت راشدہ کے دور میں پہلے وزیر خزانہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کو خلافت کا منصب سنبھال لینے کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا نگران بنا دیا تھا۔

نو تشکیل شدہ اسلامی مملکت کا آغاز انتہائی افلاس اور غربت کے دور میں ہوا تھا تاہم خلیفہ اول کی وفات کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے خزانہ کا پورا حساب طلب کیا' تو اس وقت دو لاکھ دینار (کل) بیت المال میں موجود تھے۔

اخراجات کے لئے ایک اصول

دنیا کی عظیم الشان بادشاہتوں میں خزانے کے استعمال کا کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا' عوام کا جو روپیہ خزانہ شاہی میں آتا وہ بادشاہ کی ملک قرار پاتا' اس کو حق ہوتا کہ وہ اس کو اپنی ذات پر خرچ کرے یا ملک کے کسی کام پر لگائے۔ خزانے کے استعمال کے ایسے دور میں

CS CamScanner

اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس نے ملکی خزانے کو صرف اور صرف عوام کا حق قرار دیا۔ اس میں سے ایک روپیہ بھی بے جا صرف کرنا بہت بڑا جرم ٹھہرا۔ اس سلسلے میں آنحضرتؐ کا ایک فرمان ملاحظہ ہو:

"اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کے لئے تم کو بیت المال مناسب طور پر خرچ کرنا چاہئے، خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

شارع اسلام کا یہ جملہ کس قدر بلیغ اور جامع ہے کہ آپؐ نے مختصر سے فرمان میں دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ آپ کا منشا تھا کہ بیت المال سے خرچ کے معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے، ایک ایک چیز کا مکمل حساب درج ہو، خواہ ایک کھجور ہی کسی جگہ استعمال کی جائے۔

مدینہ منورہ کی نوزائدہ مملکت میں سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا تھا۔ جو آنحضرت ﷺ کے مدنی دس سالوں میں نہایت خوش اسلوبی سے طے پاگیا تھا۔

ذرائع آمدن

اسلامی حکومت جب قائم ہوئی تو اس وقت انفاق مال کے بارے میں خدائی احکام نازل نہ ہوئے تھے۔ صرف ترغیب و دعوت ہی کے ذریعے ایک دوسرے کی نصرت کا حکم تھا۔

صدقۃ الفطر

۲ھ میں صدقۃ الفطر واجب ہوا، اس کے بعد خیرات وعطیات کا حکم نازل ہوا، تمام مخیر مسلمان ہر عید کے موقع پر مستحقین کے لئے امداد بیت المال میں جمع کراتے تھے۔ اس کے بعد خیرات کا حکم نازل ہوا۔

"یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو"

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

پھر جب مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئیں، زمینیں اور جاگیریں ہاتھ آئیں، یہ حکم ہوا

"اے ایمان والو جو اچھی چیزیں تم کھاؤ اور جن کو ہم نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

زکوٰۃ اور عشر کا قانون

۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد ایسا وقت بھی آگیا کہ خدا نے معیشت کے دروازے کھول دیے۔

زمین کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی سکیم

خلافت راشدہ کی حکومت مملکت کے ایسے افراد کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتی تھی جن کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ کسی پیداواری سکیم میں مصروف ہے۔ نافع بن حارث نے بصرہ کے شط العرب کے ایک میدان میں گھوڑے پالنے اور ان کی نسل کشی کا کام شروع کیا تھا۔ انہوں نے ان گھوڑوں کے چارہ کے لئے کاشت شروع کی لیکن وہ زمین غالباً ریاست کی ملکیت تھی، لہٰذا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ قطعہ زمین ان کو عطا کر دیا جائے۔ آپ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی اور اس علاقے کے گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ایک حکم نامہ بھیجا جس کا پورا متن درج کیا جاتا ہے۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیداواری منصوبے کا سراغ ملتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبداللہ عمر امیر المومنین الی مغیرۃ بن شعبۃ، سلام علیک، فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو، اما بعد! فان ابا

عبدالله ذکرانه زرع بالبصرة فی امارة ابن غزوان واختلی اولاد الخیل حین لم یفتلها احد من اهل البصرة وانه نعم مارای فاعنه علی زرعه وعلی حیله فانی قداذنت له ان یزرع وایة ارضه التی زرع الا ان تکون ارضاً علیها الجزیة من ارض الاعاجم ویصرف الیها ماء ارض علیها الجزیه ولا تعرض له الا بخیر والسلام علیک ورحمة الله"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ' خدا کے بندہ عمر امیرالمومنینؓ کی جانب سے مغیرہؓ بن شعبہ کے نام' تم پر سلام ہو' میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ ابو عبداللہ نے بتلایا کہ اس نے ابن غزوان (نافع بن حارث) کے دور امارت میں بصرہ کے علاقہ میں کاشت کی اور نسل کشی کے لئے گھوڑے پالے۔ جبکہ بصرہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ کام نہ کیا تھا۔ اس نے بہت اچھا کام کیا' لہٰذا تم اس کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی مدد کرو کیونکہ میں نے اس کو کاشت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اسے اس کی وہ زمین دے دو' جس پر اس نے کاشت کی ہے۔ ہاں! اگر وہ عجمی باشندوں کی زمینوں میں سے کوئی زمین ہو' جس پر خراج عائد ہو' اس کی بجائی کے لئے کسی ایسی زمین سے پانی لایا جاتا ہو' تو پھر بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ (والسلام)

خلافت راشدہ کے پورے دور میں زکوٰۃ و عشر' لگان' جزیہ' خراج' غنیمت کے علاوہ کاشت کاری' زراعت' باغات' بکری اور گھوڑوں کے بیش بہا ریوڑوں کے ذریعے آمدنی حاصل کی جاتی رہی۔

CamScanner

زرعی ترقی کے لئے نہروں کی تعمیر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے مختلف صوبوں میں متعدد نہریں تعمیر کی گئیں۔ بصرہ کے والی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آپؓ کے حکم پر ایک نہر تعمیر کرائی جو ایلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۵۱) انبار کے زمینداروں کے مطالبے پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک نہر کی تعمیر شروع کی۔ جسے بعد میں حجاج بن یوسف کے دور میں مکمل کیا گیا۔ دجلہ سے نہر معقل نکالی گئی، حضرت معقلؓ نے اس نہر کا آغاز کیا تھا۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۵۶) اور انہی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ خلفاء راشدینؓ کے دور کی شروع کردہ نہروں کی کھدائی بعد کے دور میں بھی جاری رہی۔

عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں سب سے بڑا ڈیم

تاریخ پر غائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدینؓ میں سب سے زیادہ پیداواری ترقی حضرت معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔ آپؓ نے سب سے زیادہ زرعی ترقی پر توجہ دی۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ایکڑ اراضی کاشت کے قابل قرار پائی۔ مدینہ کے قرب و جوار میں نہر کظامہ، نہر ازرق اور نہر مشد حضرت معاویہؓ کی یادگار ہیں۔
(وفاء الوفا للسمہودی جلد ۲، صفحہ ۱۱۷)

بخارا کے کوہستانی علاقہ میں حضرت معاویہؓ کے حکم سے عبید اللہ بن زیاد نے ایک نہر کھدوائی یہاں پہاڑوں کی کھائیوں کے اردگرد بند بندھوا کر ایک بڑا ڈیم تعمیر کیا گیا جو ضرورت کے وقت ہزاروں ایکڑ اراضی کے کام میں لایا جاتا۔
(وفاء الوفا للسمہودی جلد ۲، صفحہ ۳۳۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دجلہ کے قریب ایک نشیبی علاقہ میں دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا ڈیم تعمیر کیا، اس علاقہ سے ریاست کو پچاس لاکھ درہم سالانہ خراج وصول ہونے لگا، ڈیموں کی تعمیر کا اصل منصوبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا تھا۔ سب سے

پہلے آپ ہی نے مکہ کے لئے ایک چھوٹا سا ڈیم تیار کیا۔ آب پاشی کے اس اہم منصوبے کی سب سے زیادہ ترقی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی' اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ جس کو علامہ سمہودی نے وفاء الوفا میں نقل کیا ہے۔

"پانی کی فراوانی سے زرعی ترقی کمال کی حد تک پہنچ گئی' چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں صرف مدینہ کے قرب وجوار میں نہروں سے 'ڈیڑھ لاکھ وسق جو' اور 'ایک لاکھ وسق گندم' پیدا ہوتی تھی۔"

صرف دو ملکوں کی زراعت سے نو (9) کروڑ کا منافع

خلافت راشدہ کے دور میں سادہ معیشت' زراعت' تجارت اور دست کاری پیداوار کے اہم ذرائع تھے۔ یہ دور ٹیکنالوجی' صنعتی ترقی اور مشینی آلات سے عاری تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ایک طرف زمینیں کاشت کے لئے محنت کشوں کو دے کر اس کا ایک حصہ حکومت وصول کرتی تھی' دوسری طرف جنگلات اور دریائی جھیلوں کو ٹھیکہ پر دیا جاتا تھا۔

خلفاء کی ابتداء سے یہ کوشش ہوتی تھی کہ ریاست کی کوئی زمین بے کار نہ پڑی رہے۔ محنت کشوں میں اسے تقسیم کر کے ملکی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب شام اور عراق کے علاقے فتح ہوئے تو ان کی تمام زمینوں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا تھا۔ فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے اور احکام السلطانیہ میں ماوردی اور کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے تفصیل کے ساتھ اس عنوان پر بحث کی ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو ملکوں کی زمینوں کی کاشت کے لئے سرکاری کارندے مقرر کیئے۔ ان زمینوں سے بیت المال کو کبھی نو (۹) کروڑ' سات (۷) کروڑ اور ایک روایت کے مطابق چار (۴) کروڑ درہم سالانہ آمدن ہوتی تھی۔

عہد عثمانیؓ میں اس کی آمدنی پچاس کروڑ تک پہنچ گئی

علامہ ماوردیؒ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں یہ فیصلہ کیا کہ ان زمینوں کو بطور جاگیر مختلف افراد کے سپرد کر کے ان سے سالانہ ٹھیکہ وصول کیا جائے تو زیادہ منافع بخش رہے گا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اس طرح ان زمینوں سے بیت المال کو ہونے والی آمدنی بڑھ کر پچاس کروڑ درہم سالانہ تک پہنچ گئی۔

(ماوردی الاحکام السلطانیہ، باب نمبر ۱۷، بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت جلد ۲، صفحہ ۶۸)

اس قسم کی زمینوں کا ذکر کرتے ہوئے یحییٰ بن آدم القریشی نے لکھا ہے:۔

> "جس نے کہا یہ زمینیں سارے مسلمانوں کی ملکیت ہیں، ان کا بندوبست خلیفہ کی صوابدید پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو انہیں کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے جو ان میں کاشت کرے اور اس کے عوض مسلمانوں کے بیت المال کو مالیہ ادا کرے اور جو باقی بچے وہ اس کا ہو گا۔ اگر خلیفہ چاہے تو اس زمین پر مسلمانوں کے بیت المال میں سے خرچ کر کے کسی شخص کو ملازم رکھ لے، جو اس پر (اجرت کے ساتھ) کام کرے یا ایسی زمینوں کو اگر خلیفہ چاہے تو کسی فرد کو بطور جاگیر دے دے جس نے مسلمانوں کی کوئی نمایاں خدمت کی ہو۔ (از کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف)

بیت المال کی مملوکہ زمینوں کے سلسلے میں ابوالحسن علی ماوردیؒ احکام سلطانیہ میں لکھتے ہیں:

> "امام کو زمینوں کے بارے میں موزوں ترین طریقہ کے انتخاب کا اختیار ہے۔ کہ وہ چاہے تو بیت المال کے خرچ سے کاشت میں لائے جیسا کہ عمرؓ نے کیا تھا یا کسی محنتی اور صاحب صلاحیت فرد کو کاشت کے لئے منتخب کرے، جو اس کے عوض سالانہ خراج ادا

کرے گا۔ اس خراج کی مقدار پیداوار کی قلت اور کثرت کے لحاظ سے مقرر کی جاتی رہے گی۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا تھا۔ (یہی دو طریقے خلافت کے پورے دور میں رائج رہے)

(احکام سلطانیہ باب نمبر ۱۷)

حضرت عمر ؓ کے دور میں زمین کی پیداوار کی بنیاد پر پوری ریاست خود کفیل ہوگئی تھی۔ بعد میں ریاست کو اپنی مملوکہ دوکانوں اور مکانات کے کرایہ کی آمدنی بھی ہونے لگی تھی۔

زرعی آلات کی فراہمی

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات زمین کے علاوہ ہل، بیل اور بیج بھی حکومت کی طرف سے فراہم کیا جاتا تھا۔ کاشتکار سے پیداوار کا ایک حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے یعلی بن امیہ کو یہ خط لکھا تھا:

"ان لوگوں کو زمینیں اس شرط پر کاشت کے لئے دیں کہ اگر بیل، بیج اور لوہا (یعنی ہل) عمر ؓ کی طرف سے فراہم کیا جائے۔ تو عمر ؓ کا حصہ دو تہائی ہوگا اور ان کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ اگر بیل، بیج اور لوہا ان کا ہوگا تو نصف پیداوار عمر ؓ کے لئے ہوگی اور نصف ان لوگوں کے لئے۔"

(ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار، جلد ۲، صفحہ ۲۶۱ بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۷۰)

جنگلات کو ٹھیکہ پر دینا

خلافت راشدہ کے دور میں جنگلات کو جن میں بانس اور نرکل پائے جاتے تھے۔ ٹھیکہ پر دینے کی مثال بھی موجود ہے۔

"ہمیں علیؓ بن ابی طالب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ

آپ نے بُرس کے جنگل کا معاوضہ چار ہزار درہم (سالانہ) مقرر کیا تھا اور ان ٹھیکیداروں کو ایک تحریر چمڑے پر لکھ کر دی تھی۔ درحقیقت آپ نے ان لوگوں کو جنگلی بانس اور نرکل ٹھیکہ پر دیا تھا۔" (کتاب الخراج صفحہ ۱۰۴ بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۲)

زمین کو کاشت کے لئے مفت دینے کی مثال

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک گورنر کو یہ لکھا:

"جس زمین کو کوئی بھی لینے کے لئے تیار نہ ہو، اسے مفت کاشت کرنے کے لئے دو، اگر کوئی اس پر تیار نہ ہو، تو ایسی زمینوں پر بیت المال کے خرچ سے کاشت کراؤ اور تم کسی سے زمین زبردستی نہ چھینو۔" (کتاب الخراج صفحہ ۹۲)

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا منشا یہ تھا کہ ریاست کی کوئی زمین خالی نہ پڑی رہے اور اس طرح مملکت کی مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوتا رہے۔

تاجروں کو بیت المال سے قرضہ کی سہولت

آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں بیت المال کی ساری آمدنی مستحقین کی امداد اور مجاہدین کے وظائف کے طور پر تقسیم کردی جاتی تھی۔ عام طور پر پالیسی یہ تھی کہ بیت المال میں فاضل مال نہ رکھا جائے لیکن اس کے بعد جب آمدنی میں وسعت ہوئی اور پیداواری ذرائع بڑھے تو بیت المال سے کاروباری شراکت کی بنیادوں پر

تاجروں کو سہولت دینے کی بھی مثال ملتی ہے۔ اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ قومی خزانہ سے قرضہ کی سہولت دی جا سکتی ہے۔

اگر اسلامی شریعت میں مال کو نفع میں شرکت کے اصول پہ کسی تاجر کو دینے کی گنجائش نہ ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ طریقہ اختیار نہ کرتے۔ اس سے ہمیں اس اصول کے حق میں پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے سرمایہ کے ذریعہ نفع کمانے سے نہیں روکا ہے۔ ہر مالک کی طرح اسلامی ریاست کو بھی مال میں نفع اور استعمال کا حق ہے۔

بیت المال سے تجارتی غرض سے قرضہ دینے کی بہت مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ یہ قرضے رعایا کی سہولت کے لئے بھی فراہم کئے جاتے تھے۔

> "عتبہ کی بیٹی ہندہ نے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے پاس آکر چار ہزار درہم اس لئے قرضہ مانگے کہ وہ ان کے ذریعے تجارت کریں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرض کی واپسی کی ضمانت مانگی۔ تو ابو سفیان نے ضمانت دے دی۔ ان سے ضمانت لینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرض بھی دے دیا۔ وہ اس تجارت کے سلسلے میں بلاد حلب گئیں اور وہاں خرید و فروخت کی، پھر انہیں خبر ملی کہ ان کے سابق شوہر ابو سفیان اور عمرو بن ابو سفیان، معاویہؓ کے پاس شام آئے ہوئے ہیں، تو وہ بلاد حلب میں ان کے پاس چلی گئیں۔ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ (ابو سفیان ان کو طلاق دے چکے تھے) معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا "والدہ محترمہ کیسے تشریف لائیں؟" انہوں نے کہا "تمہیں دیکھنے کے لئے آگئی" .... اور یہ سب لوگ واپس آئے، ابو سفیان نے ہندہ سے پوچھا "تجھے کیا نفع ہوا" انہوں نے جواب دیا "اللہ بہتر جانتا ہے، میرے ساتھ کچھ مدینہ کا مال تجارت ہے۔" .... جب وہ مدینہ آئیں تو تجارت میں خسارے کا شکوہ کرنے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اگر یہ میرا مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتا، مگر یہ مسلمانوں کا

مال ہے اور اس کام میں ابو سفیان کا مشورہ بھی شامل رہا ہے۔ چنانچہ
آپ نے ابو سفیان کو بلوا بھیجا اور انہیں اس وقت تک روکے رکھا
جب تک ہندہ نے پورا قرض واپس نہیں کر دیا۔
(تاریخ طبری بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۷۵)

طبقات ابن سعد کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال سے تجارتی اغراض کے لئے قرض لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی بیت المال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرض لیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس رقم سے تجارت کرتے تھے' یہ قرض انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کوفہ میں لیا تھا۔
(اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۷۶)

CamScanner

تیرھواں باب

خلفاء راشدین کے قومی، ملی اور سماجی کارنامے

آنحضرت ﷺ سے پہلے دنیا بھر میں ایک طرف قیصر روم اور دوسری طرف کسریٰ ایران کی فرمانروائی تھی۔ حجاز عرب میں قبائل کا سرداری نظام رائج تھا۔ چین اور روس کی آبادیاں بھی کسی نہ کسی طرح انہی دو بڑی طاقتوں کے زیر نگیں تھیں۔ مملکتوں میں کسی قسم کے عدل اور انصاف کا نام ونشان نہ تھا۔ ہر طرف مطلق العنان بادشاہی کا راج تھا۔ غریب غریب تر اور امیر امیر تر تھا۔ بادشاہوں کی مرضی ہی قاعدہ و قانون کہلاتی تھی۔ مذاہب کی پاسداری نام کو نہ تھی۔ کوئی مجلس شوریٰ نہ تھی۔ پورے معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ ظلم و طغیان کا دور دورہ تھا۔ عصمت دری کے واقعات عام تھے۔ مزدور و کسان کے لئے اجرت ادا کرنے کا کوئی قانون نہ تھا۔ عزت نفس اور حفاظت جان و مال کے لئے کوئی قاعدہ قانون اور دستور نہ تھا۔ ہوس براری اور خواہش نفس کی عملداری تھی۔ ایک ملک کا حکمران ۱۰۰ لڑکیاں اپنے پاس رکھتا تھا۔ کئی علاقوں میں شادی سے پہلے لڑکی کا بادشاہ کے گھر راتیں گزارنا لازمی تھا۔ والدین کی فرمانبرداری، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت کے لئے کوئی لائحہ عمل نہ تھا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی درسگاہ کی بنیاد نہ رکھی گئی تھی۔ انسان جانوروں کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ اس کا مقصد کھانے پینے اور عیش و طرب کے نظارے اٹھانے کے سوا کچھ نہ تھا۔

CamScanner

عین ایسے حالات میں جب دنیا کا سب سے بڑا انسان خلعت نبوت سے آراستہ ہو کر افق عرب پر طلوع ہوا، تو اس نے انسانیت کو بنیادی حقوق کی سب سے بڑی دستاویز عطا کی۔ قرآن کی صورت میں اسلامی منشور دنیا کے سامنے رکھا۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ کی ۱۳ سالہ زندگی میں دعوت انقلاب میں مصروف بہ عمل تھے تو آپ نے دنیا کو عافیت بخشنے والے نظام سے متعارف کرانے والی صحابہ کرامؓ کی جماعت کی تیاری کا آغاز کیا۔ آنحضرتؐ کے پیغام پر لبیک کہنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔

آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو آپ نے ابتدائی ایام ہی میں لوگوں پر یہ بات واضح کی کہ میری حکومت کا نظام عدل و انصاف پر مبنی ہوگا۔ یہاں کسی کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر، امیر کو غریب پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ انسان کے حقوق برابر ہوں گے، حتیٰ کہ زر خرید غلام کے قتل کے بدلے آزاد انسان بھی قتل کیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کے مقدس اور اعلیٰ دستور العمل سے ایک دنیا حیرت و استعجاب میں ڈوب گئی۔ قبیلوں کے قبیلے، فوجوں کی فوجیں اور بستیوں کی بستیاں ایک سیل رواں کی مانند اُمڈ آئیں اور آپ کے سایہ عاطفت میں راحت و چین کے خزانہ عامرہ سے معمور ہونے لگیں۔

آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کے جانشینوں نے آپ کے مشن کو ایسی مہمیز لگائی کہ دنیا بھر میں خدائی حکومت کا ترانہ بجنے لگا، ہر طرف سے صدائے داد و تحسین بلند ہوئی۔ خلفاء راشدین نے آنحضرت ﷺ کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے اپنے عہد میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے ایسی ایسی اصلاحات قائم کیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں تک نے واشگاف طور پر اعتراف کیا کہ "اگر ان کی جگہ ہماری حکومتیں قائم ہوتیں تو بھی ہمیں اتنی سہولتوں اور رعایتوں سے نہ نوازا جاتا جتنا امن و انصاف ہمیں خلفاء اسلام سے ملا۔" خلفاء راشدین کا نظام حکومت خالص عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ انہوں نے رعایا کے ہر دکھ اور ہر تکلیف کے ازالے کے لئے اپنا سب کچھ تج دیا۔ غریبوں کی راحت کے لئے اپنے آرام اور چین کو قربان کیا۔ بیواؤں کے پانی بھرے، یتیموں کی کفالتیں کیں، ناتوانوں کا سہارا بنے، بیماروں اور حاجت مندوں کے لئے علاج کی

سہولتیں مہیا کیں۔ مملکت کے ایک ایک فرد کی ضرورت کا خیال رکھا۔ ساری ساری رات خود شہروں کے پہرے دیئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے درج ذیل خطبہ دیا:

"لوگو مجھے تم پر خلیفہ بنا دیا گیا ہے، لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری اطاعت کرنا اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔"

(ابن ہشام و طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رعایا کی معاشی تنگ دستی کے موقع پر حکومت کی ذمہ داری کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"لو مات الکلب جوعاً علی شط الفرات انا مسئول یوم القیمۃ"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی معاشی اور اقتصادی حالت اعلیٰ روایات کی امین تھی۔ مملکت کے کسی خطے میں قحط سالی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ خلیفہ وقت نے پوری سلطنت میں معاشی استحکام کے لئے خصوصی ہدایات جاری کر رکھی تھیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آزادی رائے کا حق لوگوں کو اس قدر حاصل تھا کہ ایک شخص نے سرعام امیر المومنین ؓ کو حرامی کہہ دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "احلم امتی معاویۃ" (میری امت کا سب سے بردبار معاویہ ؓ ہے۔) آپ نے اسی شخص کو سینے سے لگا کر فرمایا "تم نے تین دن تک میرے مہمان خانے میں رہنا ہے۔" وہ شخص بہت حیران ہوا، ادھر آپ نے ایک قاصد کو بصرہ روانہ کیا اور فرمایا "فلاں شیخ کو بلا کر لاؤ" تین دن کے بعد جب وہ بزرگ دمشق پہنچے تو امیر المومنین ؓ نے فرمایا "اے نوجوان جو الزام تم نے مجھ پر لگایا کہ میں حرامی ہوں اور خدانخواستہ میرے نسب میں شک ہے، اس کے ازالے کے لئے یہ بزرگ بصرہ سے آئے ہیں، ان سے تصدیق کر لو۔" اس شیخ نے کہا "اے نوجوان میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد کے نکاح کا گواہ ہوں، میرے سامنے ان کی والدہ سے ابوسفیان کا نکاح ہوا" اس لئے میری رائے میں امیر المومنین ؓ کے بارے میں تمہارا گمان درست نہیں۔"

اس نوجوان نے ندامت کا اظہار کیا اور اپنی غلطی پر سرعام معذرت طلب کی۔ ایک ایسا حکمران جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا' جس کا نام سن کر بڑی بڑی طاقتوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ اس کے اعلیٰ اخلاق اور عالی ظرفی کا یہ عالم تھا کہ وہ بڑے سے بڑے مخالف اور برا کہنے والوں سے خوش اخلاقی اور اعلیٰ حوصلگی کے سوا گفتگو نہ کرتا تھا۔

خلفاء راشدین کے دور حکومت میں حجاز عرب' شام و اردن' فلسطین' ایران' قبرص' حمص' افریقہ' کابل' خراسان' نیشاپور' ھرات اور جہاں جہاں اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں وہاں لوگوں کی معاشی' اقتصادی اور روحانی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا۔...... خلفاء راشدین کے دور اقتدار میں ان کے تمام علاقوں کے لوگوں کا معیار زندگی اعلیٰ اخلاق کی بے مثال قدروں سے مزین ہو گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء نے انسانیت کو کیا دیا' ان کی معاشرتی' معاشی زندگی میں کونسا انقلاب بپا کیا' مملکتوں کو کیسے وسیع کیا' زمینوں کو کیسے آباد کیا' انصاف و عدل کا مینہ کیسے برسایا' حکومتی سطح پر کون کون سے کارنامے سرانجام دیئے ان کے مختصر کوائف ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سوا دو سالہ دور حکومت

- سریر آرائے مسند خلافت ہو کر آپ نے سب سے بڑا فتنہ ارتداد کا خاتمہ کر دیا اور اسلام کے سفینہ کو کفر کے بھنور سے بچالیا۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے جنگ لڑکر قیامت تک مسئلہ ختم نبوت کی حقانیت پر مہر لگادی۔
- شام اور عراق کے علاقوں کو اسلامی اقتدار میں شامل کیا۔
- بغیر تنخواہ کے خلافت کے تمام امور سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ بعد معمولی تنخواہ مقرر کی تو وہ بھی وفات سے پہلے بیت المال کو واپس کر دی۔
- ۱۷ بڑی بڑی جنگوں کے ذریعے اسلام کو توانائی بخشی۔

CamScanner

- منکرین زکوٰۃ کے خلاف سخت موقف اختیار کر کے قیامت تک کے لئے امت کو فریضہ زکوٰۃ پر جمع رہنے کا اسوۂ کاملہ پیش کیا۔
- آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق سادہ اور درویشانہ طرز معاشرت اختیار کیا اور خلافت کو نبوت کے منہاج اور طریقے پر استوار کیا۔
- ۱۷ صوبوں میں پہلی اسلامی خلافت قائم کی۔

خلفاءِ راشدینؓ کی اصلاحات

اہم سماجی امور

مہمان خانوں کا قیام :-

(1)— کوفہ میں گورنر کی تقرری کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنوایا تھا۔ جس میں دوسرے علاقوں کے تاجر آکر قیام کرتے تھے۔
(فتوح البلدان صفحہ ۲۹۰)

(2)— مصر میں عثمان بن قیس نے مسافروں کے لئے مہمان خانہ بنایا۔
(حسن المحاضرہ جلد ۱، صفحہ ۹۳)

(3)— حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی مفتوحہ علاقوں میں باہر سے آنے والے تاجروں و اعلیٰ شخصیات کے لئے مہمان خانے اور ریسٹ ہاؤس تعمیر کرائے۔

حوض اور نہریں :-

(1)— حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انہوں نے اطراف میں بہت سے حوض بنوائے اور نہریں جاری کیں۔

CS CamScanner

(2)— حمص کے پاس حضرت عثمان ؓ نے عین ابجل نامی ایک نہر کھدوائی۔
(خلاصۃ الوفاء صفحہ ۲۵۷)

(3)— ینبوع کے مقام پر حضرت علیؓ نے بہت سی نہریں کھدوائیں۔

(4)— حضرت معاویہ ؓ نے نہر ازرق، نہر کظامہ، نہر شہداء اور بیسیوں نہریں جاری کیں۔ صرف مدینہ اور حجاز کی نہروں سے ساڑھے سات لاکھ ایکڑ اراضی سیراب ہوتی تھی۔

(5)— حضرت معاویہ ؓ نے بعض پہاڑی علاقوں میں بند تعمیر کرا کے آبپاشی کے کام کو ترقی دی۔
(وفاء الوفاء صفحہ ۳۲۱)

(6)— حضرت طلحہ ؓ نے ایک چشمہ خرید کر راہبوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔
(وفاء الوفاء صفحہ ۳۲۱)

(7)— عمر بن سعد ؓ نے حضرت عمر ؓ کے حکم پر انبار والوں کے لئے ایک عظیم الشان نہر کھدوائی، جو نہر سعد کے نام سے مشہور ہوئی۔
(فتوح البلدان)

(8)— اہل بصرہ کے اصرار پر حضرت عمر ؓ نے ابو موسیٰ اشعری ؓ کو ایک نہر کھودنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے حکم کی بجا آوری کی۔

(9)— عرب کے صحرائی اور ریگستانی علاقوں میں پانی مہیا کرنا انسانی زندگی کی بقاء سمجھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "سب سے اچھا صدقہ پانی ہے۔" اسلام میں رفاہ عامہ کے کاموں کی ابتداء انہی امور سے ہوئی، اسی بناء پر حضرت عثمان ؓ نے بئر رومہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔

(10)— حضرت عثمان ؓ نے اپنے عہد خلافت میں بیئر سائب، بئر عامر اور بئر اریس جیسے کنوئیں کھود کر وقف کئے۔
(وفاء الوفاء صفحہ ۲۵۴)

(11)— حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے والدہ کی طرف سے ایک کنواں کھدوا کر وقف کیا تھا۔
(ابو داؤد کتاب الزکوۃ)

CamScanner

چوکیاں اور سرائیں :-

اہل عرب گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں پر سفر کے عادی تھے۔ راستوں میں مسافروں کے آرام و آسائش کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ لیکن خلفاء راشدین نے اپنے اپنے عہد میں دیگر امور کی طرح سراؤں اور حفاظتی چوکیوں کے قیام کی طرف بھی توجہ دی۔

(1)— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مکہ اور شام کے راستوں میں متعدد سرائیں تعمیر کرائیں۔ ان کے ساتھ ساتھ مختلف منازل پر حفاظتی چوکیوں کی تعمیرات کی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے لوگ بھی مقرر فرمائے، جو مسافروں کی رہنمائی کریں، انہیں سیدھے راستے پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچائیں۔ (مقریزی، صفحہ ۱۳۶، جلد ۱)

(2)— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دریائے نیل کو اگر سمندر سے ملا دیا جائے تو دریا کی طغیانی سے ہمیشہ کے لئے مصرف بچ جائے گا، چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے اندر اندر اعلیٰ ماہرین کے ذریعہ یہ فریضہ بھی سرانجام دیا۔ (حسن المحاضرہ جلد ۱، صفحہ ۶۸)

(3)— حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں سیلاب کی طغیانی آئی تو سارا مدینہ ڈوب گیا، آپ نے اس کے لئے ایک بہت بڑا بند تعمیر کرایا۔ (فتوح البلدان صفحہ ۶۰)

پل اور سڑکیں :-

غیر ملکوں سے تجارتی معاہدوں کے بعد خلفاء نے بڑی بڑی شاہراہیں تعمیر کرائیں، اس کے ساتھ ساتھ نہروں پر غیر ملکی تاجروں کے خرچ سے بڑے بڑے پل بنائے گئے۔

✹— کتاب الخراج میں ہے:

"وبناء القناطير على الانهار من اموالهم"

"اور نہروں پر ان کو پل اپنے خرچ سے باندھنے ہوں گے۔"

سرکاری عمارتیں:-

سرکاری کاموں کے لئے جتنی عمارتوں کی ضرورت تھی وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بنائی گئیں۔ جن میں درج ذیل اہم عمارتوں کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔

(1)—— مرکزی عدالت (سپریم کورٹ)

(2)—— محکمہ رجسٹرار (نقول و ریکارڈ روم)

(3)—— غیر ملکی امور کا مرکز (معاہدوں کے وثائق وغیرہ)

(4)—— بیت المال (وزارت خزانہ کی تعمیرات)

تمام سیاسی اور مذہبی امور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور تک مسجد ہی میں طے کئے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں مختلف علاقوں میں دارالامارۃ کے نام سے سرکاری دفاتر کے مراکز قائم کئے گئے۔ عمارتوں اور اعلیٰ افسران کے لئے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں علیحدہ عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ آباد کیا تو ایک دارالامارۃ اور جامع مسجد تعمیر کرائی۔

جیل خانے:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرائم پیشہ افراد کے لئے دارالسجن (سنٹرل جیل) قائم کئے۔ عہد فاروقی میں مکہ مکرمہ میں بنی امیہ کا ایک بڑا مکان چار ہزار کرایہ پر لیکر اسے دارالسجن بنایا۔ بصرہ کا جیل خانہ عتبہ بن غزوان نے بنوایا تھا اور کوفہ کا جیل خانہ بانس یا نرسل سے تعمیر کیا گیا تھا۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۶۹)

غلہ خانے یا گودام:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری غلہ کی ضرورت کے لئے مختلف عمارات تعمیر کرائیں۔ تاریخ میں دارالرقیق اور دارالدقیق کا نام ملتا ہے۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۶۹)

یہ عمارتیں مختلف شہروں میں بنائی گئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گوداموں کے علاوہ بیت المال کے لئے مختلف مقامات پر شاندار عمارتیں بنوائیں، کوفہ کا بیت المال عظیم الشان محل کی صورت میں بنایا گیا تھا۔ یہ محل ایک مجوسی معمار نے تعمیر کیا تھا۔ (تاریخ طبری)

CS CamScanner

شفاخانے :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خضرہ کے لوگوں نے شکایت کی کہ ہمارا گاؤں سیلاب کی طغیانی سے پانی میں ڈوبا رہتا ہے۔ اس لئے وبائی امراض کا خطرہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ماہر طبیب کی مشاورت سے وہاں ایک ہیلتھ سنٹر قائم کیا' بعدازاں آپ نے مختلف اطباء کو علاج کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے علاقوں میں اطباء اور حکماء نے چھوٹے چھوٹے ہسپتال بنائے۔ تاہم اس صیغہ میں سب سے زیادہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا' عہد فاروقی میں صیغہ طب کے لئے حضرت معیقب دوسی رضی اللہ عنہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔

فوجی قلعوں اور چھاؤنیوں کی تعمیر :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرحدی علاقوں میں چھاؤنیوں کے قیام کا حکم جاری کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام جب وہ گورنر شام تھے' ایک خط میں لکھا:-

> "تمام قلعوں کی مرمت کرائی جائے' ان میں فوجیں رکھی جائیں' جتنے دریائی علاقے ہیں' ان میں علاقہ سے واقفیت رکھنے والے متعین کئے جائیں اور ہمیشہ آگ روشن رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ (طبری صفحہ ۲۵۲۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجی چھاؤنیوں کو ترقی دی اور متعدد قلعے تعمیر کرائے۔ آپ نے طرابلس میں حصین سفیان نامی بہت بڑا قلعہ تعمیر کیا۔ جس سے سرحدوں پر رومیوں اور بازنطینوں کے خطرات جاتے رہے۔ (فتوح البلدان صفحہ ۱۳۴)

خلافت راشدہ کے دور میں بڑے بڑے شہروں کا قیام

خلافت راشدہ کے دور میں بے شمار تعمیرات عمل میں آئیں۔ دور دراز علاقوں میں نہایت خوبصورت شہر قائم کئے۔ ایک شہر کو دوسرے شہر سے ملانے کے لئے راستوں میں چوکیاں' سرائیں اور چشمے تیار کئے۔ ۱۷ھ میں آپ نے مکہ سے مدینہ منورہ تک بے آب و گیاہ اور ویران علاقوں میں جابجا منزلیں مقرر کیں۔ ہر منزل پر ایک چوکی' مسافروں کے

آرام کے لئے سرائیں اور پانی کے چشمے تیار کئے۔ اس دور میں تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ اصلاحات ایک اعلیٰ اور بلند معیار کی حامل قرار دی جاتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں چھوٹے قصبوں اور دور افتادہ بستیوں کی سہولت کے لئے کئی شہر بنائے گئے۔

بصرہ:۔

آپؓ نے ۱۴ھ میں عتبہ بن غزوانؓ کو حکم دیا کہ بندر گاہ ایلہ کے قریب بحر فارس اور خلیج کے ذریعے ہندوستان اور فارس کے جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں، اس کے قریب ایک شہر بسائیں۔ زمین کا محل وقوع اور شہر کا نقشہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعین کیا تھا۔

عتبہ اس شہر کی تعمیر کے لئے آٹھ سو آدمی لیکر روانہ ہوئے، اس چٹیل میدان میں پہنچ کر سب سے پہلے مختلف قبائل کے ذریعے الگ الگ احاطہ کھینچ کر گھاس پھوس کے مختلف مکانات بنوائے۔ عتبہ نے عاصم بن ولف کو شہر کا نگران یا بلدیہ کا چیئرمین نامزد کیا۔ ان کے ذمہ تھا کہ جو قبیلہ یہاں آباد ہو اس کے نام رجسٹروں میں درج کریں، شہر کی صفائی کا خیال رکھیں۔ سرکاری عمارتیں بھی تعمیر ہوئیں۔ ان میں جامع مسجد، ایوان حکومت، قید خانے اور دفاتر شامل تھے۔ بعد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے گورنر بنے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی جگہ پختہ عمارتیں بنانے کی اجازت مانگی۔ امیر المومنینؓ نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ کوئی مکان تین کمروں سے زائد نہ ہو۔
(الفاروق علامہ شبلی)

شاہ معین الدین ندوی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ اس شہر میں آٹھ سو آدمیوں سے آبادی کا آغاز ہوا تھا۔ یہاں تک کہ زیاد بن ابی سفیان کے عہد امارت میں اسی ہزار سے ایک لاکھ بیس ہزار تک یہاں کی آبادی پہنچ گئی تھی۔ بصرہ سے دجلہ دس میل پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ دجلہ سے بصرہ تک نہر کاٹ کر لائی جائے۔ اس طرح اس شہر کی رونق بہت جلد بڑھتی گئی۔ معجم البلدان کی ایک تصریح میں ہے کہ بصرہ اصل میں "بس راہ" تھا۔ فارسی میں جس کا مطلب کئی راستوں کا مجموعہ تھا۔ یہ جگہ مختلف راستوں کو جدا کرتی تھی۔ یہاں زیادہ تر فارسی لوگ آباد تھے۔ اس شہر کے آس پاس شاہان عرب نے جو

عمارتیں تعمیر کرائیں ان کے نام بھی فارسی میں رکھے تھے۔ مثلاً خورنق اصل خوانگاہ اور سدیر (دراصل سہ در) ہے۔ اس شہر نے علمی لحاظ سے بڑے بڑے علماء اور فقیہ پیدا کئے۔

کوفہ :-

عہد فاروقی میں تعمیر ہونے والا دوسرا شہر کوفہ تھا' جو بصرہ سے بھی زیادہ مشہور ہوا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں قائم ہونے والے شہروں کے قیام اور اس کی مختصر کیفیت علامہ شبلی نے الفاروق میں نقل کی ہے۔

> "مدائن وغیرہ جب فتح ہو چکے تو سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ یہاں رہ کر اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل گیا ہے۔ ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جو بری و بحری دونوں حیثیت رکھتی ہو۔ چنانچہ سلمانؓ و حذیفہؓ نے جو خاص اسی قسم کے کاموں پر مامور تھے' کوفے کی زمین انتخاب کی یہاں کی زمین ریتلی اور کنکریوں والی تھی' اسی وجہ سے اس کا نام کوفہ رکھا گیا' اسلام سے پہلے نعمان بن مقرن کا خاندان جو عراق عرب کا فرمانروا تھا' ان کا پایۂ تخت یہی مقام تھا اور ان کی مشہور عمارتیں خورنق اور سدیر وغیرہ اس کے آس پاس واقع تھیں' اس کا منظر نہایت خوشنما اور دریائے فرات سے صرف ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اہل عرب اس مقام کو حضر العذرا یعنی عارضی محبوب کہتے تھے کیونکہ وہ مختلف عمدہ قسم کے عربی پھولوں مثلاً اقحوان شنائق قیصوم خزامی کا چمن زار تھا۔ غرض ۱۷ھ میں اس کی بنیاد شروع ہوئی اور جیسا کہ حضرت عمرؓ نے تصریح کے ساتھ لکھا تھا۔ ۴۰ ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ ہیاج بن مالک کے اہتمام سے عرب کے قبیلے علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد ہوئے' شہر کی وضع اور ساخت کے متعلق خود حضرت عمرؓ کا تحریری حکم آیا تھا۔ کہ شاہراہ عام ۴۰۔۴۰ ہاتھ' اس سے گھٹ کر ۳۰۔۳۰ ہاتھ اور ۲۰۔

۲۰ ہاتھ چوڑی رکھی جائیں اور گلیاں ۷-۷ ہاتھ چوڑی ہوں۔ جامع مسجد کی عمارت جو ایک مربع بلند چبوترہ دے کر بنائی گئی تھی۔ اس قدر وسیع تھی کہ اس میں چالیس ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ اس کے ہر چہار طرف دور دور تک زمین کھلی چھوڑ دی گئی تھی' عمارتیں اول گھاس پھونس کی بنیں' لیکن جب آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو حضرت عمر بڑاٹھ کی اجازت سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں تیار ہوئیں۔ جامع مسجد کے آگے ایک وسیع سائبان بنایا گیا جو دو سو ہاتھ لمبا تھا اور سنگ رخامہ کے ستونوں پر قائم کیا گیا تھا' یہ نوشیروانی عہد کی عمارت سے نکال کر لائے گئے تھے۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ باوجود اس کے کہ نوشیروانی عمارت کا کوئی وارث نہ تھا اور اصول سلطنت کے لحاظ سے کوئی وارث ہو سکتا تھا تو خلیفہ وقت ہوتا۔ حضرت عمر بڑاٹھ کا یہ عدل و انصاف تھا کہ مجوسی رعایا کو ان ستونوں کی قیمت ادا کی گئی یعنی ان کی جو تخمینی قیمت ٹھہری وہ ان کے جزیے میں سے منہا کی گئی۔ مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر ایوان حکومت تعمیر ہوا۔ جس میں بیت المال یعنی خزانے کا مکان بھی تھا' اس کے علاوہ ایک مہمان خانہ بھی شامل تھا' یہاں ایک مہمان خانہ عام بھی تعمیر کیا گیا' اس میں باہر سے آئے ہوئے مسافر قیام کرتے تھے اور ان کو بیت المال سے کھانا ملتا تھا۔

یہ شہر حضرت عمر بڑاٹھ ہی کے زمانے میں اس عظمت و شان کو پہنچا کہ حضرت عمر بڑاٹھ اس کو "راس الاسلام" فرماتے تھے۔ درحقیقت وہ عرب کی طاقت کا اصل مرکز بن گیا' بعد میں اس کی آبادی برابر ترقی کرتی گئی' لیکن یہ خصوصیت قائم رہی کہ آباد ہونے والے عموماً عرب نسل سے ہوتے تھے۔ ۶۴ھ میں مردم شماری ہوئی تو پانچ ہزار گھر خاص قبیلہ ربیعہ و مضر کے اور ۲۴ ہزار دیگر قبائل کے تھے اور اہل یمن کے ۶ ہزار گھر ان کے علاوہ تھے۔

فسطاط :-

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب سکندریہ فتح کرلیا تو یونانی جو کثرت سے وہاں آباد تھے۔ عموماً شہر چھوڑ کر نکل گئے۔ ان کے مکانات خالی دیکھ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کو مستقر حکومت بنائیں، چنانچہ دربار خلافت سے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دربار کے حائل ہونے سے بہت ڈرتے تھے، بصرہ و کوفہ کی آبادی کے وقت بھی افسروں کو لکھا تھا کہ "شہر جہاں بسایا جائے وہاں سے مدینہ تک کوئی دریا راستے میں نہ آئے۔" چونکہ سکندریہ کے راستے میں دریائے نیل پڑتا تھا، اس لیئے اس کو مستقر ریاست بنانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا، عمرو بن العاصؓ سکندریہ سے چل کر قصر اشی میں آئے یہاں ان کا وہ خیمہ اب تک اسی حالت میں کھڑا تھا جس کو وہ سکندریہ پر حملے کے وقت خالی چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اسی خیمے میں اترے اور وہیں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ ہر قبیلے کے لئے الگ الگ احاطے کھینچے اور معاویہ بن خدیج، شریک بن سمی، عمرو بن حزم، حویل بن ناشرہ کو متعین کیا کہ جہاں مناسب سمجھیں آباد ہوں۔ جس قدر محلے اس وقت تھے اور جو قبائل ان میں آباد ہوئے ان کے نام علامہ مقریزی نے تفصیل سے لکھے ہیں۔ جامع مسجد خاص اہتمام سے بنی۔ عام روایت ہے کہ دس صحابہ نے جمع ہو کر اس کے قبلہ کی سمت متعین کی۔ ان صحابہؓ میں زبیر رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، عبادہ رضی اللہ عنہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ شریک تھے۔ یہ مسجد 50 گز لمبی اور 30 گز چوڑی تھی۔ تین طرف دروازے تھے، جن میں سے ایک دارالحکومت کے مقابل تھا، ان عمارتوں میں سات گز کا فاصلہ تھا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک مکان خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے تعمیر کروایا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا یہ میرے کس کام کا ہے۔ اس کے بعد وہاں بازار آباد کرایا گیا، چونکہ اس شہر کی آبادی خیمہ گاہ سے شروع ہوئی تھی اس لئے اس کا نام فسطاط پڑا، جس کے معنی عربی میں خیمے کے ہیں۔ آبادی کا سن ۲۱ ہجری ہے۔

موصل :-

یہ شہر اگرچہ پہلے سے آباد تھا مگر ہرثمہ بن عرفجہؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم سے یہاں عیسائیوں کے گرجوں سے متصل چند مکانات بنوائے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک شہر آباد ہو گیا۔ ہرثمہ نے یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۴۰)

جیزہ :-

گورنر مصر حضرت عمرو بن عاصؓ نے قبائل حمیر، ہمدان اور رعین کو آباد کر کے اس شہر کی بنیاد رکھی، یہاں انہوں نے ایک بڑی فوجی چھاؤنی بھی تعمیر کی۔

اردبیل :-

یہ شہر حضرت علیؓ کے حکم سے ملک عراق میں قائم ہوا۔

مرعش :-

حضرت معاویہؓ نے اپنی فوج کے لئے شام کے علاقوں میں اس شہر کو آباد کیا۔

قیروان :-

یہ شہر بھی حضرت معاویہؓ کے دور میں آباد ہوا۔ اس شہر میں کئی ہزار مکانات تعمیر کئے گئے۔ اسے حضرت معاویہؓ کے دور میں دمشق کے بعد سب سے بڑا شہر کہا جاتا تھا۔

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جب حضرت عقبہؓ بن نافع فہری کو افریقہ کا گورنر بنایا تو انہوں نے نو مسلموں کے لئے کئی شہر آباد کئے۔ حضرت عمرؓ کے بعد خلفاء میں سب سے زیادہ شہر حضرت معاویہؓ نے قائم کئے۔ ان میں جزیرہ قبرص خاص طور پر مشہور ہے۔

چودھواں باب

خلفاء راشدین کی مذہبی' دینی اور اصلاحی خدمات

اسلامی حکمران کا فرض ہے کہ اپنی ریاست میں اسلامی شعائر کے فروغ کے لئے جدوجہد کرے' معاشرتی اور معاشی اصلاحات کے ساتھ ساتھ اسلامی احکامات کی ترویج' اسلامیات کا ضروری علم اور دین اسلام کے روحانی اور اصلاحی نظام کی بنیادوں کو مستحکم کرے۔

اسلام کے چار اہم ارکان ہیں۔ "نماز' زکوٰۃ' روزہ' اور حج" ان فرائض کی پابندی کے لئے عوام کو ترغیب دینا' مساجد اور دیگر اسلامی مراکز کی تعمیر' اسلامی تعلیمات کے فہم کے لئے دعوت و تبلیغ' قرآن و حدیث کی محبت اور مسئلہ ختم نبوت جیسے امور ہیں۔ جن کی طرف توجہ صدر ریاست کی ذمہ داری ہے۔ آزادی کے نام پر اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ کوئی اسلام کا مذاق اڑاتا رہے' قرآن میں تحریف اور احادیث میں ضعف کی رٹ لگا کر دین سے لوگوں کو برگشتہ کرتا رہے۔ اس طرح نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن کوشش بھی اسلامی اقتدار کا خاصہ ہے۔ اسلام ایسا مذہب نہیں جس کا دنیا میں قیام کا مقصد صرف کھانا پینا اور رخصت ہو جانا ہو' بلکہ اس کی عمارت اس اصول پر قائم ہے کہ ہم سب اس دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہماری تخلیق کا مقصد حقیقی مالک و خالق کی بندگی اور اس کی عبادت ہے۔ ہر عمل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی ہی ہماری زندگی کا اولین مقصد ہے۔ ہمیں موت کے بعد ایک زندگی ملے گی' پھر میدان حشر قائم ہو گا اور وہاں اس دنیا کی ایک ایک بات کا حساب ہو گا۔ خلفاء راشدین نے

اپنے اپنے عہد میں انسان کی اخروی زندگی کی کامیابی کے لئے اسلامی شعائر کو فروغ بخشا۔ مملکت کو آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق نیکیوں کی آماجگاہ بنایا۔ قرآنی تعلیمات کے مکاتب قائم کئے، اسلامی دعوت و تبلیغ کے لئے ہزاروں مبلغ دنیا بھر میں روانہ کئے۔ دین کے تمام مسائل سے مسلم و نو مسلم کو آگاہ کیا، جہاں کوئی علاقہ فتح ہوتا وہاں دینی تعلیم کے فروغ کے لئے علماء اور مبلغ بھیجے جاتے۔ خلفاء کی ریاستوں میں اسلامی مدارس و مکاتب کے جال بچھا دیئے گئے تھے۔

فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی استقامت

خلفاء راشدین اسلام کی ناموس کے تحفظ میں بہت زیادہ حساس تھے۔ وہ یہ بات کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ ان کے دور میں خدائی احکامات کی پاسداری نہ ہو، دینی اقدار کمزور ہو جائیں، آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر عمل نہ ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو دفعتاً چاروں طرف سے فتنے کھڑے ہو گئے۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کے بعد دعوئ نبوت کر دیا اور دوسری طرف قبائل عرب زکوٰۃ کے منکر ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی احادیث کو حجت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک طرف شام کی طرف جانے والا ایک اسلامی لشکر تیار تھا۔ خود آنحضرت ﷺ آخری وقت میں اس کی رخصتی کا اعلان فرما چکے تھے۔ حالات کی سنگینی اس قدر زیادہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا انسان بھی یہ کہہ اٹھا کہ آپ چاروں طرف لڑائی نہ چھیڑیں، ہر دشمن سے نبرد آزما نہ ہوں، تمام قبائل سے جنگ نہ کریں، مصلحت اختیار کریں، ایک دشمن سے پہلے نمٹ لیں، پھر دوسروں سے بات کریں گے۔

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں تمام صحابہؓ کو جمع کیا اور ایسا دردناک خطبہ دیا کہ تمام صحابہؓ کی چیخیں نکل گئیں۔ اس خطبے کے اس جملے میں اسلامی شعائر کی حفاظت کی کیسی تڑپ موجود ہے۔

"اینقص الدین و انا حی"

"کیا دین کمزور ہو جائے اور میں زندہ رہوں"

طبری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

"زکوٰۃ کی ادائیگی کے معاملے میں جو جانور کی رسی بھی روکے گا" میں اس کے ساتھ بھی جنگ لڑوں گا" یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں وہ زکوٰۃ دیتے ہوں اور آج اس سے منحرف ہو جائیں، اگر تم میرا ساتھ نہ بھی دو گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا اس سے جنگ لڑے گا" خواہ جنگلوں کے کوے میری لاش نوچ ڈالیں۔" (از طبری)

یہ کہہ کر آپ مسجد سے نکلے اور تنہا جنگل کی طرف چل پڑے، اب صحابہ کی آنکھیں کھلیں کہ خلیفہ اول اسلام کے ایک فریضہ زکوٰۃ کے معاملے میں کتنا سخت ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت دین کے معاملے میں مصلحت کا شکار نہیں بنا سکتی، وہ تنہا مصائب کے طوفانوں سے ٹکرانے کے لئے تیار ہے۔ وہ دین کے ہر دشمن سے آنکھیں چار کرنے میں ایسی بسالت و جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ قیامت تک آنے والے اسلامی حکمرانوں کو ایک سبق اور ایک درس دے چلا ہے کہ دین کی حفاظت اور اسلامی اقدار کا تحفظ ہو جائے۔ شریعت کی ناموس اس قدر محترم اور معظم ہے کہ اس کی بقاء اور سالمیت ہر فرض پر بھاری ہے، ہر جان سے قیمتی ہے اور ہر مہم سے بڑی مہم ہے۔

بالآخر دنیا نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی استقامت اور دین کے معاملے میں سختی سے قبائل کی ساری بغاوتیں ختم ہو گئیں اور دین اسلام کے بڑے بڑے دشمن سرنگوں ہو گئے۔

مسئلہ ختم نبوت کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کردار

اسلام میں مسئلہ ختم نبوت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اس مسئلے کا تعلق براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس مسئلہ کی رو سے ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھنے کا پابند ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والی ہر قوم، ہر نسل اور ہر ملک کے لئے پیغمبر ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہو گا۔ اس سلسلے میں راقم کی کتاب "عقیدۂ ختم نبوت اور اسلام" میں تفصیلی مباحث کا ذکر ہو چکا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد جب چاروں طرف سے فتنوں کا شور اٹھا تو ان میں ایک آواز ایک ایسے شخص کی بھی تھی جس نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے بعد نبی کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا نام مسیلمہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی اور یہ یمامہ کا رہنے والا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ اس منکر ختم نبوت اور جھوٹے مدعی کے خلاف لشکر کشی کا حکم دیا۔ مسیلمہ نے شعبدہ بازی کے ذریعے بہت سے قبائل اپنے ارد گرد جمع کر لئے تھے۔ خلیفہ اول نے پہلا لشکر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا، اس کو شکست ہوئی، دوسرا لشکر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں روانہ ہوا، یہ لوگ بھی ہزیمت سے دوچار ہوئے، تیسری مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان تیرہ ہزار صحابہؓ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ گھمسان کا رن پڑا، یمامہ میں "اباض" نامی ایک باغ کے قریب جھوٹا مدعی، حضرت وحشی اور ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس معرکے میں مسیلمہ کے اکیس ہزار (21,000) ساتھی جہنم رسید ہوئے۔

ختم نبوت کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پے در پے لشکروں کی روانگی کے ذریعے بالآخر منکرین ختم نبوت کو نیست و نابود کر دیا۔ اس معرکے میں ایک ہزار اسی (1,080) مسلمان شہید ہوئے، جن میں سات سو (700) جلیل القدر قراء اور حفاظ قرآن تھے۔ یہ وہ خالص اسلامی عقیدہ تھا جس کے تحفظ کی بنیاد خلیفہ راشد نے رکھ کر قیامت تک آنے والے جھوٹے مدعیان نبوت کے چہرے پر ایک چپت رسید کر دی۔ برصغیر پاک و ہند کے ایک جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کے خلاف علماء ہند کی تحریک اسی سنت صدیقی کی مرہون منت ہے۔

مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے بارے میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ

ختم نبوت کے مسئلہ پر قائم ہونے والے اسلام کے اس عظیم الشان معرکے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے۔ جب

لشکر اسلام واپس ہو کر مدینہ پہنچا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو اس لڑائی میں شریک تھے فرمایا:

"کیا بات ہے تمہارے چچا تو اس لڑائی میں شریک ہوں اور تم زندہ رہو' تم زید" سے پہلے کیوں نہ مارے گئے؟ کیا تمہیں شوق شہادت نہ تھا؟ جناب عبداللہ" نے عرض کیا' چچا صاحب نے اور میں نے حق تعالیٰ سے شہادت کی دعا اکٹھے مانگی تھی' ان کی دعا قبول ہوئی اور میں اس شہادت سے محروم رہا' حالانکہ میں نے بھی دعا میں کوئی کمی نہ کی تھی۔"

(فتوح البلدان)

خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں

منکرین ختم نبوت کے خلاف جہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشینگوئی کے یہ الفاظ تھے:

"بنی ثقیف میں ایک جھوٹا آدمی پیدا ہو گا۔" (فی ثقیف کذاب)

علماء تاریخ نے اس سے مراد مختار لیا ہے' شروع میں یہ خارجی المذہب تھا' اسی نے کوفہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔ ۶۰ھ کے آغاز میں مختار بن عبید ثقفی نے دعویٰ نبوت کیا' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جونہی معلوم ہوا آپ نے شام سے حکم نامہ جاری کر کے حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مختار کے مرکز کوفہ پر حملہ کر کے آٹھ ہزار اور طبری کی ایک تصریح کے مطابق چھ ہزار آدمی جہنم رسید کئے۔ بیس ہزار آدمی میدان سے فرار ہو گئے۔

(بعض آئمہ کی روایت کے مطابق یہ معرکہ ۶۷ھ میں پیش آیا' اس وقت مختار کی عمر ۶۷ سال تھی اور یزید بن معاویہ کی حکومت تھی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

جھوٹی مدعیہ نبوت کا قبول اسلام

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پے در پے کئی جھوٹے لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا۔ ان میں ایک عورت "سجاح بنت حارث تمیمیہ" بھی تھی۔ ابتداء میں اس کے گرد بڑے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ اس نے مسیلمہ کے ساتھ نکاح کرلیا تھا اور مہر میں نماز عشاء اور فجر معاف کردی گئیں تھیں۔ مسیلمہ کے قتل کے بعد سجاح نصرہ آگئی تھی۔ یہاں آکر ایک طویل عرصہ خاموشی کے بعد اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ آخر عمر میں یہ بہت نیک خاتون بنی۔ آنحضرتؐ کے صحابی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابن خلدون)

حفاظت قرآن کا اہتمام

جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن پاک کو مختلف تختیوں سے کاغذ پر منتقل کیا گیا' یہ سب کچھ حضرت عمرؓ کی تجویز پر عمل میں آیا کیونکہ جنگ یمامہ میں قرآن کے ساڑھے سات سو قاری شہید ہوگئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور کا مصحف صدیقی ہی بعد میں دنیا بھر میں قرآن کے ابلاغ کا ذریعہ بنا' اس مجموعۂ قرآن کے ستر نسخے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیار کرا کے ۴۴ لاکھ مربع کے علاقے میں اہم صوبوں کو روانہ کئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری لڑائی میں سات سو کے قریب قراء کے ذریعے قرآن کو دنیا کے تین سو جزیروں تک پہنچایا۔

گویا کہ "ان علینا جمعہ و قرآنہ" اور "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون" کے خدائی حکم کے مطابق قرآن کی حفاظت کا کام دنیا میں سب سے پہلے خلفاء ثلاثہ سے لیا گیا۔

CamScanner

حفاظت قرآن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے ادوار میں تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔

یہ بات جاننا ازحد ضروری ہے کہ نزول قرآن کے وقت قرآنی مفہوم کی تشریح، وضاحت آنحضرت ﷺ نے امت کے سامنے پیش کی، پھر اسی تشریح کے مطابق آنے والے حالات میں ایسی تعبیر کو استناد اور وقعت حاصل ہوئی جو خلفاء راشدین نے امت کے سامنے پیش کی، کیونکہ خلفاء سے بہتر دنیا میں کوئی قرآن کا شارح نہیں ہو سکتا۔ ایک تو یہ لوگ ہر واقعہ کے عینی شاہد ہیں دوسرا یہ کہ عربی لغت اور محور سے سب سے زیادہ آشنا ہیں۔

قرآن کا جو مفہوم آنحضرت ﷺ نے متعین کر دیا تھا، خلفاء راشدین نے بعینہ وہی مفہوم آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اب دنیا کا کوئی شخص خلفاء راشدین کی متعین کردہ قرآن کی تعبیر کے خلاف نہیں کر سکتا۔

دنیا بھر میں مساجد اور مکاتب کی تعمیر

دنیا بھر میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں اور مساجد کا قیام خلفاء راشدین کا تاریخی کارنامہ ہے۔ شام، مصر، یمامہ اور خیبر کے علاقوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی مساجد تعمیر کرائیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار (4000) چھوٹی اور پندرہ سو (1500) بڑی بڑی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ عہد عثمانی میں مساجد اور دینی مکاتب کی تعمیر کا سلسلہ دور دور تک پھیل گیا تھا۔ آپؓ کے عہد میں حفاظ قرآن اور دینی ادارے افریقہ سے لیکر مصر اور روڈس تک قائم ہوگئے۔ عہد عثمانی کے ابتدائی چھ سالوں میں مسلمان فوجیں جس علاقے کو فتح کرتیں وہاں سب سے پہلے مسجد تعمیر کرتیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ۱۹ سالہ عہد خلافت میں کئی ہزار مساجد تعمیر کی گئیں۔ آپ نے قیساریہ کا شہر جب فتح کیا تو یہاں دنیا کی سب سے بڑی جامع مسجد تعمیر کی، اس شہر کے تین سو بازار تھے اور ایک فوج روزانہ اس شہر میں گشت پر مامور تھی، مساجد کے مینار اسلام میں سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تعمیر کرائے۔ غلاف کعبہ بھی آپ کے دور کی ایجاد ہے۔

CamScanner

مذہبی حقوق کا تحفظ

✹— "لایھدم لھم بیعہ ولا کنیہ ولا یمنعون من حزب النواقیس ولا اخراج صلبانھم فی یوم عیدھم"
(کتاب الخراج صفحہ ۸۴)

ترجمہ: "ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ ڈھائے جائیں گے اور نہ ان کو عید کے دن ناقوس بجانے اور صلیبیں نکالنے سے روکا جائے گا۔"

عیسائیوں کی مذہبی آزادی کے بارے میں

حضرت ابو عبیدہ کی ضمانت

کتاب الخراج میں ہے۔

✹— "واشترط علیھم حین دخلھا ان تترک کنائسھم وبیھم ؓ

ترجمہ: "جب انہوں نے (ابو عبیدہ) شام فتح کیا تو عیسائیوں سے وعدہ کیا کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے برقرار رکھے جائیں گے۔"

خلفاء راشدین کے پورے دور میں تمام غیر مسلموں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل رہی، ان کے ساتھ ہونے والے تمام معاہدوں پر برابر عمل ہوتا رہا۔

CamScanner

اصلاح احوال کے لئے مختلف محکموں کا قیام

قرآن کے مقتضا کے عین مطابق خلفاء راشدین نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے مختلف محکمے قائم کیے، ان محکموں میں بہت سے محکمے حکمرانوں کی اصلاح کے لئے تھے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک محکمہ بنایا تھا۔ کچھ محکمے لوگوں کو نیکی کی ترغیب اور منکرات سے روکنے کے لئے بنائے گئے۔

اشاعت اسلام کے لئے خلفاء کی کارگزاری

خلفاء راشدین اور ان کی افواج اس قدر اعلیٰ اخلاق اور کردار کا نمونہ تھیں کہ ان کے طرز عمل کو دیکھ کر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ ارتداد اور منکرین ختم نبوت کی غوغا آرائی نے آپ کو ایک لمحہ مہلت نہ دی، تاہم جب بھی آپ کسی لشکر کو دشمن کی طرف بھیجتے اس کو یہ تلقین ہوتی:

> "لڑائی شروع کرنے سے پہلے لازم ہے کہ دشمن کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کریں اگر وہ اس سے انکار کریں تب تلوار اٹھائی جائے"

اسلام کی اشاعت میں اخلاق اور پیار و محبت کو بہت زیادہ دخل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صدہا عجمی، یونانی اور رومی بہادر اسلام کے سایہ عاطفت میں آئے۔

عہد فاروقی میں مختلف اقوام و قبائل کا

فوج در فوج اسلام میں داخلہ

- قادسیہ کے معرکے میں چار ہزار ایرانی فوجی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلامی فوج میں شامل کیا، ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔
- یرموک کے معرکے میں رومیوں کا ایک مشہور جنگجو بہادر عین حالت جنگ میں مسلمان ہوگیا اور مسلمانوں کے دوش بدوش لڑ کر شہید ہوگیا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو اسلام کی دعوت پیش کی لیکن اس نے انکار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لا اکراہ فی الدین" (دین میں کوئی جبر نہیں)۔
- ایک جنگ میں رومی سفیر میدان جنگ میں اسلامی کیمپ میں آیا تو سالار اور فوج کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کا ایک رئیس مسلمانوں کے حالات سن کر ہی اسلام کا گرویدہ ہوگیا اور دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ مسلمان ہوگیا۔
(مقریزی صفحہ ۲۳۶، بحوالہ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۱۳۲ جلد ۲)
- عراق و شام کے عربی قبائل کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی مبلغ روانہ کیے۔ کچھ عرصہ بعد کئی ہزار قبائل مسلمان ہوگئے۔
- جنگ قادسیہ کے بعد دیلم کی چار ہزار کی عجمی فوج نے خود بخود اسلام قبول کرلیا۔
(فتوح البلدان صفحہ ۶۰۹)

✵— فتح جلولاء کے بعد بہت سے سرداروں نے برضاء و رغبت اسلام قبول کیا۔ "فتوح البلدان" میں علامہ بلاذری" کے مطابق ان رؤساء میں جمیل بن بصیری، بسطام بن نرسی، رفیل اور فیروزان کا نام قابل ذکر ہے۔

مبلغین و معلمین کا تقرر

✵— کنز العمال کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری مملکت کے نو مسلموں کے لیے حفاظ اور معلم روانہ کیے تاکہ ان کو اسلامی تعلیم و آداب اور قرآنی تجوید و قراءت کا درس دیں۔

✵— چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں موذنوں اور مساجد کے آئمہ کو مختلف مساجد میں متعین کر کے ان کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

✵— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری مملکت کے گورنروں کو یہ حکمنامہ بھیجا تھا:۔
"تعلموا اعراب القرآن کما تعلمون حفظه"

✵— خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو مبلغ بنا کر شام کی طرف روانہ کیا۔

✵— حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کی تعلیم ایسی عام ہو گئی تھی کہ ناظرہ خوانوں کا تو شمار ہی نہیں حافظوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ میری فوج میں تین سو حفاظ ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۱۷ جلد ۱)

دنیوی عشق و بے راہ روی کے فتنے کا خوف

خلیفہ باپ کی طرح رعایا کا مربی ہوتا ہے:- خلافت راشدہ کی حکومتوں میں خدائی محبت ایسے معراج کو پہنچی ہوئی تھیں کہ ان کے ہاں عشق و محبت کے لئے خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کوئی مرجع اور محور نہیں تھا۔ وہ جوانی کی بے راہ روی اور ہوس نفس کے تمام راستوں کو بند کر دینا چاہتے تھے۔ خلفاء راشدین کا طرز عمل اسلام کے روحانی نظام کا مکمل پر تو تھا' وہ انسانوں کو ایسے بلند کردار کا حامل بنانا چاہتے تھے کہ جوانی کی روایتی خواہشات اور برائی کے تمام وسوسوں کے مقابلے میں اعلیٰ اخلاق اور بلند فکر و نظر کی تعلیم دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ ان اولوالعزم حکمرانوں کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ انسان حسن و جمال کی دنیوی آرائش کا غلام نہ بنے' اس کا کردار عارضی زیبائش میں گم ہو کر پستی کا سزاوار نہ بن جائے' یہ عشق حقیقی اور محبت اصلی کی اس ارغوانی شراب میں ہر دم مخمور رہے جو خالق حقیقی اور رسول برحق ﷺ کی محبت کے عطرے سے کشید کی گئی ہو' جس طرح خود ان کا دامن اخلاقی پستیوں اور بے حیائی کی ظلمتوں سے پاک تھا' وہ چاہتے تھے کہ ہماری رعایا کا ہر نوجوان اسی طرح اعلیٰ اخلاق کے ایسے زیور سے آراستہ ہو جو شرافت و حیاء اور طہارت و پاکبازی کے پیراہن میں لپٹے ہوئے ہوں۔

خلفاء راشدین دنیوی عشق کی بے راہ روی کے معاملے میں کس قدر حساس تھے اور جوانیوں کو کس طرح برائیوں کے گرداب میں گرنے سے روک دینا چاہتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کے چند واقعات سے ہوتا ہے۔

CS CamScanner

شعلہ بار حسن اور شب ہجر میں ایک عورت کی گفتگو پر خلیفہ کا ردعمل

مصر کے مشہور مؤرخ اور محقق محمد حسین ہیکل کی کتاب "عمر فاروق اعظم" میں ہے۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے معمولات کے مطابق شب میں گشت پر تھے کہ انہوں نے ایک خیمہ میں چند لڑکیوں کو باتیں کرتے سنا، لڑکیاں آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں کہ یہ تو بتاؤ ہمارے علاقہ میں سب سے خوبصورت اور گھبرو نوجوان کون ہے؟ ایک نوجوان ابوذئب کا نام لیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری صبح اس نوجوان کو بلایا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے وہ بلا کا حسین اور بے مثال حسن و جمال اور خوبصورتی کا مرقع تھا۔ آپؓ بھی اس کے حسن سے متاثر ہوئے اور تادیب کے طور پر اس کے سر کے بال منڈوا دیئے، لیکن اس نوجوان کے حسن پر اس سے بھی کوئی فرق نہ پڑا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید انتباہ کے لئے اس کے ناک پر کالک لگوا دی، مگر اس نوجوان کے ناک کا نقشہ ایسا تیکھا تھا کہ اس سے بھی اس کی خوبصورتی اور کشش میں کوئی فرق نہ پڑا، تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "خدا کی قسم! تو بلا کا حسین ہے، تجھ کو دیکھ کر لڑکیاں تیری طرف ضرور مائل ہوں گی۔" بطور سزا اس نوجوان کو شام کی طرف جلا وطن کردیا۔

(امیر المومنین کا منشاء ہوگا کہ شام پہلے ہی خوبصورتوں کا علاقہ ہے وہاں یہ فتنہ نہیں بن سکتا)

> چند یوم بعد شب کے گشت میں آپؓ کو پھر اسی قسم کے ایک دوسرے واقعہ سے دوچار ہونا پڑا، ایک جگہ خیمہ میں کوئی لڑکی بربطہ پر یہ گا رہی تھی کہ "اے کاش! کوئی اس وقت فلاں آدمی کو میرے پاس لائے اور میں اس کے حسن کا نظارہ کروں۔" دوسری صبح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو طلب کیا وہ پہلے آدمی کا بھتیجا تھا۔ اس کو اپنے چچا کا انجام معلوم ہو چکا تھا، اس نے خود ہی امیرالمومنینؓ سے کہا کہ اس کو بھی اس کے چچا کے پاس شام میں جلاوطن کردیا جائے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انسان کے بشری تقاضوں اور فطرت سے ناآشنا نہ تھے، وہ حسن و عشق اور مرد و عورت کے ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کو ایک فطری عمل اور بشری کمزوری سمجھتے تھے، وہ کوئی ایسے شقی القلب اور سخت گیر نہ تھے کہ محض اتنی سی بات پر ان کے لئے جلاوطنی کی سزا تجویز کرتے، دراصل امیرالمومنینؓ اور خلیفہ کی مثال رعایا کے باپ کی ہوتی ہے۔ وہ اپنی اولاد (رعیت) کے نفع و نقصان اور اخلاقی اقدار کا نگران ہوتا ہے۔ کیا عام طور پر والدین اپنی اولاد کو تادیبی ضربیں نہیں لگاتے۔ یہی وہ طرز حکومت تھا جس کے ذریعے خلفاء راشدین نے صرف رعایا کو روٹی، کپڑا اور مکان ہی سے بہرہ ور نہیں کیا اور نہ ہی اسلام صرف چند مادی فوائد عطا کرنے ہی کو مملکت کا مقصد وحید گردانتا ہے، بلکہ اسلام کا تقاضا ہے کہ رعایا کی جملہ ضروریات پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آنے والے یہ دونوں واقعات اعلیٰ اخلاقی نشوونما اور عظیم طرز تربیت کے شاہکار ہیں۔

CS CamScanner

پندرھواں باب

خلفاء راشدین کا نظام تعلیم و تربیت

کسی مملکت کی ترقی اور تمدن کا اندازہ اس کی تعلیمی حالت سے لگایا جاتا ہے۔ معاشی خوشحالی کے بعد رعایا کو زیور علم سے آراستہ کرنا، اپنے مذہب و ثقافت سے شناسا کرنا، رہن سہن کی اقدار کی تعلیم دینا، اپنے ماضی وحال سے نئی نسل کو باخبر رکھنا اور مستقبل کے وقائع سے خبردار کرنا، یہ سب حکومت اور اہل اقتدار کی ذمہ داری ہوتی ہے، تعلیمی اصلاحات میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ کرنا ضروری ہوتا ہے کہ جس مذہب اور دین پر ملک قائم ہے، جن شعائر کی پاسداری اس کے قانون کا حصہ ہے، جس نظام کو آئینی حیثیت حاصل ہے، اس دین اور مذہب کو تعلیم میں اساسی مرتبہ ملنا ضروری ہے، ورنہ مملکت کا مذہب اگر اسلام ہو اور اس کا نظام تعلیم سارے کا سارا انگریزی یا کسی دوسرے مذہب کا آئینہ دار ہو تو اپنی قوم سے اور نئی نسل کے تازہ شگوفوں کے ساتھ اس سے بڑا فریب کوئی نہیں ہوسکتا، ایسی صورت حال میں یہی حالت پیدا ہوگی، آج ہم جس کا شکار ہیں، کہ اسلام کے نام پر ملک قائم کیا، تعلیمی نظام برطانوی طرز پر استوار رہا۔ ۴۸ سال گزر جانے کے بعد بھی ہم اپنے مذہب اور دین کو مملکت کے شعبوں میں رائج نہ کرسکے۔ ظاہر ہے کہ جو تعلیم ہماری نسل کو پڑھائی جاتی ہے، جس طرز زندگی کا درس ہم نے اپنے نونہالوں کو دیا ہے، جب یہ نسل اقتدار کی مسند پر براجمان ہوگی تو اس سے اسلامی نظام کے عملاً نفاذ کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے گندم کی بوائی کرکے ہم چنے کاٹنے کی امید رکھیں۔

کسی ملک کے نظام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا نظام تعلیم اس کے دین اور مذہب سے ہم آہنگ ہو، آج پورا عالم اسلام اسی المیے سے دوچار ہے،

خلافت راشدہ کے دور میں ایسا نہیں ہوا کہ اسلام مذہب قرار پایا ہو اور اس کے نظام تعلیم کے لئے قیصرو کسریٰ کی سلطنتوں سے ریزہ چینی کی گئی ہو۔

آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کے دور میں جو اسلام کا نظام تعلیم رائج کیا گیا اس کی بنیاد یہ تھی کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی تمام نسلوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے۔ دینی تہذیب اور اسلامی کلچر کا درس سمجھایا جائے، ان کو بچپن ہی سے اسلام کے آفاقی نظام اور اعلیٰ نصب العین سے پوری طرح واقف کرایا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول

عہد نبوی میں دینی تعلیم کا پہلا مدرسہ مسجد نبوی ؐ میں قائم کیا گیا، جس کو احادیث کی اصطلاح میں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ میں ابتدائی طالب علم اسی (80) کے قریب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کئی مواقع پر لوگوں کے لکھنے، پڑھنے اور دینی آداب سکھانے کا اہتمام فرمایا۔ متعدد قیدیوں کا جزیہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھادیں۔ (طبقات ابن سعد، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو لکھنا بھی سکھایا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر مامور کیا تھا کہ وہ مدینہ کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا کریں۔
(الاستیعاب جلد ۱، صفحہ ۳۹۳)

دیہات کے لوگوں کی تعلیم

متعدد روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ دیہات کے علاقوں میں عوام کو اسلامی تعلیم دینے کے لئے مدینہ سے صحابہ ؓ کو روانہ کیا کرتے تھے۔ بئر معونہ کا مشہور واقعہ اس پر شاہد ہے۔

CS CamScanner

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے بھی دیہات کے مسلمانوں کو اسلامی آداب زندگی کی تعلیم کے لئے تنخواہ دار معلم مقرر کئے تھے۔ آپ نے مستحق طلباء کے لئے وظائف بھی مقرر کئے تھے۔

(ابو عبید کتاب الاموال)

عہد فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی تعلیم کے لئے باقاعدہ معلم مقرر کئے گئے، دینی مدارس کے خصوصی شعبے قائم کئے گئے، پوری مملکت کے ہر صوبے، ہر ضلعے اور ہر شہر میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے مراکز کا اہتمام کیا گیا۔ وضین بن عطا کی روایت ہے:

"قال ثلاثة کانوا بالمدینة یعلمون الصبیان و کان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منهم خمسة عشر درهماً کل شهر"

(کنز العمال، جلد ۲، بحوالہ مسند ابن ابی شیبہ)

(وضین بن عطاء نے) کہا کہ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں تین آدمیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو ہر ماہ فی کس 15 درہم تنخواہ دیا کرتے تھے۔

گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم

کنز العمال ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو لکھا:

"اپنے اپنے علاقوں سے ان لوگوں کی ایک فہرست فوراً دفتر خلافت میں روانہ کی جائے جن کو قرآن کریم حفظ ہے، تاکہ ان کو بڑے بڑے تعلیمی مدارس کے لئے مختلف علاقوں میں مامور کیا جائے۔"

(ایضاً جلد ۱، صفحہ ۲۱۷)

دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم

اسلام میں اقوام عالم کی تاریخی معلومات کا حصول اور دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا نہ صرف یہ کہ جواز ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اسلام کا تقاضا صرف یہ ہے کہ کسی کی زبان سیکھ کر اس کی تہذیب ہی کا غلام بن جانا حماقت اور احساس کمتری کے مترادف ہے۔ زبان سیکھنا ایک فن کا درجہ رکھتا ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا، ہمارے ساتھ یہ سانحہ ہوا کہ ہم انگریزی سیکھتے سیکھتے انگریز ہی ہوگئے، ہمارا تمدن بدل گیا، معاشرتی اقدار مختلف ہوگئیں، کیا یہ المیہ نہیں ہے کہ آج 48 سال گزر جانے کے باوجود ہم پر انگریزی زبان کا بھوت سوار ہے اور ہم اردو زبان کو سرکاری حیثیت دینے کے باوجود اپنے دفاتر سے اس کو نہ نکال سکے۔ یہ ہے وہ رکاوٹ جو ہمیں اغیار کی طرف جانے سے روکتی ہے کہ نامعلوم کس وقت ہم دوسروں کی طرف جاتے جاتے اپنا آپ بھول جائیں گے، ورنہ اسلام نہ دوسروں کی زبانیں سیکھنے سے روکتا ہے اور نہ جدید معلومات کے حصول سے منع کرتا ہے، نہ مختلف فنون میں مہارت حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی زبان (سریانی) سیکھنے کا حکم دیا تاکہ اس کے ذریعے مختلف مواقع پر ان سے معاہدات وغیرہ کے سلسلے میں گفتگو ہوسکے۔

سولھواں باب

فریضۂ جہاد کی ادائیگی کے لئے خلفاءِ راشدینؓ کی حیرت انگیز خدمات

خلفاء کی کارگزاری کا جائزہ

اسلامی جہاد ۲ھ سے لیکر ۶۰ھ تک:۔

(1)— خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے سرزمین عرب کو شرک و کفر سے آزاد کرایا۔

(2)— سرزمین عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کے مظالم اور ناہمواریوں سے انسانیت کو نجات دلائی۔

(3)— شام، مصر اور افریقہ کے جزیروں، صحراؤں اور دشت و جبل کو ہر قسم کے کفر اور گناہ سے دور کر کے یہاں اسلامی دستور حیات نافذ کیا گیا۔

(4)— دنیا کی دو بڑی طاقتوں رومن ایمپائر اور فارس کی شہنشاہیت کا خاتمہ کر کے قیصرو کسریٰ کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

(5)— اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو دستور زندگی اور اعلیٰ نصب العین کی صورت میں کابل سے مراکش تک، پرتگال سے چین تک، ساحل مکران سے مدینہ منورہ تک نافذ العمل رہا۔

(6)— دنیا کے ہر حصے میں بسنے والے فرعونوں، شدادوں، ظالموں اور متکبروں سے دکھی انسانیت کو نجات دلا کر انہیں عافیت کے کنول سے ہم آغوش کیا گیا۔ عدل و مساوات کے ذریعے ان کے مشام جان کو معطر کر کے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ تک انسانیت کو اس کے حقیقی اور فطری منشور سے عزت بخشی گئی۔

ان تمام امور میں آنحضرت ﷺ کے تمام خلفاء براہ راست شریک رہے۔ انہوں نے کفر و اسلام کے ان تمام معرکوں میں خود شمشیر آزمائی کی۔ گھمسان کی جنگ کے دوران دشمن کے خلاف ہر کارزار میں انہوں نے جولانی طبع کے جوہر دکھائے۔ اسلامی جہاد میں شرکت سے ان کا سب سے بڑا مقصود رضائے الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کی بجا آوری تھا۔ جسے وہ ہر صورت میں بجالاکر ہر برائی کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دور میں جنگوں میں خود شرکت کی۔ خلافتوں کے ادوار میں انہوں نے دنیا بھر میں فوجیں روانہ کر کے فریضہ جہاد کے خدائی حکم کی تعمیل کی۔

جنگوں سے خلفاء اور دیگر صحابہ کرامؓ کا مقصد جہاں گیری اور ہوس براری نہ تھا۔ وہ صرف اور صرف لازمی طور پر تسخیر کرنے ہی کے فلسفہ پر گامزن نہ تھے۔ ان کے ارادوں میں صرف مال غنیمت کا حصول ہی نہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے دنیا کی ہر زیادتی کے خاتمہ کرنے اور انسانوں کو حقیقی فلاح اور امن عطا کرنے کے لئے جانوں کی پرواہ کئے بغیر اموال کے ضیاع سے بے پرواہ ہو کر اولاد کی قربانیوں سے آزاد ہو کر ہر وہ کام کر ڈالا جس کے ذریعے فتنے ختم ہو جائیں، گناہ مٹ جائیں، معصیتیں کافور ہو جائیں، ظلم وستم کی ٹیس ختم ہو جائے، مستضعفین یعنی کمزور لوگ آزاد ہو جائیں، متکبرین کا استیصال ہو جائے، کفر اور شرک کے سارے راستے ختم ہو جائیں، زیادتی اور تجاوز کی ساری راہیں مسدود ہو جائیں، پوری دنیا کا ایک ایک علاقہ خرمن امن بن جائے، آشتی کے نغمے سرائے جائیں، کمزور سربلند ہوں، ضعیف اور ناتواں بھی اس دنیا میں سر اٹھانے کے قابل ہو جائیں، خدا کا حکم بلند ہو جائے، انسانی فطرت کی حقیقی قدریں روشن ہوں، خطہ ہستی عافیت اور سکون کا گہوارہ بن جائے۔ خلفاء راشدینؓ کا ایک دور وہ ہے جس میں انہوں نے

آنحضرت ﷺ کی تیرہ سالہ مدنی زندگی میں فریضۂ جہاد کی ادائیگی کی۔ دوسرا دور وہ ہے جس میں وہ خود حکمرانی کی مسند پر جلوہ افروز رہے اور انہوں نے اپنی نگرانی میں جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

اسلامی خلفاء کی زندگی کا یہ کردار پوری امت مسلمہ کو ہر دن جھنجھوڑتا ہے کہ باطل کے خلاف ہر دور میں ہر وقت سربکف رہنا ضروری ہے۔ فریضۂ جہاد کے اسلامی حکم کو پس پشت ڈال کر آسودہ خواب ہونا اسلامی تعلیمات سے کھلی بغاوت کے مترادف ہے۔ فتنوں کی سرکوبی اور کفر کے طوفان کو روکنے کے لئے ہر زندہ مسلم قوم نے خلفاء ہی کے جذبہ جہاد کی پیروی کی۔ جب سے مسلم قوم اس جذبہ کی جگہ عافیت کوشی اور آرام طلبی کی طلبگار بنی ہے' چاروں طرف سے ہمیں فساد کی آندھیوں نے آگھیرا ہے۔

سب سے پہلے ہم یہاں ان خدائی اور نبوی احکامات کا ذکر کریں گے جن پر عمل کر کے خلفاء راشدینؓ نے مصائب کی ندیوں کو عبور کیا اور گھربار چھوڑ کر صحراؤں کے وشت اور دریاؤں کے سینوں سے گزر کر پہلے سارے عرب کو مسخر کیا' پھر عجم کو اسلام کی روشنی عطا کی' پھر مغرب کے بتکدوں میں اذانیں دیں' پھر ہند' سندھ' چین اور روس کے دروازوں پر دستک دی۔ تا آنکہ دنیا کے ہر خطے میں آخری رسول ﷺ کی عالمگیر تعلیمات کی روشنی پھیل گئی۔

✹— "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کلہ للہ" (القرآن۔سورۃ الانفال آیت ۳۹)

"اور ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور پوری دنیا میں ہر جگہ دین سربلند ہو جائے۔"

✹— "وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (القرآن' سورۃ الحج' آیت ۷۸)

"اور جہاد کرو اللہ کے لئے' جس طرح جہاد کا حق ہے' وہی ذات ہے جس نے تم کو منتخب کیا ہے اور تمہارے اوپر اللہ نے دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی۔"

— "اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر ﴿" (القرآن - سورۃ الحج، آیت ۳۹)

"اجازت دی گئی ہے جہاد کرنے والوں کو کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔"

یہی قرآنی تصریحات ہیں جن کی روشنی میں عہد نبوی اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں فریضہ جہاد کی تکمیل کے لئے صحابہ کرامؓ نے جان تک کی پرواہ نہ کی اور بہت قلیل مدت میں انہوں نے نصف دنیا کو اسلام کے خزانہ عامرہ سے مالا مال کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد خلفاءؓ رسول ؐ کی قیادت میں اس قدر ایمان افروز تھا کہ انہیں اس جذبہ نے وسائل کی قوت سے بے نیاز کر دیا تھا۔

جہاد کا بنیادی اصول

— "کان رسول الله ﷺ امر امرآءہ، ان لایقتلوا الامن قاتلهم" (فتح الباری صفحہ ۹، جلد ۸)

"آنحضرت ﷺ نے اپنے فوجی سرداروں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے علاوہ جو خود جنگ کی ابتداء نہ کریں، ان سے جنگ میں پہل نہ کریں۔"

عہد نبوی کی جنگوں میں خلفاء کی شرکت

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء نے کس طرح ان احکامات کی تکمیل میں اپنی جانیں لڑائیں، اسلام کی سربلندی اور فتنوں کے استیصال کے لئے کس طرح سب کچھ تج دیا۔

آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی کے تیرہ سالوں میں کل ستائیس بڑی جنگیں ہوئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان تمام میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنی بیوی جو آنحضرت ﷺ کی بیٹی تھیں کی بیماری کے باعث آنحضرت ﷺ کے حکم سے شرکت نہیں فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ

تبوک میں مدینہ منورہ میں آپؐ کے قائم مقام بنائے جانے کے باعث شریک نہ ہوئے۔ باقی تمام غزوات میں ان دو خلفاء نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شانہ بشانہ جنگوں میں شرکت کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام اور فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین اور غزوہ تبوک میں شرکت کی اور آپ نے ان دونوں معرکوں میں قابل قدر جان سپاری کا مظاہرہ کیا۔

دور خلافت کے جنگی کارنامے

حضرت ابوبکرؓ سے حضرت معاویہؓ تک آنحضرتؐ کے تمام جانشینوں نے اپنے اپنے عہد میں اسلامی جہاد کے عنوان پر ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جسکی نظیر دنیا بھر کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکی۔ انکے ادوار میں بڑی بڑی پر شکوت سلطنتیں زیر خاک سو گئیں، تکبر و غرور کے بے شمار دیوتا اہل عرب کے پاؤں تلے روندے گئے۔ قلیل سے قلیل وسائل کے ذریعے بڑی سے بڑی فوجوں کو ہزیمت سے دوچار کیا۔ لاکھوں کی افواج کو چند ہزار سپاہیوں نے ناکوں چنے چبوا دیئے۔ بھوک کے دکھڑے اور ضروریات کی بے حد کمیابی ان کے ولولوں اور جذبوں کو سرد نہ کر سکی۔ وہ بہت تھوڑے ہو کر بڑے بڑوں سے ہمکلام ہو گئے، زرہیں پوری ہوں نہ تلواریں، سواریاں پوری ہوں نہ تیر، اشیائے خوراک کی افزودگی ہو نہ سامان لباس کی برتری ہو، صرف خدائی نصرت اور ایمان و عمل پر سچے یقین کی دولت سے سرشار ہو کر وہ پوری دنیا سے ٹکرا گئے۔ پھر شاہوں نے دیکھا متکبروں نے جانا، ریاستوں کی ریاستیں الٹ گئیں، ملکوں کے ملک قدموں میں آئے، بستیوں کی بستیاں اور فوجوں کی فوجیں ان کی غلامی پر مفتخر ہونے لگیں۔

خلفاء راشدین کے دور کے جنگی قوانین

عہد خلافت کی تمام جنگی سرگرمیاں انہی اصولوں پر قائم رہیں جو آنحضرت ﷺ کے دور میں بنائے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے سالار یزید بن ابی سفیان کو مدینہ سے رخصت کرتے وقت درج ذیل ہدایات جاری کی تھیں، یہی ہدایات

خلافت کے پورے دور میں ایک اہم منشور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا' اس کی اطاعت کرنا' ہر رضا کے مقابلے میں اس کی رضا کو ملحوظ رکھنا' دشمن کے ساتھ جنگ میں اگر خدا تم کو فتح نصیب کرے تو کسی قیدی کے گلے میں طوق نہ ڈالنا' نہ کسی کا مثلہ کرنا' نہ کسی کے ساتھ بے وفائی سے پیش آنا' (لڑائی میں) بزدلی نہ دکھانا' نہ بچوں کو قتل کرنا' نہ بوڑھوں اور عورتوں کو مارنا' کھجور کا درخت نہ جلانا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا' نہ کوئی دوسرا پھل دار درخت گرانا' کسی چوپائے کی کونچیں نہ کاٹنا' الایہ کہ اس کا گوشت کھانا ہو' تمہارا گزر ایسے لوگوں پر سے ہو گا جو خانقاہوں میں راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں جو کہیں گے ہم نے اپنی زندگی خدا کے لئے وقف کی ہے ان سے تعرض نہ کرنا' تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے' جن کے سروں پر شیطان مسلط ہے تم ان کے سروں پر تلوار مارنا' یہاں تک کہ وہ اطاعت گزار بن جائیں یا جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لیں۔ خدا ان لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس کے اور اس کے نبی کے لئے قربانی کرتے ہیں۔"

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سالار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں' تم پر سلامتی ہو اور رحمت ہو۔"

رخصت ہوتے وقت خلیفہ نے پھر کہا:

"شام میں تم میرے پہلے سالار ہو' میں نے تم کو معزز مسلمانوں پر امیر بنایا ہے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' ان پر نظر کرم رکھنا' ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا' اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرنا'

خدا ان کے ساتھ تمہارے تعلقات کو استوار رکھے اور ہمارے لئے خلافت ساز گار بنائے۔" (آمین) (فتوح البلدان بلاذری)

فتوح الشام میں انہی ہدایات کے ساتھ یہ بھی ہے:۔

"یزید بن ابی سفیان! اتنے تیز نہ جانا کہ تمہارے ساتھیوں کو تکلیف ہو' اپنی قوم کے لوگوں کو مارنا پیٹنا نہیں اور اپنے معاملات میں ان رفقاء سے صلاح مشورہ کرنا' عدل سے کام لینا اور ظلم و ستم سے بچنا' ظالم پھلتا پھولتا نہیں ہے اور نہ اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے۔ جب تم کافروں سے معرکہ آرا ہو تو منہ نہ موڑنا اور جو منہ موڑے گا نہ ڈھب سے لڑنے کے لئے' نہ اپنی فوج کی کسی ٹولی کی مدد کے لئے تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو گا' جب تم دشمن پر فتح پاؤ تو اس کے کسی دودھ پیتے بچے کو قتل نہ کرنا' نہ زیادہ بوڑھے کو' نہ عورتوں کو' نہ لڑکوں کو' نہ درختوں کو نقصان پہنچانا' نہ کھیت جلانا' نہ پھلدار درخت برباد کرنا' .... کسی سے عہد کرنے کے بعد بدعہدی نہ کرنا۔"

واقدی نے فتوح الشام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور ہدایت نامہ نقل کیا ہے جسے آپؓ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لئے بیان فرمایا تھا:۔

"اپنے ظاہر اور مخفی میں ہر کام میں خدا سے ڈرنا اور اپنی تنہائیوں میں اس خدا سے شرم کرنا' وہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے' جیسا کہ تم کو معلوم ہے میں نے تم سے بہتر اور معزز لوگوں کی موجودگی میں تمہیں سالار مقرر کیا ہے۔ تمہارا عمل' آخرت کی سرخروئی اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ہونا چاہئے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باپ کی طرح پیش آؤ' راستے میں ان کو زیادہ تیز نہ چلانا' خود ان کی دیکھ بھال کرتے رہنا' تم ایک دور دراز مہم پر جا رہے ہو۔

اللہ اپنے دین کو تمام ادیان پر ضرور غالب کرے گا۔ تم تبوک والے اس راستے پر نہ جانا جس پر یزید بن ابی سفیان' ربیعہ بن عامر اور شرجیل بن حسنہ گئے ہیں' بلکہ براہ ایلہ فلسطین کے راستے سے داخل ہونا' .... جب کسی کو سزا دو تو اعتدال سے زیادہ نہ ہو' سزا دینے میں تاخیر بھی نہ ہو۔"

فوجی چھاؤنیوں کا قیام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو شہر فتح ہوتا تھا وہاں ایک مناسب تعداد کی فوج متعین کر دی جاتی تھی۔ جس کے لئے رہائش گاہیں اور سامان جنگ وغیرہ مہیا کیا جاتا تھا۔ عہد فاروقیؓ میں کوئی ضلع یا شہر ایسا نہ رہ گیا تھا جہاں فوج کا کچھ حصہ متعین نہ کیا گیا ہو۔

۱۷ھ میں آپؓ نے شام کا دورہ کیا تو غیر ممالک کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ کئی ہزار میل تک مختلف وقفوں کے ساتھ فوجی چھاؤنیاں بنانے کا حکم جاری کیا' ان میں دلوک' منج' رعیان' قوس' انطاکیہ میں ہر جگہ دورہ کر کے مقدمہ فوج کے دستے مقرر کئے' دریا کے ساحلی علاقوں یعنی عسقلان' ارسوف' عکاء صدر' بیروت' طرطوس اور ایاس کے علاقوں کی فوجی چھاؤنیوں کا نگران عبداللہ بن قیس کو مقرر کیا۔ (از فتوح البلدان)

خلافت راشدہ کے فاروقی دور میں اسلامی فوج کیلئے باقاعدہ ایسا منظم لائحہ عمل تیار کیا گیا کہ پوری مملکت میں بے شمار چھاؤنیاں قائم ہوگئیں۔ ہر سرحد پر حفاظتی دستے مقرر کئے گئے۔ فاروق اعظمؓ کی فوجی اصلاحات سے بغاوتوں کے خطرات ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئے۔

سالانہ فوجی بھرتی

ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ہر سال تیس ہزار نئی فوج تیار کی جاتی تھی۔ مورخ طبری کے مطابق صرف کوفہ کے علاقے میں ایک ایک لاکھ فوجیوں کی تربیت کئی سال تک جاری رہی' کوفہ کی فوجی چھاؤنی میں ۴۰ ہزار فوج مستقل طور پر قیام پذیر تھی' کوفہ میں فوجوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔

CamScanner

فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ

حضرت عمرؓ کے دور میں فوجیوں کی تنخواہوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ علامہ شبلی کے مطابق ۳۰۰ درہم فی کس وظیفہ مقرر تھا۔ جو اس دور میں کافی ہوتا تھا۔ فوجیوں کے بچوں کے لئے علیحدہ روزینہ مقرر تھا۔

مورخ یعقوبی نے حضرت عمرؓ کے سفر شام میں لکھا ہے کہ فوجیوں کو تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربار خلافت سے ملتا تھا۔ ایک گھوڑا بھی خلافت کے ذمہ تھا۔ اسی کام کے لئے مدینہ کے دفتر خلافت میں ہروقت چار ہزار گھوڑے موجود رہتے تھے۔

فوجی تربیت

علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے:

> "حضرت عمرؓ کے فوجی قواعد کی نسبت ہم کو صرف اس قدر معلوم ہے کہ آپؓ فوجی افسروں کو جو احکام بھیجتے تھے ان میں چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ تیرنا، گھوڑے دوڑانا، تیر اندازی، ننگے پاؤں چلنا۔

پرچہ نویسی

قدیم دور کے مطابق پرچہ نویسی کا اہتمام خلافت کے فاروقی دور میں ہوا، جو ایک لحاظ سے بے مثال اور اس دور کی ترقیاتی سوچ کا آئینہ دار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس متعین کئے ہوئے تھے، جو فوج کی ایک ایک خبر حضرت عمرؓ کو پہنچاتے رہتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمرؓ نے جب خبر رسانی کے انتہائی اہم کام کا آغاز کیا تو یہ بات واضح ہوئی کہ لاکھوں مربع میل کے وسیع علاقوں میں پہنچنے والی فوجیں جس میں مختلف قبائل اور مختلف طبائع کے لوگ شامل تھے خلیفہ وقت کے زیر نظر تھیں۔

CamScanner

دارالخلافہ سے سینکڑوں میل دور کی خبریں اتنی جلدی آپ تک پہنچ جاتی تھیں گویا خلیفہ ہر وقت فوجوں کے ساتھ ہے۔

معاہدوں کی پاسداری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذمیوں (یعنی ایسے غیر مسلم جو چند شرائط کے ساتھ مسلم حکومت میں رہتے ہیں) کے جان و مال کا اس قدر خیال تھا کہ وقتاً فوقتاً ان کے بارے میں عاملوں کو ہدایتیں بھیجا کرتے تھے۔ ان کا فرمان تھا کہ یہ لوگ مسلم مملکت کے ایسے معاہد ہیں جن کے ساتھ یہاں کی رعایا کی طرح ہمارا پیمان ہے۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لکھا:۔

✸— "وامنع المسلمین من ظلمھم والا ضرار لھم واکل اموالھم الا لعلھا روف لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمع ماا عطیتھم" (کتاب الخراج صفحہ ۸۲)

"مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے سے روکیں، وہ نہ ان کو نقصان پہنچانے پائیں، نہ ان کا مال ناجائز طور پر کھانے پائیں، جو شرطیں تم نے ان سے طے کی ہیں ان کو پورا کریں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت آئندہ ہونے والے خلیفہ کے لئے جو وصیت نامہ لکھا تھا اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

✸— "واوصیہ بذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بواجبھم وان یقاتل من ورائھم وان لایکلفوا فوق طاقتھم ﷺ" (صحیح بخاری جلد ۱)

"میں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور

رسول اللہ ﷺ کا ذمہ دیا گیا ہے کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو پورا کیا جائے، ان کی حمایت میں لڑا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔"

مسلمانوں کا حسن سلوک دیکھ کر ذمی اسلامی حکومت کا دم بھرنے لگے تھے۔ معاہدوں کی پاسداری اور اسلامی خلفاء کے عہد و پیمان کی تکمیل دیکھ کر کئی ہزار لوگ اسلام کے سایہ عاطفت میں آگئے تھے۔ جو لوگ مسلمان نہ بھی ہوئے وہ بھی مسلمانوں کے بڑے وفادار اور معاون بن گئے تھے۔

کتاب الخراج صفحہ ۱۴۷ پر قاضی ابو یوسف رقمطراز ہیں:۔

— "فلما رای اهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صاروا اشداء على عدو المسلمين واعواناً للمسلمين على اعداءهم"

"ذمی مسلمانوں کے عہد کی پابندی اور حسن سلوک دیکھ کر مسلمانوں کے دشمنوں کے دشمن اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے معاون و مددگار بن گئے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدوں کی پاسداری کے بارے میں ایک واقعہ مشکوٰۃ شریف میں نقل کیا گیا ہے، جس سے ایک طرف دشمن سے معاہدے کا ایفاء نظر آتا ہے اور دوسری طرف خلیفہ کی اطاعت رسولؐ کی نادر مثال تاریخ کے اوراق پر ثبت ہو جاتی ہے، واقعہ یوں ہے:۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا کہ فلاں وقت تک اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو مسلمان دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوگئی کہ دشمن صرف

> وقت گزارنا چاہتا ہے، آپ نے صلح کی مدت کے دوران اپنی فوجوں کو روم کی سرحدوں پر جمع کر دیا، مقصد یہ تھا کہ جونہی مدت ختم ہوگی فوراً حملہ کر دیا جائے گا۔ رومی اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی مدت ختم ہوئی ہے اتنی جلدی مسلمانوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس طرح فتح آسان ہو جائے گی، جونہی معاہدہ کی مدت ختم ہوئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوری قوت سے یلغار کر دی، رومی اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہو گئے۔ آپ روم کے علاقے فتح کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک صحابیؓ بلند آواز سے پکارتے ہوئے آئے "وفاء لاغدر" (مومن کا پیشہ وفا ہے، غدر نہیں) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ایک بڑے مرتبہ کے صحابی حضرت عمرو بن عنبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے جب دو قوموں کے درمیان معاہدہ طے ہو تو اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے کوئی فریق عہد نہ کھولے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے جنگ بندی کے دوران سرحدوں پر فوجوں کو جمع کرنا بھی معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔"
>
> "جونہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا یہ پیغام سنا تو آپؓ نے فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا اور معاہدہ کی پاسداری میں کئی سو مربع میل کا علاقہ چھوڑ دیا۔" (مشکوۃ باب الامان صفحہ ۳۴۷)

جنگ و قتال کی تاریخ کا یہ ایک انوکھا واقعہ ہے جس سے خلفاء اسلام کی طرف سے معاہدوں کی پاسداری کی روشن مثال نظر آتی ہے۔

سترھواں باب

خلفاءِ راشدینؓ کے دور کی فتوحات

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فتوحات

جنگ ذی القصہ :-

* —— مرتدین نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں مدینہ پر حملہ کر دیا۔
* —— اسلامی فوجوں نے ایسی جرات سے مقابلہ کیا کہ مقام "ذی حسن" پر مرتدوں کے قدم اکھڑ گئے۔
* —— حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خود اس جنگ میں سپہ سالار تھے، حضرت نعمان بن مقرن اور عبداللہ بن مقرن میمنہ اور میسرو پر تھے۔
* —— مسلمانوں کی تعداد ۳۰۰ تھی کفار ایک ہزار تھے۔
* —— اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، آنحضرتؐ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی یہ پہلی کامیابی تھی جس نے ارتداد کی جڑ کاٹنے میں بہت مدد دی۔

جنگ شام :-

* —— شام کی طرف مسلمانوں کی فوجوں کی روانگی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس لشکر کے سپہ سالار قرار پائے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے اصرار کے باوجود اس لشکر کو روانہ کیا۔

- لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی تاہم کفار کی فوجیں اس سے تین گنا زیادہ تھیں۔
- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر فاتح بن کر اس وقت واپس لوٹا جب حضرت ابو بکرؓ ذی القصہ کے مرتدین کو شکست دے چکے تھے۔
- حضر موت سے طائف اور عدن سے بحرین تک اسود عنسی قدم جما چکا تھا۔
- لشکر اسامہ نے شام کے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ لڑائی اور فتح کے بعد اسود کے مقبوضہ علاقوں کی طرف قدم بڑھایا' اللہ کی تائید سے حضرت اسامہ کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ دنیائے کفر پر بادل چھا گئے۔

جنگ ابرق :-

- یہ جنگ اہل ربذہ کی سرکشی کے خلاف تھی' اس کے سالار خود خلیفہ اولؓ تھے۔ آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو جو شام سے لوٹے ہی تھے۔ قائم مقام بنا کر خود قبائل عبس اور بنی بکر پر حملہ کیا۔
- دشمن کے سپہ سالار عوف اور حارث کو شکست ہوئی ایک افسر حطیہ زندہ گرفتار ہوا۔
- "ابرق" کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آیا اور بغاوت فرو ہو گئی۔

(فتوح البلدان علامہ بلاذریؒ)

جنگ مرتدین - طلیحہ اور مسیلمہ سے لڑائی :-

- طلیحہ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی دعوئی نبوت کیا تھا۔
- طلیحہ کی سرگرمیوں میں کئی ہزار قبائلی ارتداد و کفر کی گود میں چلے گئے تھے۔

✹—— لشکر اسامہ کی واپسی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے طلیحہ سے زور دار لڑائی کا قصد کیا۔

✹—— مرتدوں کے مقابلے میں گیارہ دستے ترتیب دیئے گئے، جن کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل، مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ، خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ، عرفجہ بن برثمہ رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، معن بن عاجز رضی اللہ عنہ، سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ اور علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کی قیادتوں میں علیحدہ علیحدہ لشکر اسلام کے دستے روانہ کیئے۔

✹—— مرتدین کے خلاف اس لڑائی میں شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کے دستوں کو شکست ہوگئی۔

✹—— بالآخر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اچانک حملے اور زور دار شبخون نے دشمن کو خاک وخون میں تڑپا دیا۔

✹—— ان پورے معرکوں میں مسلمانوں کی تعداد ۱۲ ہزار تھی جبکہ طلیحہ اور مسیلمہ کی فوج ۳۵ ہزار سے متجاوز تھی۔

✹—— اس جنگ میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

✹—— مسیلمہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بن حرب اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان نے قتل کیا۔

عراق کی فتوحات :-

✹—— یمامہ کی فتح کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق روانہ کیا۔

✹—— خالد رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے پہلے مرحلے میں فالضیا، باروسما اور عراق کے تمام سرحدی علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ بعد میں عراق کے قدیم پایہ تخت "حیرہ" کو فتح کرلیا۔

- جنگ عراق میں مسلمانوں کی ابتدائی فوج ۸ ہزار تھی، جبکہ دشمن کی تعداد اس سے پانچ گنا زیادہ تھی۔
- فتح عراق میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز کارنامے سرانجام دیئے۔
- عراق کی فتح کے آخری مرحلے میں حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف سے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ کفر کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔
- عراق، جابیہ اور دوسرے اکثر علاقے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوئے۔

شام کی آخری مہم :-

- عہد صدیقیؓ میں شام کی آخری مہم میں حضرت یزید بن ابوسفیان اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان بھی برسرپیکار ہوئے بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اول الذکر کو شام کا گورنر مقرر کیا۔
- شاہ ہرقل جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں اٹھ کھڑا ہوا۔
- شاہ ہرقل کی طرف سے شہزادہ جنرل تدارق حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے مقابلے میں آیا بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

جنوبی عراق میں، ایرانیوں سے جنگ کا آغاز :-

- عہد صدیقی میں ایرانیوں سے بھی مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ حضرت خالد جنگ یمامہ کی لڑائی سے فارغ ہوئے تو دفتر خلافت کی طرف سے آپ کو ایران پر چڑھائی کا حکم ملا۔

جنگ ذات السلاسل :-

✵— ایران کے پہلے معرکے میں جس کا نام ذات السلاسل تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کمال ہوشیاری سے ایرانی سپہ سالار ھرمز اول کو قتل کر دیا۔

✵— شہنشاہ نے ھرمز کے قتل کے بعد قارن بن قریانس کو مقابلے کے لئے بھیجا، "مدائن" پر حضرت خالد کی قارن سے دست بدست لڑائی ہوئی، ایرانی سردار قارن اور انوشجان اس جنگ میں مارے گئے۔ اس جنگ میں بقول طبری تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے اور مسلمان فاتح ہوئے۔

جنگ ولجہ :-

✵— کسریٰ نے ایرانی فوج کی شکست کی خبر سن کر ایک نیا لشکر "اندرزغر" کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا، ایرانی سالار "اندرزغر" مدائن سے نکل کر "ولجہ" کے مقام پر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا۔

✵— مسلمانوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ سپہ سالار سمیت پوری فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی اور ایک وادی میں محصور ہو گئی۔ "اندرزغر" پیاس سے تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔

✵— مذکورہ تمام لڑائیوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد ۱۸ ہزار تھی۔

جنگ امغیشیاء اور حیرہ :-

✵— معرکہ اریس اور ولجہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے شہر امغیشیاء پر قبضہ کیا۔

✵— حیرہ کے ایرانی حاکم "مرزبان" نے امغیشیاء کا حال سنا تو مقابلہ پر اترا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے شکست دے دی اور حیرہ مسلمانوں کے زیر نگیں آیا۔

CamScanner

جنوبی عراق پر مکمل قبضہ :-

✸—— حیرہ کی فتح کے بعد جنوبی عراق کے سارے علاقے میں اسلام کی شوکت چھا گئی۔

جنگ عین التمر :-

✸—— "عین التمر" کوفہ کے مغرب میں انبار کے قریب ایک قصبہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہاں ایرانی فوجوں کے سالار مہران بن برام کو شکست دی۔

مختلف جنگیں :-

✸—— عہد صدیقیؓ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت نے دومتہ الجندل، مضیح، حصید، خناخش، اضافہ دریائے فرات کے کنارے شہر فراض پر اسلامی شوکت و طاقت کا سکہ بٹھا دیا۔

معرکہ فلسطین :-

✸—— عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں مرتدین اور ایرانی مجوسیوں سے جنگ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان کی قیادت میں فلسطین کی سرزمین سے بازنطینی حکمرانوں کے تسلط کا خاتمہ ہوا۔

جنگ یرموک :-

✸—— کسریٰ کی جنگوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہرقل روم کی طرف متوجہ ہوئے، عیسائیوں سے اس جنگ میں ۴۰ ہزار مسلمانوں نے حصہ لیا لیکن رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔

* حضرت خالد ؓ نے اپنی فوج کو چالیس دستوں میں تقسیم کیا۔

* تاریخ طبری کے مطابق اس جنگ میں صرف وادی واقوصہ میں ایک لاکھ بیس ہزار رومی قتل ہوئے۔ میدان جنگ میں مرنے والے اس کے علاوہ تھے۔

* حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو جب اس فتح کی خبر ملی تو آپ سجدے میں گر گئے۔

* جنرل جرجہ کو یزید بن ابوسفیان' سردار قیقلا بن نسطوس کو حضرت ابوعبیدہؓ' سردار راقص کو شرحبیل بن حسنہ کے دستوں کے مقابلوں کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

* جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ہرقل کی سازش کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت خالد ؓ کے پروگرام کو تبدیل کر کے انہیں شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

* حضرت خالد ؓ نے ۹ ہزار مسلم فوجی ساتھ لئے' ایک حصہ حضرت مثنیٰ کی قیادت میں روانہ کیا' پھر خود شام کی طرف چلے گئے۔

* حضرت خالد ؓ نے شام کے باقی ماندہ بڑے بڑے علاقے سوئی' ارکہ' سخنہ' حوران اور تومرفتح کر لئے۔

* ان سب معرکوں کے بعد دمشق مکمل طور پر فتح ہو گیا۔

* حضرت خالد ؓ ابھی شام کی مہموں میں مصروف تھے کہ انہیں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات کی خبر ملی۔

CS CamScanner

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کی فتوحات

(36 ہزار علاقوں کی فتح ☆ 22 لاکھ مربع میل پر دس سال تک حکومت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے عراق، شام اور ایران کے بیشتر علاقے فتح ہو گئے تھے لیکن خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی بہت سے علاقوں میں بغاوتیں ابھر آئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے نئے سرے سے ان تمام علاقوں پر اسلامی پرچم لہرایا، فتح و نصرت کے شادیانے بجائے، شوکت و حشمت کا سورج روشن کیا، کامیابی اور کامرانی کے چراغ جلائے، جراتوں کے دیپ روشن کئے، استقامت کی تاریخ رقم کی، بہادروں کے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی، تاریخ پر استقلال اور جانبازی کے ایسے چہرے سجائے جن پر ہر ایک نے رشک کیا، ہر ایک نے حیرت کا اظہار کیا، ہر ایک نے اعتراف عظمت کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات سے خدا نے اسلام کو ایسی تمکین اور قوت عطا کی جسکی مثال اسلام کی پوری تاریخ کے کسی عہد میں نہیں ملتی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں دنیا کی دو بڑی طاقتوں قیصر و کسریٰ کا مکمل صفایا ہوا۔

خلیفہ دوم کی اہم فتوحات

کسریٰ کے ساتھ جنگ:-

✵—— کسریٰ کے ساتھ لڑائی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہاتھی نے مسل کر شہید کر ڈالا، کئی ہزار مسلمان بھی شہید ہو گئے۔

✵—— پیچھے دریا تھا کئی ہزار مسلمان دریا میں غرق ہو گئے، حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے دو تین ہزار مسلمانوں کی جانیں بچائیں۔

✵—— حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بجلی کی ماتحتی میں ایک لشکر امداد کے لئے روانہ کیا۔

CamScanner

جنگ قادسیہ :-

- ادھر پوران دخت نے بھی بارہ ہزار کا لشکر اور روانہ کیا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار کا لشکر دیکر ایران روانہ کیا۔
- حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے میدان قادسیہ میں مورچہ بندی کی۔
- پہلے دن ایرانی فوجوں سے مقابلہ ہوا، اس دن کو یوم ارماث کہا جاتا ہے۔
- دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تازہ دم فوج بھی پہنچ گئی، سارا دن لڑائی ہوتی رہی، اس دن کو یوم اغواث کہتے ہیں۔ اس دن دس ہزار ایرانی قتل ہوئے جبکہ دو ہزار مسلمان شہید ہوئے۔
- تیسرے دن کی جنگ میں ایرانیوں کے دس ہزار اور آدمی کام آئے تو ایرانیوں کی قوت ٹوٹ گئی۔ بالآخر مسلمان فاتح ہوئے۔

جنگ اردشیر اور مدائن :-

- قادسیہ کی جنگ کے بعد اسلامی فوجوں نے ایران کے پایہ تخت مدائن پر قبضہ کیا۔ اردشیر اور دجلہ کے درمیان ایرانیوں نے کشتیوں کا پل توڑ دیا تھا۔ اسلامی فوجوں نے بغیر پل کے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ ساری فوج دریا کے پار اتر گئی۔ مدائن پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی حملہ ہو چکا تھا، لیکن اس مرتبہ کے حملہ نے ایران کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا، مدائن کی فتح سے سلاطین عجم کا قدیم تاریخی تخت مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

جلولا کی فتح:۔

✷—— ایرانیوں نے مدائن کو چھوڑ کر جلولا کو مرکز بنایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو ۱۲ ہزار کے لشکر کے ہمراہ روانہ کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

جزیرہ اور تکریت پر قبضہ:۔

✷—— حضرت عبداللہ بن غنم ۱۶ھ میں پانچ ہزار کا لشکر لیکر تکریت پہنچے' انہوں نے عراق کے سرحدی علاقہ جزیرہ اور تکریت پر اسلامی حکومت کا پرچم لہرا دیا اور اس کے ساتھ ہی حران' میافارقین' سمساط' یسروج اور قرقیبا فتح ہوئے۔

روم اور ایران کے سورج کا غروب ہونا:۔

✷—— قیصر و کسریٰ کی پامالی نے ساری انسانیت کو راحت و چین کی دہلیز پر براجمان کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقتدار پر قدم رکھتے ہی ایرانی مجوسی سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے بہیمانہ مظالم سے سسکیاں لینے والی انسانیت کو نجات دلانے کا عہد کیا' بالآخر دنیا نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی ان بشارتوں کے مصداق بنے جن کے مطابق اللہ نے آنحضرت ﷺ کے خلفاء کے ہاتھوں بڑی بڑی طاقتوں کے مظالم کا خاتمہ کر کے اسلام کے عدل و انصاف کا سورج طلوع کرنا تھا۔

ایرانیوں سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہو چکی تھی، لیکن مکمل طور پر سلطنت کسریٰ کے تار پود بکھرنے کا جو عظیم الشان کام عہد فاروقی میں مکمل ہوا' وہ فاروق اعظمؓ ہی کا حصہ تھا۔

ایرانیوں سے جنگیں :۔

✵—— حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ثقفی کو اسلامی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ اور کئی ہزار اسلامی فوج کے ہمراہ ایران کی طرف روانہ کیا۔

✵—— حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ بن حارثہ تو پہلے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عراق کی مہم پر مامور تھے۔ حکم بھیجا کہ وہ بھی اپنی فوجیں لیکر ایران روانہ ہوں۔

✵—— ملکہ ایران پوران دخت نے ایرانی فوج کا سپہ سالار رستم بن فرخ زاد کو مقرر کر کے تیس ہزار کا لشکر دیکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ علاوہ ازیں دو نامور بہادروں، نرسی اور جابان کو بھی رستم کی امداد کے لئے بھیجا۔

✵—— حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی حملے میں ایرانی فوج کو شکست دی، سقاطیہ کے مقام پر ایرانی امراء نے اطاعت قبول کرلی۔

✵—— ابتدائی شکستوں کے بعد رستم نے مردان شاہ کو تازہ دم فوج کے ساتھ روانہ کیا، اس کے بعد جو معرکہ ہوا اس میں ایرانی فوج نے دیو ہیکل ہاتھی مقابلے کے لئے استعمال کئے۔ مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں سے بدک گئے۔

خورستان :۔

✵—— ایران کے قبضہ سے عراق کا پورا علاقہ بھی نکل گیا تو انہوں نے ایک سرحدی مقام خورستان پر ڈیرے ڈال دیئے۔ بصرہ کے والی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی کوفہ اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فوجیں لیکر آئے تھوڑی سی جدوجہد سے خورستان بھی مسلمانوں کے زیر نگین آگیا۔

معرکہ نہاوند:-

- شہنشاہ ایران یزدگرد کو علم ہوا کہ مسلمانوں نے خورستان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا بازو ہرمزان بھی گرفتار ہو گیا تو اس نے ماتحتوں کو مسلمانوں سے آخری اور فیصلہ کن معرکہ کے لئے امداد کی اپیل کی، دیکھتے ہی دیکھتے ڈیڑھ لاکھ ایرانی جمع ہو گئے۔
- بالآخر قادسیہ کے بعد ایرانیوں کے ساتھ سب سے بڑی جنگ ہوئی۔
- حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بن مقرن کی قیادت میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔
- تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے۔
- مسلمانوں نے ہمدان تک ایرانیوں کا تعاقب کیا۔
- کسریٰ کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جنگ کو فتح الفتوح کا نام دیا۔

ایرانیوں پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ:-

- ایران کے کئی بڑے بڑے علاقوں پر مسلمان قابض ہو گئے تھے چونکہ بعض ریاستوں پر ایران کا تسلط تھا، اس لئے شہنشاہ ایران یزدگرد کی طرف سے آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے دفتر خلافت میں تمام جلیل القدر صحابہؓ کی مجلس مشاورت ہوئی۔
- حضرت احنف رضی اللہ عنہ کی رائے سے ایران پر عام لشکر کشی کے ذریعے تخت پر مکمل قبضہ کرنے کا فیصلہ ہوا تاکہ ایرانی سلطنت کا اقتدار عام اطراف و جوانب سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔
- چنانچہ ۲۱ھ میں اصفہان پر فوج کشی ہوئی اور پورا شہر فتح ہوا۔

✵—— "رے" کو نعیم بن مقرن کے فوجی دستے نے فتح کیا۔

✵—— طبرستان کو بھی ۲۲ھ میں حضرت نعیم نے فتح کیا۔

✵—— آذر بائیجان کے حاکم اسفندیار سے حضرت بکر بن عبداللہ کا مقابلہ ہوا مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

فارس یعنی ایران کے باقی ماندہ علاقوں کی فتح:۔

✵—— ساریہ بن زنیم کنانی نے ۲۳ھ میں فارس کو فتح کیا۔

✵—— عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے اصطخر پر قبضہ کیا۔

✵—— اصطخر اور کرمان کے بعد عاصم بن عمرو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے سیستان کو فتح کیا۔

✵—— حکم بن عمرو تغلبی نے مکران پر قبضہ کیا اس طرح مکران تک حضرت عمرؓ کی فوجیں پہنچیں تو سندھ کے دروازے پر آکر مسلمانوں نے اسلام کی دستک دی۔

✵—— مسلمانوں نے مکران کے ساتھ ہی خراسان اور بلخ کو فتح کر لیا۔

✵—— احنفؓ بن قیس کو معلوم ہوا کہ شہنشاہ ایران خاقان، چین اور سرحد کے اطراف کے فرمانرواؤں سے مدد طلب کر رہا ہے۔ انہوں نے یزدگرد کی قیام گاہ پر اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ شاہ بھاگ گیا، یزدگرد کے بھاگ جانے کے بعد مسلمانوں نے نیشاپور سے طخارستان تک کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

✵—— بالآخر شہنشاہ ایران ناکام ہو کر ترکستان کی طرف نکل گیا اور ایرانیوں نے حضرت احنف رضی اللہ عنہ بن قیس کے ہاتھ پر صلح کر کے کل خزانہ ان کے سپرد کر دیا۔

✵—— حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دمشق اور اردن کی مکمل فتح کے بعد حمص اور انطاکیہ پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔

CS CamScanner

✹—— یرموک اور مصر کی جملہ فتوحات اور اسکندریہ کی تسخیر سے مقوقس، ہرقل کی شان و شوکت زیرو زبر ہوگئی.... اس طرح آنحضرت ﷺ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں زیر زمین چلی گئیں اور وہ اسلام جو مدینہ کی ریاست سے نکلا تھا۔ خلفاء راشدین ؓ کی تاریخ ساز جدوجہد کے طفیل ۲۲ لاکھ مربع میل تک پہنچ گیا اور مدینہ سے ساحل مکران تک بشمول شام، مصر، روم، ایران، خراسان، اردن، حمص میں خدائی حکومت کا سورج روشن ہوا۔ اس طرح خدا کی نصرت سے تمکین فی الارض اور قوت وغلبہ کی بشارتیں عہد فاروقی میں تکمیل کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔

آذربائیجان اور طبرستان کی فتح:-

✹—— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے لئے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن فرقد اور حضرت بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

حضرت بکر رضی اللہ عنہ نے اسفندیار کو شکست دی، دوسری طرف اسفندیار کے بھائی بہرام سے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ہوا۔ اس نے بھائی کی شکست کی خبر سن کر جزیہ پر صلح کرلی۔ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں صراحت کی ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد آذربائیجان کے علمبردار قرار پائے تھے۔ پہلے حذیفہ رضی اللہ عنہ اس ملک کے پایہ تخت "اردبیل" کو فتح کرچکے تھے۔ (از الفاروق صفحہ ۱۲۸ علامہ شبلی مطبوعہ افضل المطابع دہلی)

✹—— نعیم نے جب "رے" کو فتح کرلیا تو ان کے بھائی سوید مقوقس کی طرف بڑھے، انہوں نے بغیر جنگ وجدل اس صوبے پر اسلام کا پرچم لہرادیا چنانچہ طبرستان کا جو علاقہ خراسان کا مشہور ضلع ہے۔ فتح ہوا اور اس کے دربان نے جزیہ پر صلح کرلی۔ (جزیہ کا مقصد غیر مسلمانوں کو اسلامی حکومت میں تحفظ دینا ہوتا ہے۔)

CamScanner

مصر کی فتح:-

٭—— علامہ شبلی کے مطابق مصر کی فتح اگرچہ فاروقی کارناموں میں شامل ہے لیکن اس کے بانی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے چار ہزار کا لشکر لیکر بلاد روم کے کنارے شہر خرما کو فتح کیا اور اس کے بعد رومی سلطنت کے حکام جو مصر میں رہتے تھے ان کو نشانہ بنایا' مصر کے بادشاہ مقوقس کی شوکت کو دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دفتر خلافت سے مزید کمک کی درخواست کی۔ مدینہ منورہ سے دس ہزار کا لشکر بمع چار فوجی سالاروں کے مصر پہنچ گیا۔ بقول علامہ شبلی ان افسروں میں ہر ایک' ایک ہزار سواروں کے برابر تھا۔ یہ افسر زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام' عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت' مقداد رضی اللہ عنہ بن عمر اور سلمہ رضی اللہ عنہ بن مخلد تھے۔
(الفاروق صفحہ ۱۳۶)

بالآخر مقوقس نے صلح کی درخواست کی لیکن ہرقل کو جب خبر ہوئی تو اس نے ناراضگی ظاہر کی اور لکھ بھیجا کہ قبطی اگر عربوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو رومیوں کی تعداد کیا کم تھی' اس نے اسی وقت ایک عظیم الشان لشکر روانہ کیا اور اسکندریہ پہنچ کر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگا۔

ہرقل کی فوجوں سے جنگ کے بعد اسکندریہ فتح ہوا' اس کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فسطاط کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے تمام علاقے مسلمانوں کے زیرنگین آئے' عمیر بن وھب الجمحی نے تیس' دمیاط' تونہ' دمیرہ' شطار' وقھلہ اور بوہیر پر فتح کے پرچم گاڑے۔ حاصل یہ کہ شام' ایران اور روم کے بعد مصر اور اسکندریہ پر بھی اسلام کی شوکت کا پھریرا لہرانے لگا۔

خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کی فتوحات

(44 لاکھ مربع میل ☆ مدت خلافت 12 دن کم 12 سال)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے بڑی بڑی فتوحات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یادگار ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی جنگوں اور علاقوں کی پے در پے تسخیر، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے حصے میں بھی آئی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم ایسے علاقے ہیں جن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا لیکن ان میں شورش اور بغاوت کا عنصر پیدا ہو گیا تھا۔ دوسری قسم ایسے علاقے ہیں جن کو ابتدائی طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کی فوجوں نے مسخر کیا۔ دونوں کے تمام علاقوں کی تعداد ۴۲۰۰ مربع میل سے زیادہ بنتی ہے۔

لبیا اور تیونس کی فتح:-

- حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے مصر پر مکمل قبضہ کر کے مغرب میں برقہ اور طرابلس کو بھی فتح کر لیا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی سرح کو تیونس کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی لیکن تیونس فتح نہ ہو سکا۔
- ۲۷ ھ میں دوبارہ ایک لشکر جرار جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن

العاص، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر بھی شامل تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی سرح کی قیادت میں طرابلس کے راستے تیونس کی طرف بڑھا، یہاں ایک لاکھ بیس ہزار رومی فوج سے مقابلہ ہوا، بڑی خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں نے تیونس پر قبضہ کرلیا۔

✵—— جنگ تیونس میں رومی فوج کا کمانڈر گرے گور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر کے ہاتھوں مارا گیا۔

✵—— ایک ایک سوار کو تین ہزار اور پیادہ فوج کو فی کس ایک ہزار دینار غنیمت کے حصہ سے ملے۔

جنگ الجزائر:۔

✵—— تیونس کی فتح کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی سرح نے افریقہ کی طرف پیش قدمی کی۔ افریقی علاقوں میں مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہوئے راستے کے تمام علاقے فتح ہوئے، جس میں الجزائر، جبل طارق جو مراکش کا آخری سرا ہے شامل ہیں، اسی طرح مصر سے لیکر مراکش تک خلافت عثمانیؓ کا پرچم لہرانے لگا۔

اسپین کی فتح:۔

✵—— مراکش کے فتح ہوجانے کے بعد اسپین کا دروازہ کھل گیا۔

✵—— ۲۷ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن نافع بن الحصین اور حضرت عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو اندلس کی طرف روانہ کیا۔

جزیرہ قبرص کی فتح:۔

✵—— قبرص جسے انگریزی میں سائپرس Syprus کہتے ہیں۔ بحر روم میں رومی

حکومت کا ایک بڑا بحری مرکز اور شام کے ساحل سے قریب ہونے سے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم خطرہ تھا۔ اس بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب وہ شام کے گورنر تھے، اس جزیرہ کو فتح کرنے کی اجازت مانگی تھی، لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حالات کے نامناسب ہونے کے باعث اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔

- ۲۸ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جزیرہ قبرص کی اہمیت کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تفصیلی خط کے ذریعے اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر حملہ کیا تو سات ہزار دینار سالانہ پر یہاں کے باشندوں سے صلح ہو گئی۔
- پروفیسر ہٹی کے مطابق جزیرہ قبرص کی فتح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز کارنامہ ہے۔

جزیرہ ارواڈ کی فتح:-

- قبرص کی فتح کے دوسرے ہی برس ارواڈ فتح ہوا، ارواڈ قسطنطنیہ کے قریب سمندر میں ایک جزیرہ ہے، بعض مورخین نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی فتوحات میں شامل کیا ہے۔ (عثمان ذوالنورین صفحہ ۱۰۸، بحوالہ یاقوت حموی)

جزیرہ صقلیہ پر حملہ:-

- یہ جزیرہ بحر روم کے قلب میں ایک نہایت اہم جزیرہ ہے، یہ عہد قدیم کی عظیم الشان قوموں، یونانیوں، رومیوں، فینقیین کی باہمی سیاسی چپقلش کا میدان کارزار رہا ہے۔

✵ــــ یہ جزیرہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی میدان کارزار رہا ہے۔

✵ــــ یہ جزیرہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بحری بیڑے کی زد میں آیا' اس کو آپ نے تین سو بحری جہازوں کے ذریعے فتح کیا۔

✵ــــ شاہ روم نے صقلیہ کی مدد کے لئے چھ سو مسلح سپاہ کا بڑا لشکر روانہ کیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پرزور حملے نے صقلیہ کو زیر و زبر کر دیا۔

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خلیفہ پنجم حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کی فوجیں قاتلان عثمانؓ کی غوغا آرائی کے باعث کسی غیر اسلامی مملکت کے خلاف جہاد کے لئے صف آراء نہ ہو سکیں۔ حضرت عائشہؓ کے خلاف جنگ جمل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ صفین برپا ہوئی۔ یہ دونوں جنگیں چونکہ صرف قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کی غرض سے تھیں' ان میں حضرت عائشہؓ یا حضرت عثمانؓ کا براہ راست حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ تو کوئی اختلاف تھا' نہ ہی مذکورہ بزرگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا مقابل سمجھا۔

ان خونریز جنگوں میں کئی ہزار مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔

علاوہ ازیں جنگ نہروان جو خوارج سے ہوئی اس کی وجہ سے بھی فتوحات اسلامی کا بند دروازہ نہ کھل سکا۔

اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پونے پانچ سالہ دور خلافت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چھ ماہ کا عہد سلطنت بغیر اسلامی فتوحات کے گزر گیا۔ تاہم دونوں ادوار میں اسلامی حکومت کے خدو خال میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسلامی حدود کا قیام اور دینی اقدار کے فروغ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

CamScanner

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی فتوحات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے 19 سالہ دور خلافت میں بیس لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی 44 لاکھ مربع میل کی فتوحات کو اس کے ساتھ ملایا جائے تو یہ دیوہیکل حکومت اسلامی تاریخ کی سب سے عظیم سلطنت اور جغرافیائی لحاظ سے سب سے بڑے رقبے کی حامل ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واحد اسلامی خلیفہ ہیں، جن کی فوجوں نے بدھ مت حکومت کا خاتمہ کرکے کابل کے راستے پشاور تک اسلامی سلطنت قائم کی تھی۔ اس لشکر کی قیادت حضرت سنان بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ انہی صحابی کی قبر اب بھی پشاور کے نواح میں اصحاب بابا کے نام سے مشہور ہے۔ سنان رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور خاص ہندوستان کی اس جنوب مغربی سرحد سے حملہ کرنے کے لئے پینتالیس ہزار کا لشکر دیکر روانہ کردیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی چند اہم فتوحات ملاحظہ ہوں۔

فتح کابل :-

بغاوتوں کی مکمل پامالی کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتوحات کی طرف نظر اٹھائی اور ابن عامر کو کابل کے ان علاقوں کی طرف یورش کرنے کا حکم دیا، جو ابھی تک فتح نہیں ہو سکے تھے۔ چنانچہ ابن عامر نے مشہور قلعہ ذران فتح کیا، پھر طخارستان کی طرف بڑھے اور اسے زیر نگین کیا، اس کے بعد زنج کی طرف پیش قدمی کی اور بڑی معرکہ آرائی کے بعد اس کو بھی فتح کیا اور اس فتح کے بعد غزنی کی طرف رخ کیا اور وہاں بھی علم اسلام لہرایا، غرضیکہ ذران سے لے کر غزنی تک پورا علاقہ فتح کرکے وہاں تبلیغ کی اہم خدمت انجام دی اور لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ (بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ - از سلام اللہ صدیقی)

فتح ترکستان:-

کابل کی مہم سر کرنے کے بعد مسلمان ترکستان کی طرف بڑھے، اس جنگ میں سالار لشکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب سعید رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مسلمانوں کو لے کر قلعہ جیجون کو عبور کرتے ہوئے تبق خاتون کی طرف بڑھے، جہاں ایک لاکھ بیس ہزار ترکوں کا مقابلہ بخارا کے میدان جنگ میں کیا اور شکست فاش دی۔ اس کے بعد سمرقند کی طرف لشکر کشی کی یہاں بھی ترکوں کے ایک عظیم الشان لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی چونکہ مسلمان بخارا کی جنگ میں زبردست مقابلہ کر چکے تھے اس لئے ان میں شکستگی اور کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بہادر جرنیل اور صاحب تقویٰ مجاہد تھے ایک پرجوش تقریر کی اور فرمایا:

"ہم خدا کے نیک بندے ہیں اور اس سرزمین پر اس کا دین پھیلانے آئے ہیں۔ ہم اس کو فتح کرنے کے بعد ہی لوٹیں گے۔"

اس تقریر سے مسلمانوں کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی، گھمسان کا رن پڑا، تین دن تک قتل و خونریزی کا منظر ایک طرح سے جاری رہا۔ حضرت سعید نے اپنی شجاعت بہادری کا بہترین نمونہ پیش کیا، ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی، اسی طرح ایک ہاشمی بزرگ قثم بن عباس جنت کو سدھارے۔ آخر چوتھے دن فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے اور شرط صلح یہ قرار پائی کہ اہل سمرقند سات لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کریں گے۔

ہندوستان کے دروازے پر دستک:-

عہد عثمانی میں سندھ پر حملہ ہو چکا تھا۔ لیکن مکمل حملہ ۴۴ھ میں ایک مجاہد مہلب بن ابی صفرہ کے ہاتھوں ہوا، یہ بہادر جرنیل ملتان اور کابل کے درمیان شہر اہواز کی طرف بڑھا اور دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوا قیقان (کوکن) کا رخ کیا اور ان علاقوں کو فتح کرنے کے بعد یہاں کا والی عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن سوار عبدی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، اس وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جانب غرب میں قیروان اور جانب شرق میں سندھ تک پھیل چکی تھی۔ اسی زمانے میں ایک عامل عبادہ بن زیاد بجستان کے راستے سے

ہندوستان کی سرحد کی طرف بڑھے اور قندھار کو فتح کرتے ہوئے خضدار پر قبضہ کیا۔ پھر ان کے بعد دوسرے مجاہد ابن جری باہلی نے سندھ کے قرب وجوار کے متعدد علاقے فتح کیئے اور وہاں کے کئی اہم قلعوں پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔

روم کی سیاسی قوت پر ضرب کاری :-

دنیا میں اس وقت سب سے مضبوط اور سب سے وسیع سلطنت روم کی تھی جو اپنی بے انتہا بری اور بحری طاقت کے سبب مصر سے مراکش تک اور یورپ کے بحر روم کے تمام جزیروں سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اتنی لمبی اور بیحد وسیع وعریض پر شوکت سلطنت سے ٹکر لینا آسان کام نہ تھا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولوالعزم اور مجاہدانہ طبیعت نے نہایت شجاعت اور بہادری کے ساتھ اس رومی شہنشاہ پر پے در پے حملے کر کے قوت وطاقت کو ملیامیٹ اور اس کی شوکت و عظمت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔

بحری جہاد :-

اس سلسلے میں پہلا حملہ ۴۲ھ میں اور دوسرا حملہ ۴۴ھ میں ہوا۔ دوسرے حملہ میں رومیوں پر دو طرف سے حملے ہوئے تھے، ایک طرف خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ کے فرزند جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری طرف بسر بن ارطاۃ۔ ۴۹ھ میں مالک بن ہبیرہ رومیوں سے نبرد آزما ہوئے اور فضالہ بن عبید نے خرہ فتح کر کے بہت سامال غنیمت حاصل کیا۔ اسی طرح یزید بن شجرہ بحر روم میں اسلامی بیڑے دوڑاتے رہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر میں نومسلموں کی مدد سے بحری مہموں میں مشغول ہوئے۔

غزوہ قسطنطنیہ :-

عربوں نے جب سے شام فتح کیا تھا۔ قسطنطنیہ کی تسخیر کا خیال بار بار ان کے دلوں میں چٹکیاں لیتا رہا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۹ھ میں بڑے ساز وسامان کے ساتھ ایک لشکر کو سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر امارت قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا اور دوسرا لشکر

اپنے بیٹے یزید کی ماتحتی میں بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن جعفر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے اعاظم رجال اور بزرگان ملت تھے۔ (تاریخ ابن کثیر ۱۵۱/۸، تاریخ الامت ۲۰/۳، تاریخ اسلام از نجیب آبادی ۴۳/۳، تاریخ ذہبی) جو اپنی مغفرت موعودہ حاصل کرنے کے لئے شریک جہاد ہوئے تھے۔ غرضیکہ یہ بیڑا اکابرین امت کو لیئے ہوئے بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں داخل ہوا اور ساحل قسطنطنیہ پر لنگر انداز ہونے کے بعد جنگ شروع کر دی۔ مجاہدوں کے جوش شہادت کا یہ حال تھا کہ ایک صحابی عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بن زرارہ شوق شہادت میں باربار آگے بڑھ کر لڑتے تھے اور جب یہ دیکھا کہ یہ تمنا پوری نہیں ہوتی ہے تو دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور آخر شہادت سے سرخرو ہوئے ——— یہ جوش شہادت اور جذبہ جہاد ایک پیشینگوئی کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا' اس کی مغفرت ہے۔" (صحیح بخاری..... فتح الباری ۳۱۰/۱)

دوسری حدیث یوں ہے:

"کیا اچھی وہ فوج ہوگی اور کتنا اچھا وہ امیر ہوگا جو ہرقل کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا"

اور یہ بھی فرمایا:

"میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے لوگ ہیں جو سمندر میں فی سبیل اللہ (جہازوں پر) سوار ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے' جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔" (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوہ فی البحر منہاج ۲۵۲/۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بشارتوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے قبرص فتح کیا اور سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کیا علامہ ابن تیمیہ اور محدث المہلب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث حضرت معاویہؓ اور تمام مجاہدین کی فضیلت میں ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے جہاد کیا۔" (فتح الباری ۲۴۲/۲۔ منہاج السنتہ ۲۵۲/۲)

روڈس اور ارواڈ کی فتوحات:-

قسطنطنیہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بحری لشکر نے جزیرہ روڈس کی طرف رخ کیا اور ۵۳ھ میں مشہور ماہر جنگ جنادہ ابن امیہ رضی اللہ عنہ روڈس (سلی) پر حملہ آور ہوئے۔ یہ جزیرہ نہایت سرسبز و شاداب تھا' یہاں زیتون اور انگور ہر قسم کے پھل بکثرت ملتے تھے' جنادہ نے اس کو فتح کیا اور یہاں مسلمانوں کی ایک بستی بسائی۔ (فتوح البلدان ۲۲۴)

فتح روڈس کے بعد ۵۴ھ میں دوسرا جزیرہ ارواڈ بھی فتح ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہاں بھی ایک بستی بسائی گئی جو تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ (فتوح البلدان)

علامہ ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عزم جہاد کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بحر روم کو اسلامی بیڑے کی جولانگاہ بنا رکھا تھا۔ اس کے امیر البحر رات دن سمندر کی بپھری ہوئی موجوں سے کھیلتے رہتے تھے۔ بقول علامہ طبری صرف ابن قیس حارثی نے کم و بیش پچاس بحری جنگیں لڑی ہوں گی۔ غرضیکہ فتوحات کے لحاظ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد نہایت شاندار اور پر شوکت رہا۔ عین درمیان میں بیٹھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف بحر اوقیانوس اور دوسری طرف سندھ اور افغانستان تک اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے اور ایک اولوالعزم فرمانروا کی طرح کسی بھی مشکل سے نہیں گھبرائے بلکہ جو پتھر ان کے راستے میں حائل ہوا اسے ایک کنکر کی طرح اٹھا کر پھینک دیا۔

اٹھارواں باب

خلفاء راشدین کا عدالتی نظام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے قاضی تھے، مدینہ کی اسلامی ریاست کا ماحول ایسا قابل رشک تھا کہ مہینوں گزر جاتے مگر ایک مقدمہ بھی نہ آتا۔ دور خلافت میں عدالتی قانون بھی قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم تھا۔

خلفاء راشدینؓ کے دور میں عدالتوں کا باقاعدہ نظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں سربراہ مملکت خود ہی عدالتی امور سرانجام دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے پہلے ہی سال صیغہ عدالت قائم کیا، اعلیٰ درجہ کے علماء اور صاحب علم متقی افراد کو قاضی مقرر کیا، چند ہی سال بعد جب حکومت کا نظام مستحکم ہو گیا تو عدالت کے پورے نظام کو انتظامیہ سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کی تقرری میں نہایت احتیاط سے کام لیا، آپؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں حکم دیا:

"جو شخص با اثر اور صاحب عظمت نہ ہو، اسے قاضی مقرر نہ کیا جائے"

ابن اثیر کے مطابق اسی حکم کا نتیجہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر عالم کو بھی اسی وجہ سے عہدہ قضا سے علیحدہ کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تمام زیر نگین علاقوں کے ایک ایک شہر میں عدالتوں کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک بھر میں عدالتوں کے قیام کی نگرانی گورنر کوفہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سپرد کی، اس موقع پر آپ نے نظام عدالت کے بارے میں جو اصولی احکام جاری کئے، انہیں من وعن نقل کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں اس سے اعلیٰ عدالتی دستور العمل کہیں رائج نہ

تھا۔ اگر رومن ایمپائر میں چند اصول قائم تھے تو وہ بھی موازنہ کے طور پر خلافت راشدہ کی تصریحات کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدالتی اصول

(1)— قاضی کو عدالتی حیثیت سے تمام لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے۔
(2)— ثبوت کا مہیا کرنا مدعی کے ذمے ہے۔
(3)— مدعا علیہ اگر کسی قسم کا ثبوت یا شہادت نہیں رکھتا تو اس سے قسم لی جائے گی۔
(4)— فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں، لیکن جو امر خلاف قانون ہے۔ اس میں صلح نہیں ہو سکتی۔ (مثلاً کسی کی چوری وغیرہ کے اثبات پر)
(5)— قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے بعد نظر ثانی کر سکتا ہے۔
(6)— مقدمہ کی پیشی کی ایک ہی تاریخ معین ہونی چاہیے۔
(7)— تاریخ معینہ پر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو فیصلہ یک طرفہ ہو سکتا ہے۔
(8)— ہر مسلمان قابل ادائے شہادت ہے لیکن جو شخص سزا یافتہ ہو یعنی جس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو وہ قابل شہادت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام فیصلوں میں عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے اصول بھی وضع کئے۔

(1)— عمدہ اور مکمل قانون کے بغیر فیصلے عمل میں نہیں لائے جا سکتے۔
(2)— قابل اور متدین حکام کا انتخاب ضروری ہے۔
(3)— ایسے اصول اور قوانین ترتیب دیئے جائیں، جن کی وجہ سے حکام رشوت وصول نہ کر سکیں۔
(4)— آبادی کے اعتبار سے قضاۃ کی تعداد کا کافی ہونا ضروری ہے تاکہ مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ قرآن و حدیث ایک جامع دستور اور بے مثال قوانین کا مجموعہ ہے لیکن بسا اوقات قرآن و حدیث کے علاوہ اجماع و قیاس کی

بھی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بطور خاص قاضی شریح کو لکھا:۔

"مقدمات میں اول قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرو۔ قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہو تو حدیث اور حدیث میں نہ ہو تو اجماع (علماء کی اکثریتی رائے) اور یہاں سے مسئلہ حل نہ ہو تو قرآن وحدیث کے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرو۔"

قضاۃ کی تقرری کے لئے امتحان

قضاۃ کا انتخاب عام طور پر خود حضرت عمرؓ کرتے تھے۔ عملی امتحان اور ذاتی تجربے کے بعد انہیں مختلف مقامات پر عدالتوں کا سربراہ مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں قاضی شریح کی تقرری کا یہ مشہور واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خرید ا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا۔ گھوڑا سوار کے ہمراہ چوٹ کھا کر عیب دار ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کرنا چاہا' گھوڑے کے مالک نے انکار کیا' اس پر نزاع ہوا اور اس کے لئے قاضی شریح کو ثالث چنا گیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لیکر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے' ورنہ نہیں۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کے فیصلہ کو انصاف اور عدل کا نمونہ قرار دیا اور اس کے بعد انہیں کوفے کا قاضی مقرر کر دیا۔ کعب بن اسود الازری کی عہدہ قضا پر تقرری بھی اسی طرح عمل میں آئی تھی۔

قاضیوں کو رشوت سے محفوظ رکھنے کیلئے تنخواہوں میں اضافہ

خلفاء راشدینؓ کے ادوار میں سب سے زیادہ تنخواہیں قاضیوں کی ہوتی تھی۔ ابن سعد کے مطابق عہد فاروقی کے بڑے بڑے قاضی سلمان' ربیعہ اور شریح تھے۔ ان کی تنخواہیں پانچ پانچ سو درہم تھیں۔ یہ مشاہرہ اس دور کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ گریڈ شمار ہوتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قضاۃ کو رشوت سے روکنے کے لئے یہ قانون بھی جاری کیا تھا کہ عہدہ قضا پر صرف معزز اور خوش حال افراد کو مقرر کیا جائے' گورنر کوفہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو آپ نے جو ہدایات جاری کیں ان میں لکھا تھا کہ تنخواہوں میں اضافہ رشوت کی طرف راغب نہیں ہونے دے گا اور اعلیٰ حسب و نسب ہونے سے فیصلہ کرنے میں کسی رعب کا اثر نہ ہو گا۔ (الفاروق)

فرمانروائے حکومت بھی عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ تھا

خلافت راشدہؓ کے نظام میں عدالتی قوانین سے کوئی بڑے سے بڑا عہدے دار بھی بالاتر نہ تھا۔ خلیفہ وقت بھی بارہا عدالت کے کٹہروں میں پیش ہو کر مدعی کے الزامات کا جواب دیتا تھا۔ نظام خلافت دراصل محمدی شریعت ہی کی حقیقی تصویر تھی۔ اس شریعت کا علمبردار پیغمبر خود ایک بدو کے سامنے کمر کھول کر بدلہ چکانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ خلفاء بھی تو آخر اسی چمنستان رسالت کے روشن ستارے اور اسی نیر تاباں کی کرنوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ گلستان رسالت کے ان مہکتے پھولوں نے چمن ہستی میں جس طرح عطر بیزی کی اور بساط ارض پر عدل کی بہاریں قائم کیں' حقیقت میں یہی اقلیم نبوت کی ریزہ چینی اور مہر رسالت کی دیدہ ریزی تھی' اسی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور میں شاہ و گدا' فقیر و امیر' آقا و غلام سب کے سب عدالت کے سامنے جوابدہ رہتے تھے۔

انصاف کا ایک حیرت انگیز واقعہ

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں کسی معاملے میں نزاع ہوا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قاضی زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ زید رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور خلیفہ کو تعظیم کے طور پر بیٹھنے کی جگہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ پہلا ظلم ہے۔" یہ کہہ کر آپؓ اپنے فریق مقدمہ مدعی ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کے برابر بیٹھ گئے۔ قاضی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعوے سے انکار تھا' ابی رضی اللہ عنہ نے عدالتی قانون کے

مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینا چاہی، لیکن زید ؓ نے ان کے رتبے کا پاس کر کے ابی ؓ بن کعب سے درخواست کی کہ امیر المومنینؓ کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری پر رنجیدہ ہوئے۔ زید ؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"جب تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر ؓ دونوں برابر نہ ہوں تو منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔" (عمر فاروق اعظم، از حسن ہیکل)

چنانچہ چند روز بعد زیدؓ بن ثابت کو عہدہ قضاء سے برطرف کر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے ان عدالتی قوانین کا یہ نتیجہ ہوا کہ پوری ایک صدی تک عہدہ قضاء ظلم و ناانصافی سے محفوظ رہا۔

خلافت راشدہ کے پورے دور میں انصاف اس قدر سستا اور فوری تھا کہ چند گھڑیوں میں عدالتی فیصلہ سامنے آ جاتا۔ کسی قسم کے افراط و تفریط کا نام و نشان نہ تھا۔ ہمارے ہاں انصاف کا حصول اس قدر مشکل اور گراں ہے کہ خود مدعی اپنے دعوے سے دستبردار ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ سالہا سال عدالتوں کے چکر کاٹ کر بھی انصاف نہیں ملتا۔ مدعی بھی بغیر رشوت دیئے دعویٰ دائر نہیں کر سکتا اور مدعی رشوت دیئے بغیر کیس کی سماعت نہیں کرا سکتا۔ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی انگریزی دور کی تعزیرات رائج ہیں۔ جس کے مطابق پہلے تو جھوٹ بولے بغیر مقدمہ درج ہی نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ درج ہو جائے تو جھوٹ بولے بغیر اس پر کارروائی کا آغاز نہیں ہوتا۔ بالآخر ایک پریشان مدعی عدالتی اہلکاروں کے اللے تللوں کا شکار ہو کر تھک ہار کر گھر بیٹھ جاتا ہے۔ .... اس وقت پوری دنیا میں ایک سعودی عرب ایسا ملک ہے جس میں ایک حد تک اسلامی حدود کا نفاذ ہے، سزاؤں میں اس قدر عجلت اور مقدموں کی سماعت میں ایسی سرعت کہ قاتل و مقتول کا بیک وقت جنازہ پڑھنے کے واقعات بھی موجود ہیں۔ چوریوں اور ڈکیتیوں پر ایسی سخت اسلامی سزائیں رائج ہیں کہ پورے ملک میں سال بھر میں چند گنتی کی وارداتوں سے زیادہ جرائم ہوتے ہی نہیں۔ .... آج کے دور میں مہذب ممالک میں شمار ہونے والے امریکہ، برطانیہ اور اشتراکی روس جرائم کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔ وہ لوگ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزا قرار دے کر اپنے تئیں تہذیب کا پرچار کر رہے ہیں۔ ماں، بہن کی تمیز کھو دینے والی قوموں کو صرف مجرم کی سزا کے معاملے میں وحشت نظر آنے لگتی ہے۔ جبکہ ان کا پورا معاشرہ جرائم کے اندھیروں میں چیخ و پکار کر رہا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے قضاۃ کا تقرر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضیوں کا تقرر آبادی کے لحاظ سے کیا جاتا تھا تاکہ مقدمات کی سماعت میں تاخیر نہ ہو اور جلد حصول انصاف کی راہیں مسدود نہ ہوں۔

"الفاروق" اور ابن سعد کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے پورے دور میں کوئی ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں قاضی موجود نہ ہوں۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کیلئے علیحدہ علیحدہ عدالتوں کا قیام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی علیحدہ علیحدہ عدالتوں کے قیام کی تصریح بھی موجود ہے۔ غیر مسلموں کے لئے ان کے مذہب کے مطابق انہی کے منتخب کردہ نمائندہ قاضی مقرر کئے جاتے تھے۔ جداگانہ عدالتوں کے قیام سے اسلام کی عالمگیر مذہبی رواداری آشکار ہوتی ہے۔ کیس ایک فریق مسلمان اور دوسرا فریق غیر مسلم ہوتا تو ایسے مقدمات لازمی طور پر مسلم عدالتوں میں دائر کئے جاتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے الگ الگ قاضیوں کی تقرری اسلام کے عادلانہ اور فراخدلانہ نظام کی عکاسی کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عدالتیں اس قدر آزاد تھیں کہ سزائے موت کا فیصلہ بھی مرکز سے پوچھے بغیر نافذ ہو جاتا تھا۔ (از کتاب الخراج قاضی ابو یوسف)

دور خلافت کے چند عدالتی فیصلے

(1)— جبلہ بن ایہم فرمانروائے شام نے کعبہ کے طواف کے دوران ایک شخص کو طمانچہ مارا، اس نے بھی برابر کا جواب دیا، شاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا جیسا کیا ویسا پایا۔ جبلہ کو اس جواب سے حیرت ہوئی اور مرتد ہو کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔ (تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

(2)— قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دو۔ چنانچہ وہ قاتل جو

مسلمان تھا، مقتول کے وارث حنین کے سپرد کر دیا گیا، اس نے اس کو اپنے عزیز کے بدلے میں قتل کر دیا۔ (کتاب الخراج صفحہ ۱۷۲)

(3)— ایک معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک فریق تھے، ان کا ایک لڑکا عاصم مطلقہ بیوی سے تھا، لیکن انہوں نے کافی عرصہ تک اس بچے کی خبر نہ لی تھی اور وہ اپنی والدہ ہی کے پاس تھا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موضع "جنا" جانے کا اتفاق ہوا، جہاں انہوں نے مسجد کے قریب ہی بچے کو دیکھ لیا۔ محبت پدری سے مجبور ہو کر انہوں نے لڑکے کو اٹھا لیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ اس اثنا میں لڑکے کی نانی جس نے اس بچے کی پرورش کی تھی آگئی اور جھگڑا کھڑا ہو گیا، نتیجۃً دونوں فریق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور دونوں نے بچے کی تولیت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ نے فریقین کی بات سنی اور نابالغ بچے کی بہبود کی خاطر فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف دیکر بچے کو نانی کے سپرد کر دیا۔

(الواقدی و کتاب الخراج بحوالہ قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر نمبر صفحہ ۱۶۸)

(4)— مشہور مورخ واقدی کا بیان ہے۔

"اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا مجھے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ دیدیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا آپ" کا مطلب گھر کے اثاثے سے ہے؟ یا غیر منقولہ جائیداد سے؟" انہوں نے جواب دیا "فدک، خیبر اور مدینہ کی اراضی، مجھے یہ اسی طرح وارثت میں ملنی چاہئے جیسا کہ آپ" کی وفات کے بعد آپ" کی جائیداد آپ" کی بیٹیوں کو ملے گی۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "بلاشبہ آپ" کے والد مجھ سے بہت بلند تھے اور بے شک آپ" بھی میری بیٹیوں سے بہتر ہیں، لیکن خدا کے رسول" کا ارشاد ہے:

"نحن معاشر الانبیاء لم نورث درھماً

ولا دینارا بل نورث علماً و حکمۃ ما ترکناہ صدقہ"

"ہم تمام انبیاء وراثت میں درہم اور دینار نہیں چھوڑتے بلکہ ہماری وراثت علم اور حکمت ہے' جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے"

اس لئے آنحضرت ﷺ کی تمام جائیداد بیت المال کا حق ہے اور تمام مسلمانوں کیلئے صدقہ ہے اور صدقہ کے مال سے رسول کی اولاد استفادہ نہیں کر سکتی۔ خدا کی قسم! میں رسول کریمؐ کے حکم سے رتی بھر انحراف نہیں کروں گا اور یہ اسی حالت میں رہے گی' جس میں آپ ﷺ کی زندگی کے دوران تھی۔"

مورخین و محدثین کی ایک کثیر جماعت نے اس واقعہ کی صداقت میں شکوک کا اظہار کیا ہے کہ باپ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم والم اور رسول کریم ﷺ کی اس پیشینگوئی پر کہ وہ ان کے ساتھ سب سے پہلے ملیں گے۔ ایسے حالات میں اس بات کی تصدیق نہیں کی جاسکتی کہ وہ غربت و افلاس میں ساری زندگی گزار کر اس معاملے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عدالت کے دروازے کھٹکھٹاتی پھرتی رہی ہوں۔ (واللہ اعلم)

صاحبزادے پر حد جاری کرنے کا حیرت انگیز واقعہ

ابو شحمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے یہ عبدالرحمٰن الاوسط کہلاتے تھے کیونکہ ان سے ایک بڑے بھائی کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا' عبدالرحمٰن الاکبر حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت حفصہؓ ایک ہی ماں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی وہ اپنی فضیلت اور منزلت کی وجہ سے بڑے ممتاز مقام کے حامل تھے۔ دین کی جو خدمت ان کے ہاتھوں انجام پائی اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں جو حصہ انہوں نے لیا' اس پر امت مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔ وہ اسلام کے چار جلیل القدر عباد اللہ میں سب سے بڑے مقام کے حامل ہیں۔

ابوشحمہ رضی اللہ عنہ کسی کام سے مصر گئے تھے غالباً تجارت کے سلسلے میں یہ سفر ہوا تھا۔

آپ بھی اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی اور پرہیز گار بندے تھے۔ ایک دن مصر کے قیام کے زمانے میں انہوں نے نبیذ یعنی کھجور کا شربت پی لیا، کوئی خاص بات نہ تھی، نبیذ پینے کا عام رواج تھا، یہ حلال ہے، نبیذ اگر دھوپ میں رہ جائے یا گرمی کی شدت بڑھ جائے تو اس میں تخمیر پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ہلکا سا نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ابو شحمہ رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی تو تھوڑی دیر میں انہیں محسوس ہوا کہ اس میں تخمیر پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ انہیں ہلکا سا خمار ہو گیا تھا، یہ اتفاق کی بات تھی لیکن یہ بات پرہیز گاری کے خلاف تھی، اس لئے خود چل کر گورنر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے کہا کہ مجھ پر شراب کی حد جاری کی جائے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے تفصیلات پوچھیں، دیکھا کہ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اجازت نہیں دیتا کہ وہ حد جاری کرائے بغیر لوٹ جائیں تو نرمی سے حد جاری کی بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینتہ النبی ؐ میں اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "فوراً ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس روانہ کر دو، میں خود اس معاملے کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب شخصیت کا حامل بنایا تھا۔ ان کا عدل ضرب المثل ہے، دنیا کی تاریخ اس کا جواب نہیں پیش کر سکتی یہ سب کچھ اللہ کے رسول ؐ کی تربیت اور توجہ کا نتیجہ تھا اور آپ ؐ ہی کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ ابو شحمہ ؓ اس بات کو خوب جانتے تھے۔ وہ خود بھی پاکباز اور پاک نفس تھے یہ اور بات ہے کہ انہیں دھوکہ ہو گیا جو صورت بھی ہو انہوں نے اپنی کیفیت کو چھپایا نہیں، نہ کوئی دیکھنے والا تھا، نہ کوئی رپورٹ کرنے والا، صرف اللہ کا ڈر تھا کہ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مسئلہ بڑا نازک تھا۔

اپنے فرائض کا انہیں اس درجہ احساس تھا کہ انہوں نے ابو شحمہ ؓ پر پھر سے حد جاری کی تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المومنین ؓ کے لڑکے سے رعایت ہوئی ہے۔ باپ کے حکم سے بیٹے پر حد جاری ہوئی تو ابو شحمہ ؓ کا برا حال ہوا، سفر کی تھکان، اولوالعزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مار نے انہیں بیمار بنا دیا۔ طنطاوی نے لکھا ہے کہ کوئی ایک مہینہ بعد وہ اس صدمے سے اللہ کو پیارے ہوئے۔ (قومی ڈائجسٹ، فاروق اعظم نمبر ۴۳)

حضرت علیؓ بحیثیت امیر المومنین عدالت کے کٹہرے میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ آپؓ کی زرہ گم ہوگئی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک عیسائی کے پاس ہے۔ آپؓ نے اس کو بلایا اور اسے لیکر قاضی شریح کی عدالت میں چلے گئے۔ وہاں آپؓ نے رعایا کے ایک عام فرد کی طرح اس کے خلاف مقدمہ پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ زرہ میری ہے اور میں نے نہ اسے فروخت کیا ہے نہ ہبہ کیا ہے۔ قاضی شریح نے عیسائی سے دریافت کیا کہ امیر المومنینؓ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ عیسائی نے کہا "زرہ تو بہرحال میری ہے مگر امیر المومنینؓ بھی جھوٹے نہیں ہیں۔ قاضی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "امیر المومنینؓ زرہ کی ملکیت پر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔" حضرت ہنس دیئے اور فرمایا "شریح تم نے ٹھیک کہا میرے پاس ثبوت تو نہیں ہے۔"

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے گواہ کے طور پر حضرت حسنؓ کو پیش کیا، تو قاضی شریح نے کہا "باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی اسلام میں معتبر نہیں ہے۔" چنانچہ زرہ عیسائی کو دے دی۔ وہ اسے لیکر جانے لگا...... چند قدم چل کر واپس آیا اور کہنے لگا:

> "میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور سچا مذہب ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ مجھے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ انہیں کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔"

اس کے فوراً بعد وہ کلمہ شہادت پڑھنے لگا:

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ"

مسلمان ہونے کے بعد وہ گویا ہوا "امیر المومنین رضی اللہ عنہ خدا کی قسم یہ زرہ آپؓ کی ہے۔ جب آپ نے صفین کی طرف کوچ کیا تو میں اس لشکر کے پیچھے ہولیا۔ یہ زرہ آپؓ کے بادامی رنگ والے اونٹ سے گری تھی۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جب تم ایمان لے آئے ہو تو اب یہ تمہارے پاس رہے گی۔" (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف)

انیسواں باب

خلفاء راشدین کا محکمہ احتساب

اسلام کے فریضہ نہی عن المنکر کی قانونی اور آئینی حیثیت

کسی ایک ملک کی نوکر شاہی اور افسران بالا اس کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بیوروکریٹس کے غلط رویہ سے ساری حکومت بدنام ہوجاتی ہے۔ ہمارے ہاں تو کرپشن اور خرابی کے سارے شوشے نوکر شاہی سے پھوٹتے ہیں۔ ان کا کام فرمانرواؤں کی چاپلوسی اور خوش آمد ضرور ہوتا ہے، لیکن عملی طور پر جو کچھ ان کی مرضی میں آئے وہی ہوتا ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں چیف سیکرٹری سے لیکر ایڈیشنل، ہوم، جائنٹ سیکرٹریز کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں تک ہر جگہ انگریزیت کی اجارہ داری ہے، فرنگی افکار کی بالادستی ہے۔ سی ایس پی افسران کے کورس ہوں، اعلیٰ سطحی تربیتی ادارے ہوں، ہر نصاب کی تمام کتب آج بھی انہی اصولوں پر قائم ہیں جو برطانوی حکومت نے ایک صدی پیشتر ترتیب دی تھیں۔ ایسی صورت میں اگر ایک حکمران اسلام نافذ کرنا چاہے، بادشاہ وقت قرآن کی بالادستی کے جتنے بھی راگ الاپے، عوام کے مطالبات سے تنگ آکر کارروائی پوری کرنے

کے لئے ریڈیو' ٹی وی پر اسلام کے چند شعائر کا اظہار بھی کرے' تو اس کی حیثیت صدا بصحرا اور ایک ساحل مراد پر نہ پہنچنے والے مسافر کی ہوگی۔...... ہمارے تمام اعلیٰ افسروں پر نظر ڈالئے۔ پوری بیورو کریسی کی چھان بین کیجئے' ہر جگہ آپ کو ایسے ہی افراد نظر آئیں گے' جنہوں نے جو کچھ یہاں سیکھا وہ بھی انگریزی تمدن اور تہذیب کا پشتارہ تھا' پھر جو لوگ بیرون ملک کورسوں کے لئے بھیجے گئے وہ بھی غیر اسلامی کلچر کا درس ہی لے کر لوٹے' دوسری طرف ہمارے دوسرے تمام اسلامی ممالک میں انہی افراد کو پذیرائی میسر آتی ہے جو برطانیہ' امریکہ اور فرانس کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہوں جبکہ بائیں بازو کے لوگوں نے روس کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ نظم مملکت کے باب میں دوسری اقوام کے وضع کردہ اصول بھی قابل اعتنا ہیں' لیکن کیا ایسے اصولوں سے تمہارا دامن خالی ہے' تمہاری تعلیمات بے بہرہ ہیں' تمہارے گھر کے چراغوں میں روشنی نہیں رہی' تمہارے تمدن اور تہذیب کے درخشندہ کارنامے صفحہ تاریخ سے محو ہو چکے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اندلس اور یونان کے مسلم فلاسفروں سے خوشہ چینی کرنے والی مملکتیں آج جدت طرازی میں خود ہماری استاد بن گئی ہیں۔ دراصل دو سو سال تک مسلم اقوام جو برطانوی اور یورپی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی رہی ہیں' ان کی جھنکار آج بھی ہمارے قلوب کے دریچوں میں چھنک رہی ہے۔

اسلامی انقلاب بپا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایسی بیورو کریسی اور ایسے افسران کی کھیپ تیار ہو جو خود قرآن و حدیث کی روشنی سے منور ہوں' ان کا فہم و ذکاء اسلامی معارف کے موتیوں سے مالا مال ہو' ان کے قلوب خدا ترسی کی آماجگاہ ہوں' وہ جدید و قدیم علوم کے ساتھ ساتھ رعایا پروری اور فلاح عامہ کی حقیقی روح سے شناسا ہوں' اس بے مثال مقصد کے لئے کسی اور کے گھر سے روشنی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے' ہمارے گھر میں سورج روشن ہے' خلافت راشدہ کا ماہتاب چمک رہا ہے' حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کرنیں پورے عالم میں پھیلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ ان کا طرز حکومت' انداز فکر' بے لوث خدمت' ادائے فرائض منصبی' احساس ذمہ داری کے شاہکار نمونے ہمارے سامنے ہیں۔

CamScanner

خلافت راشدہ کے دیگر کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ افسران بالا کا احتساب تھا۔ خلیفہ اور صدر ریاست ہر حاکم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ نظم حکومت کی اصلاح کے معاملات میں وہ بڑے بڑے جلیل القدر اور صاحب مرتبہ صحابہؓ سے بھی باز پرس کئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ...... خلفاء اسلام نے نوکر شاہی اور افسران حکومت کو ایسی نکیل ڈالی ہوئی تھی کہ کسی بڑے سے بڑے افسر کو بھی دم مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ ...... خلفاء کی حکومتوں میں ایسے افراد بھی نظر آتے ہیں، جنھوں نے تاریخ کا رخ پلٹ دیا۔ اپنے تاریخ ساز کارناموں سے اسلامی سلطنت کو بے شمار فوائد پہنچائے ...... اور چونکہ یہ سب کچھ اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر تھا۔ اس لئے جب ایسے لوگ بھی احتساب کے کٹہرے میں کھڑے کئے گئے ہیں تو انہوں نے کھلے دل سے اپنے خلاف ہونے والے فیصلوں کو قبول کیا۔ صحابہ کرامؓ معصوم نہ تھے، کسی نہ کسی موقع پر لغزشیں اور مسامحتیں ان کے دور میں بھی رونما ہوئیں لیکن جس طرح انہوں نے کوتاہیوں کا تدارک کیا، وہ انہی کا حصہ تھا اور جس طرح خلفاء راشدینؓ نے احتساب کا عظیم محکمہ قائم کر کے حکام کی اصلاح اور سرزنش کا لازوال کام شروع کیا تو ایک دنیا نے دیکھا کہ پورا معاشرہ طہارت و پاکیزگی کی تصویر بن گیا۔

تجارتی امور کی نگرانی

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بازاروں کی کاروباری سرگرمیوں اور تجارتی اونچ نیچ کے خاتمے کے لئے ایک خصوصی افسر کو نگران بنایا تھا۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے بھی احتکار، ملاوٹ کے خاتمے اور دیگر امور کے لئے عبداللہ بن عتبہ کو خاص طور پر مامور کیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے پانی میں ملے ہوئے دودھ کو زمین پر بہا دیا تھا تاکہ ملاوٹ کرنے والوں کو عبرت ہو اور ان سماج دشمن حرکتوں کا سدباب ہو۔

(الحسبہ فی الاسلام صفحہ ۴۳ ابن تیمیہ بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۱۷۵)

خلفاء کے دور میں سماجی، معاشرتی، معاشی اور اصلاحی امور کے علیحدہ علیحدہ نگران مقرر کئے گئے تھے۔

CS CamScanner

سپہ سالار کی باز پرس

مفصل ہدایات اور احکام دینے کے بعد کوئی عہدہ دار خواہ کتنی ہی دور اور نظروں سے اوجھل ہوتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ جہاں اور جب کوئی نقص نظر آتا فوراً اس پر متنبہ فرماتے اور باز پرس کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلامی جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مداح اور قدر دان تھے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے جنگ یمامہ کے فوراً بعد مجاعہ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو سخت تہدیدی خط لکھا:

"بلاشبہ اے خالد کی ماں کے بیٹے تیرا دل بڑا بے رحم ہے تو اس لڑکی سے نکاح اس وقت کر رہا ہے جب کہ تیرے گھر کے صحن میں بارہ سو مسلمانوں کا خون ابھی تک خشک نہیں ہوا ہے۔"

تاریخ طبری نے تصریح کی ہے:

"یہ خط اس درجہ غضب آلود تھا' کہ گویا اس سے خون ٹپک رہا تھا۔"

ایک عورت سے نکاح شرعی طور پر بلاشبہ کوئی گناہ نہ تھا لیکن ایسے وقت میں جبکہ ابھی ابھی جنگ ختم ہوئی اور بارہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے ہوں' سپہ سالار کا کسی لڑکی سے نکاح ایک نامناسب فعل تھا' جس کے لئے خلیفہ نے فوراً سرزنش کی۔

ایک فرماں روا کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ افسران کی ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھے' وہاں اس پر یہ بھی لازم ہے کہ احتساب کے ساتھ اس میں اس قدر تحمل ہو کہ معمولی معمولی چوک سے چشم پوشی اختیار کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں احتساب کی قوت کے ساتھ یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ (قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر نمبر ۱۳۶)

طبری میں ہے:

"ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے عمال اور کارپردازان حکومت پر زیادہ دارو گیر اور سخت گیری نہیں کرتے تھے۔"

افسران کے مالی کوائف کی پڑتال

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں حضرت عمرؓ کی حکومت کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپؓ جب بھی کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے اس کے مال و اسباب کی مفصل فہرست تیار کرکے اپنے پاس محفوظ کر لیتے تھے، پھر اگر افسر کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی محسوس ہوتی تو اس سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ (از طبری) بعض حکام کے بارے میں جب انہیں اطلاع ملی کہ ان کے مال میں اضافہ ہوا ہے تو انہوں نے ان کی جائیداد کا جائزہ لیکر آدھا مال بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۰)

اسلام کے سب سے بڑے جرنیل کی معزولی

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالاری کے منصب سے ہٹا کر انہیں حضرت ابو عبیدہؓ کا نائب مقرر کیا گیا تو انہوں نے ایک دفعہ کسی شاعر کو دس ہزار کی خطیر رقم انعام میں دے دی، حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت ابو عبیدؓ کو خط لکھا کہ اگر خالد نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور اگر بیت المال سے دیا تو خیانت کی ہے، دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں، چنانچہ جب وہ قاصد حضرت عمرؓ کا یہ خط لے آیا تو اس نے حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق معزولی کے طور پر خالد بن ولیدؓ کے سر سے پگڑی اتار لی اور سرتابی کی سزا کے لئے انہی کے عمامہ سے ان کی گردن باندھ دی۔ یہ واقعہ احتساب کی دنیا میں کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ اتنا بڑا جرنیل جس کی نظیر کا کوئی آدمی مسلمانوں میں موجود نہ تھا، جس نے ۱۲۵ لڑائیوں میں کبھی شکست نہ کھائی تھی، جس کی تلوار نے شام اور عراق کو فتح کیا تھا، جس کی حسن تدبیر اور جنگجو صلاحیتوں کا شہرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا، اس کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ اسے آنحضرت ﷺ نے اللہ کی تلوار کا لقب دیا تھا۔ لیکن حکمرانی کے اصول و ضوابط میں جب

CS CamScanner

امیر المومنین نے ان کو بھی قصور وار پایا تو ایسی سرزنش کی کہ احتساب کی ایمانی روح اور خلافت کا وہ منہاج جو نبوت محمدیہ سے مستیز تھا' تابندہ و روشن ہوگیا' اس سے ایک طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اطاعت شعاری اور خلیفہ وقت کے سامنے ان کی تابع دارانہ طبیعت سے ان کی اولوا العزمی آشکار ہوتی ہے' دوسری طرف یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ خلیفہ وقت کے سامنے کسی بڑے سے بڑے آدمی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور عدل و انصاف کو ہر ہر محکمے میں قائم کرنے کے لئے کسی بھی افسر کی من مانی کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے' ان کے نزدیک قابل سے قابل شخص بھی قانون سے بالاتر نہ تھا' اہم سے اہم آدمی بھی انصاف کے اصولوں پر بھاری نہ تھا۔

گورنروں کا احتساب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احتساب اور بازپرس کے موضوع پر کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے احکام السلطانیہ میں (ابو الحسن ماوردی) اور فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے بے شمار جزئیات نقل کی ہیں' ان تمام کو قومی ڈائجسٹ فاروق اعظم نمبر میں پروفیسر میر محمد سلیم نے نہایت خوبصورت اور ایجاز کے ساتھ نقل کیا ہے جسے من و عن یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرچہ نویسی کے علاوہ ایک خاص شعبہ افسروں کی تحقیقات کے لئے قائم کیا' پرچہ نویسوں کے ذریعے عمال کی جو شکایات موصول ہوتی تھیں' ان کی تحقیق کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ مقرر تھے' جو اکابر صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انصاری تمام غزوات میں حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے اور ایک دفعہ جب رسول اللہؐ کسی مہم پر باہر تشریف لے گئے تو ان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا' ان کی اس جلالتِ شان کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں انکوائری کمیشن کا سربراہ مقرر کر رکھا تھا' جب کسی عامل کی

شکایت موصول ہوتی تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات پر مامور کردیا جاتا تھا۔ وہ موقع پر جا کر مجمع عام میں لوگوں کے بیانات لیتے تھے۔

- ۲۱ھ میں فاتح قادسیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے گورنر تھے تو لوگوں نے ان کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی یہ وہ وقت تھا، جب ایرانیوں نے بڑے زور شور سے لڑائی کی تیاریاں کر رکھی تھیں اور وہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر نہاوند کے قریب پہنچ چکے تھے، جن کے مقابلے کے لئے کوفہ سے فوجیں روانہ ہو رہی تھیں، عین اسی حالت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ نہایت پر خطر وقت ہے لیکن یہ وقت مجھے سعد بن ابی وقاص ؓ کی تحقیقات سے نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اس وقت محمد بن مسلمہ ؓ کو کوفہ روانہ کیا گیا، جنہوں نے ایک ایک مسجد میں جا کر لوگوں کے بیانات لئے اور واپسی پر سعد بن ابی وقاص ؓ کو بھی اپنے ہمراہ مدینہ لیتے آئے، جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستغیث کا بیان اپنے ہاتھ سے قلمبند کیا اور ابو موسیٰ ؓ اشعری کو مدینہ میں بلا کر تحقیقات کیں۔

- ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی "عمر ؓ! کیا عاملوں کے لئے چند قواعد مقرر کر کے تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے؟ کیا تم کو خبر ہے کہ مصر کا گورنر عیاض بن غنم ؓ باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس نے دروازے پر دربان مقرر کر رکھا ہے؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ "مصر جاؤ اور عیاض بن غنم ؓ کو جس حالت میں پاؤ ساتھ لیتے آؤ۔" محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض بن غنم ؓ نے باریک کپڑے کا کرتہ پہن رکھا تھا، چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ عیاض بن غنم ؓ کو اسی حالت میں مدینہ لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ململ کا کرتہ اتروا کر انہیں بالوں کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا ایک گلہ منگوا کر ان کے سپرد کر دیا، کہ اسے جنگل میں لے جا کر چراؤ۔ عیاض کو مجال انکار نہ تھی۔ وہ بادل ناخواستہ گلہ لے کر روانہ ہوئے لیکن

CamScanner

ساتھ ہی ساتھ کہتے جاتے تھے کہ اس سے تو موت بہتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! "تجھے اس سے عار کیوں ہے، تیرے باپ کا نام غنم اسی وجہ سے پڑا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔" غرض عیاض نے دل سے توبہ کی اور پھر جب تک زندہ رہے نہایت تن دہی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

✷— ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کوفہ میں اپنے لئے ایک محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی بھی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ڈیوڑھی کو عوام اور والی کے درمیان رکاوٹ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مامور کیا کہ وہ کوفہ پہنچ کر سعد بن ابی وقاص ؓ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں، اس حکم کی پوری طرح تعمیل ہوئی اور سعد کو دم مارنے کی جرات نہ ہوئی۔

اس قسم کی باتیں بظاہر قابل اعتراض نظر آتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیوں کے ذاتی معاملات میں دخل دیتے تھے اور ان کو ایک خاص طرز معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کرتے تھے لیکن علامہ شبلی ؒ کے بقول پورے ملک میں مساوات اور جمہوریت کی جو روح وہ پھونکنا چاہتے تھے وہ بغیر اس کے ممکن نہ تھی کہ وہ خود اور ان کے عمال اس رنگ میں ڈوبے نظر آئیں، عام آدمیوں کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں کریں کیونکہ ان کے افعال کا اثر بھی انہی تک محدود ہوتا ہے، لیکن جو لوگ ارکان سلطنت ہوں ان کی معاشرت کا ممتاز ہونا لوگوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس قسم کی باتوں سے ہر شخص میں سلطنت کی وہ تمام خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جن میں ایک شخص آقا اور باقی سب اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسلام سے قبل شخصی اور مطلق العنان حکومتوں کا رواج رہا ہے اور اسلام تاریک رات میں روشنی کی پہلی کرن ہے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ شخصی حکومت کی طرف واپس جانے والے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اور لوگوں میں عزت نفس اور خود اعتمادی کے جذبات پیدا کئے جائیں تاکہ وہ حکام کو اپنا خدمت گار تصور کریں آقا نہ بنالیں۔ اسی لئے وہ حکام کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی گرفت کرتے تھے خصوصاً ان باتوں پر سخت مواخذہ ہوتا تھا، جن سے احساس برتری

اور احساس غرور ٹپکتا ہو، جب کسی عامل کی نسبت یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کمزور کی عیادت کو نہیں جاتا یا کمزور اس کے دربار میں بار نہیں پاسکتا، تو اس کو معطل کر دیا جاتا تھا، اضلاع کے جو عمال تھے ان کی نسبت اور باتوں کے علاوہ حضرت عمرؓ ہمیشہ یہ بھی دریافت کرتے رہتے تھے کہ غلاموں کے ساتھ ان کا سلوک کیسا ہے؟ اگر کسی ضلعی عامل (ڈپٹی کمشنر) کی جانب سے غلاموں کی طرف سے بے اعتنائی کی شکایت موصول ہوتی تو اس کو اس جرم پر معزول کر دیتے تھے۔ اس امر میں بھی وہ اپنے ذاتی طرز عمل سے اپنے افسروں کے لئے نمونہ پیش کرتے تھے، غلاموں کو اکثر اوقات بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے تھے اور حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔ انہوں نے تمام سرداران لشکر کو لکھ کر بھیجا تھا کہ تمہارا کوئی غلام اگر دشمن کو امان دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان سمجھی جائے گی اور امیر لشکر کو اس امان کی پابندی کرنی ہوگی۔

ان کے ذاتی کردار سے متاثر ہو کر ان کے عمال اور حکام نے بھی آزاد اور غلام کا فرق مٹا دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلاموں کے گروہ میں بڑے بڑے صاحب کمال پیدا ہوگئے۔ جن کی تمام ملک عزت و توقیر کرتا تھا۔ عکرمہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں اور جن کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتوے کی اجازت دی تھی اور نافع جو امام مالک کے استاد تھے اور جن کے سلسلہ روایت کو محدثین سلسلۃ الذہب، سنہری زنجیر کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، دونوں غلام تھے اور اسی عہد کے تربیت یافتہ تھے۔

عمال کی سالانہ حاضری

بیوروکریسی کے احتساب کے لئے پرچہ نویسی اور انکوائری کمیشن کے تقرر کے علاوہ حضرت عمرؓ نے یہ اہتمام بھی کر رکھا تھا کہ تمام عمال ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں۔ اس موقع پر چونکہ حج کے لئے ہر طرف سے عام لوگ بھی آئے ہوتے تھے، اس لئے تمام لوگوں کی موجودگی میں عمال کی کارکردگی کا جائزہ لیا جا سکتا تھا، اس موقع پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ اعلان کرتے تھے کہ جس شخص کو کسی عامل (گورنر) سے کوئی

تکلیف ہو وہ بیان کرے۔ یہ کھلا دربار اس قسم کا نہیں ہوتا تھا جس میں افسر شاہی اپنی مرضی کے شکایت کنندوں کو ریہرسل کرا کے سربراہ مملکت کے سامنے پیش کر دے اور اصل شکایت کنندوں کو قریب بھی نہ پھٹکنے دے۔ پاکستان کی گزشتہ دور حکومتوں میں اس قسم کے کافی ڈرامے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، لیکن حضرت عمرؓ کی کھلی کچہری میں بڑے سے بڑے افسر کے خلاف شکایت پیش کرنے کی پوری آزادی تھی اور شکایت مناسب کارروائی کے لئے سرد خانے میں نہیں ڈال دی جاتی تھی، نہ ہی زیر غور کا لیبل لگا کر معاملے کو ختم کیا جاتا تھا، بلکہ تحقیق کر کے اگر شکایت درست ثابت ہوتی تو متعلقہ افسر کو موقع پر ہی سزا دے دی جاتی تھی، یہی فوری انصاف کی روح تھی، جس سے کسی افسر کو اپنی حدود سے تجاوز کی جرات نہیں ہوتی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سربراہ مملکت اس کے سٹیٹس کا لحاظ کئے بغیر ساری پبلک کے سامنے اسے سزا دینے سے اجتناب نہیں کریں گے۔

شکایات کے لئے عام حکم

حضرت عثمانؓ نے بھی گورنروں اور ماتحت افسروں کی شکایات سننے کے لئے حضرت عمرؓ کی طرح عام اعلان کر رکھا تھا۔ بے شک خلیفہ سوئم میں عفو اور درگزر کا غلبہ تھا، تاہم احتساب کے معاملے میں وہ بھی بے حد حساس تھے، آپ نے تمام صوبوں کے گورنروں اور عام مسلمانوں کے نام ایک یادداشت روانہ کی جسے ہر بڑے شہر کے افسران بالا اور جامع مسجد میں عوام کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا، خط کا مضمون حسب ذیل تھا:

"گورنروں کو میری تاکید ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر مجھ سے ملیں، جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں، میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تاکیدی احکام بھیج رکھے ہیں۔ اس کے باوجود جب بھی میرے پاس کسی گورنر یا حاکم کی شکایت کی جاتی ہے تو اس کو دور کر دیتا ہوں، میں اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سارے حقوق سے رعیت کے حقوق کے مقابلے میں دستبردار ہو گیا ہوں، اہل مدینہ نے رپورٹ کی ہے کہ میرے گورنر کچھ لوگوں کو مارتے ہیں اور کچھ

کو برا کہتے ہیں ، اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو تو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنی شکایت پیش کرے ، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا ، خواہ زیادتی میری ہو یا میرے حکام کی اگر وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احتسابی حکم

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے ، وہ کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے تو اسے ضروری ہدایات دیتے ، پھر اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ آپ نے عمال و حکام کے طرز عمل جانچنے کے لئے نگران مقرر کر رکھے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت کعب بن مالک محکمہ احتساب کے انچارج اعلیٰ تھے ، پہلی مرتبہ جب انہیں عراق روانہ کیا گیا تو انہیں چند ہدایات لکھوائیں جن کے ابتدائی فقرے یہ تھے :

"تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لیکر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کے رویہ پر نظر ڈالو۔"

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی جلد ۲ ، باب حضرت علی رضی اللہ عنہ)

گورنر فارس زیاد کو تنبیہہ

گورنر فارس زیاد کے بارے میں خیانت کی اطلاع ملی تو آپ نے مراسلہ لکھا:

"میرے قاصد نے مجھے ایک عجیب اطلاع دی ہے کہ تم نے دوران گفتگو اس سے کہا کہ کردوں نے تجھ پر حملہ کر کے خراج کا بہت سا سامان لوٹ لیا ہے۔ اس کے ساتھ تم نے قاصد کو یہ بھی کہا کہ وہ امیر المومنین کو خبر نہ کرے۔ "زیاد" بخدا تم جھوٹے ہو ، تم

نے اپنے ذمہ کا خراج نہ بھیجا' تو میں ایسی سختی سے پیش آؤں گا' جو تم کو مفلس اور نادار بنا دے گی۔"

گورنر منذر بن الجارود کے نام تہدیدی مراسلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گورنر منذر کی شکایت ملی تو آپ نے اسے لکھا:

"مجھے تمہارے والد کی نیک عملی اور پرہیز گاری کی بنا پر تمہارے متعلق دھوکہ ہو گیا' تم اپنے ہوا و حرص کی پیروی ترک نہیں کرتے' جو تمہارے لئے ایک بدنما داغ ہے' مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اکثر اپنے علاقے کو چھوڑ کر شکار کی تلاش میں نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو' میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ اطلاع درست نکلی تو میں تمہارے اس فعل کی سزا دیئے بغیر تمہیں نہ چھوڑوں گا۔ تمہارے خاندان کے جاہل تم سے اچھے ہیں' میرا خط دیکھتے ہی میرے پاس چلے آؤ" (از حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط)

ارکان حکومت کا حلف اور ان کا احتساب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم یا افسر بنا کر بھیجتے تو اس سے یہ عہد لیتے تھے:

"وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں چلے گا' نفیس غذائیں نہیں کھائے گا' نرم و نازک کپڑے نہیں پہنے گا اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے اپنے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گا"

اس کے بعد وہ عموماً یہ کہا کرتے تھے:

"اللھم اشھد" (خداوند تو گواہ رہیو۔)

CamScanner

ملاحظہ ہو کہ عام زندگی میں خوشحالی میں جن امور کی اسلام نے اجازت دے رکھی تھی، حضرت عمرؓ نے اپنے افسران کو ان چیزوں سے بھی منع کر رکھا تھا۔ تاکہ انہیں لوگوں کی ضروریات کا احساس ہو، وہ فرعون و متکبرین بن کر رعایا سے خود کو برتر نہ سمجھیں، وہ حقیقی معنوں میں خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیں۔

ہمارے ہاں تو افسران کا طرز عمل ایسا ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹا افسر بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو کسی غریب آدمی کے سوال کا جواب تک دے، یہاں تو فرعون اور شداد کی سی کیفیت پائی جاتی ہے، سو میں سے نہیں بلکہ ایک ہزار میں سے ایک ایسا افسر ہو گا جو کسی سائل یا حاجت مند سے گفتگو کرنے کو اپنی توہین خیال نہ کرے گا، ورنہ تفاخر و عجب کے ایسے ایسے نمونے یہاں ملتے ہیں کہ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انگریزیت زدہ حکمران حقیقی معنوں میں حکمرانی کے مفہوم ہی سے ناآشنا ہیں، کیا ایسا ممکن ہے کہ کسی شہر کا حاکم کسی ضرورت مند کے گھر چلا جائے، افلاس زدہ افراد کا پتہ لگائے پھر ان کی ضروریات پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے یا کسی سائل کو بغیر سرزنش کے وہ اپنے گھر داخل ہونے کی اجازت دے سکے، کیا آپ نے یہاں کبھی ایسا بھی کوئی افسر دیکھا ہے جو غریب سے غریب راہ گیر کے سلام کا جواب ہی دے سکے، ایک عام آدمی کے لئے چند قدم چل کر جا سکے، بھوکوں اور ناتوانوں کے دکھ میں شریک ہو سکے، بیماروں اور مریضوں کی ضروریات کا احساس کر سکے یا کسی بلکنے والے غریب اور بے سہارا مریض کی بیمار پرسی تک کر سکے، عمران بن السوید کی روایت ہے ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ فرمایا:

> "اگر میرے کسی افسر نے ظلم کیا اور میں اس کو نہ روک سکا تو گویا یہ ظلم خود میری طرف سے ہوا۔"

حکمرانی کی یہ ہے وہ اسلامی روح، جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ممالک یا اسلام کے سہارے اقتدار پر قائم ہونے والے حکمرانوں کو خصوصی طور پر اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ وہ اپنے ملک میں ظلم کے تمام راستے مسدود کر دیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہو رہا کہ جاگیردار غریب مزارعین پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، کارخانہ دار مزدوروں کا استیصال کر رہے ہیں، سرمایہ دار اور اعلیٰ طبقے کے افراد غریبوں پر ناروا

زیادتیوں کے مرتکب ہیں، جیل میں قیدیوں پر تشدد تو نہیں ہو رہا، مملکت کا سرمایہ ناجائز طور پر تو استعمال نہیں کیا جا رہا، عدالتی حکام رشوت کے ذریعے بے گناہوں کو سزا تو نہیں دے رہے، مختلف محکموں میں اعلیٰ افسران ملازمین کے حقوق سے تو نہیں کھیل رہے۔

.... اگر لاکھوں مربع میل کی کسی مملکت میں کروڑوں انسانوں میں کسی ایک جگہ بھی رعایا کے کسی طبقے کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کوئی زبردست زیردستوں کو دبا رہا ہے، کسی ایک جگہ بھی تفاوت موجود ہو تو اس کی براہ راست ذمہ داری سربراہ مملکت پر ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک انسان کی ضروریات کا جوابدہ ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کہے مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں تھا، خلافت راشدہ کی حکومتوں نے دنیا میں یہ تصور بھی مٹا دیا تھا کہ رعایا اگر اپنے مسائل سے آگاہ نہ کرے گی تو ہم جوابدہ نہیں، بلکہ انہوں نے ایسی تابندہ روایات روشن کی ہیں کہ یہاں حکمرانوں ہی کا فرض ہے کہ وہ خود ضروریات کا پتہ کریں، خود مظالم کے راستوں کو مسدود کریں، خود رعایا کی خوشحالی کے اقدامات کریں، ایک ایک طبقے، ایک ایک سوسائٹی اور ایک ایک محکمے پر کڑی نظر رکھیں۔ خلفاء کی حکومتیں ان سے بڑی تھیں، ان کا جغرافیہ ان سے کئی گنا زیادہ تھا، ان کے وسائل آمدورفت آج کے مقابلے میں بالکل ناکافی تھے۔......... لیکن انہوں نے حکمرانی کے باب میں دنیا کو ایسا لائحہ عمل اور درس روشن عطا کیا کہ اس کی نظیر نہ تو دنیا کا کوئی نظام پیش کر سکتا ہے نہ کوئی دستاویز اس کی مانند گہوارہ امن بنا سکتی ہے۔

عہد حاضر میں ہمارے حکمران اس قدر غافل ہیں کہ ریلوں، بسوں، جہازوں کے حادثات میں لوگوں کے مرنے کا معمول بن چکا ہے، لیکن حکومت سرسری افسوس کے ایک اخباری بیان پر ہی اکتفا کرتی ہے۔ چوریوں، ڈکیتیوں، دھوکہ دہی کے ذریعے لٹنے والے عوام سے بھی کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ ظالموں اور مجرموں پر کسی کی کڑی نظر نہیں۔

عمرو بن مرہ کا بیان ہے امیرالمومنین عمرؓ اپنے صوبائی حکام کو عموماً یہ کہا کرتے تھے:۔

> "اے حکام سلطنت، رعیت کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے رعیت پر، بردباری سے بڑھ کر کوئی شے نہیں، اگر یہ بردباری مسلمانوں کے حکمرانوں اور رہنماؤں میں پائی جانے لگے تو اس سے زیادہ محترم اور نفع بخش کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ آئمہ اور

دینی زعماء کی گمراہی اور بے خبری سے زیادہ نقصان دہ کوئی دوسری شے نہیں۔ جو شخص اپنے اہل و عیال کے لیئے خیر اور سلامتی کا طالب ہوتا ہے، اللہ اس پر عافیت اور کشادگی نازل فرماتا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب افسر میں کوئی کجی دیکھتے یا کسی حاکم کی کوئی شکایت سنتے تو اسے فوراً برطرف کر دیتے، ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ہمارے ہاں کی طرح رشوت خور افسر کو شکایت ملنے پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لگا دیا تاکہ اگر اس نے یہاں سے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے تو اب دوسرے علاقے سے بھی تجوریاں بھر لے، بلکہ آپ شکایات کی تصدیق پر نہ صرف یہ کہ اسے برطرف کرتے بلکہ اس کا سخت احتساب کرتے، اس کے سرمائے اور گھریلو زندگی کی چھان بین کراتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک قول پیش کیا ہے:

"اگر ملت کے مفاد میں مجھے ایک گورنر کو ہٹا کر دوسرا گورنر اس کی جگہ بھیجنا پڑے تو یہ میرے لئے معمولی بات ہوگی۔"

(کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف)

امام شعبی ؒ سے روایت ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی نے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تو وہ اسے چالیس کوڑوں کی سزا دیں گے۔"

حکومت کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت

افسران مملکت کے لئے پانچ اصول:- جلیل القدر صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اسلامی فوجوں کے نگران

تھے' ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ کو ایک ہدایت نامہ بھیجا' جس کی تحریر حکمت و دانائی کی درخشندہ مثال ہے' ملاحظہ ہو:

"میں نے اس تحریر میں تمہاری اور اپنی دونوں کی بھلائی پیش نظر رکھی ہے' پانچ چیزوں پر مضبوطی سے قائم رہو' تمہاری دینداری محفوظ ہو جائے گی اور عاقبت میں تم کو بڑا برگزیدہ درجہ ملے گا۔"

(1)— تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہو تو جھوٹی شہادتیں کبھی مت قبول کرو۔

(2)— تمہارا ایمان ایسا ہو جو اپنے میں بھرپور قطعیت اور سچائی لئے ہوئے ہو۔

(3)— کمزور اور بے سہارا آدمی سے ایسے ملو کہ وہ بے جھجک تم سے اپنی بات کہہ سکے اور اس کا دل اس کے سینے میں قوت محسوس کرنے لگے۔

(4)— پردیسی اور غریب کی ضرورتوں کا خیال رکھو۔

(5)— مظلوم و مجبور کی حاجت پوری کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ وہ سوال کرنے ہی سے دستبردار ہو جائے۔

CamScanner

بیسواں باب

خلفاء راشدینؓ کا غیر مسلموں سے سلوک

خلفاء راشدینؓ کی طرف سے یہود و مجوس اور مشرکین و نصاریٰ کے تمام غیر مسلموں سے حسن سلوک کی مثالوں سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ کسی خلیفہ نے اپنے مخالفوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک نہیں کیا۔ غیر مسلموں کے مذہبی حقوق ہوں، معاشرتی اقدار ہوں، جنگی معاہدے ہوں ہر جگہ خلافت راشدہ نے انسانیت کے اعلیٰ اصولوں سے کسی موقعہ پر انحراف نہیں کیا۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک خلفاء کو ان کے سردار حضرت محمد ﷺ سے ورثہ میں ملا تھا۔ وہ زندگی کے کسی موڑ پر اور نظم مملکت کے کسی قانون میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ ایک اسلامی مملکت کا کیا سلوک ہونا چاہئے، اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے دور کے ایک معاہدے کا پورا متن نقل کیا جارہا ہے تاکہ جزیرۃ العرب کی پہلی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کے بنیادی اصول سامنے آسکیں۔ یہ معاہدہ نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے مابین طے پایا تھا:

— "والنجران وماشيتها جوار الله وذمة محمد النبی ﷺ على انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم وغائبتهم وشاهدهم وغيرهم وبعثهم وامثلتهم لايغير ماكانوا عليه ولايغير حق من

حقوقهم وامثلهم ولايفتن اسقف من اسقفتيته ولاراهب من رهبانيته ولا واقه من وقايته على ماتحت ايديهم من قليل اوكثير وليس عليهم رهق ولادم جاهلية ولايحشرون ولا يعشرون ولا يطا ارضهم جيش من سال منهم حقاً فبينهم النصف غيرظالمين ولا مظلومين بنجران ومن اكل منهم رباً من ذی قبل فذمتی منه بريئة ولا يوخذ منهم اجل بظلم آخر ولهم على مافی هذه الصحيفة جوار الله و ذمة محمد النبی ﷺ ابداً حتی ياتی امر الله مانصحوا واصلحوا فيما عليهم غير مكلفين شيئاً بظلم" (از فتوح البلدان صفحہ ۷۲ بلاذری)

ترجمہ: "نجران اور اس کے اطراف کے (عیسائی) باشندوں کی جانیں' ان کا مذہب' ان کی زمینیں' ان کا مال' ان کے حاضر و غائب' ان کے قافلے' ان کے قاصد' ان کی مورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی' نہ صورتیں بگاڑی جائیں گی' کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے' کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا' ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا' نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی' نہ ان پر عشر لگایا جائے گا' نہ اسلامی فوج ان کی زمین پامال کرے گی۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا' ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے' اس دستاویز میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے پورا کرنے کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے' یہاں تک کہ اس کے بارے میں خدا کا کوئی حکم نازل ہو۔ جب تک

وہ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں، ان کی پابندی کی جائے گی۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔"

یہ تھی وہ پہلی دستاویز جس کو خلافت راشدہ کے پورے دور میں بنیادی منشور اور اساسی لائحہ عمل کی حیثیت حاصل رہی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لیکر حضرت معاویہؓ تک دنیا بھر کے جس غیر مسلم سے سابقہ پڑا، جن اقوام سے مذاکرات ہوئے، جن ملکوں کو فتح کیا گیا، جن کو اسلامی مملکت میں جگہ دی گئی، ان تمام مواقع پر آنحضرت ﷺ کا یادگار معاہدہ امان نشان راہ کا کام دیتا رہا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان

حضرت عمرؓ نے فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائیوں کو جو حقوق دیئے، ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

✹— "هذا ما اعلن عبدالله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم اماناً لانفسهم و اموالهم وكنائسهم وصلباتهم سقيها وبرتيها وسائر لمنها انه لاتسكن كنائسهم ولا تهدم ولاينتقض منها ولامن جبزها ولامن صليبهم ولا من شئى من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولايضار احدهم ولا يسكن بايليا معهم من اليهود وعلى اهل ايليا ان يعطوا الجزية كمايعطى اهل المدائن وعليهم ان يخرجوا منها الروم الخ

ترجمہ: "یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔ ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ نہ مذہب کے معاملہ میں

ان پر جبر کیا جائے گا' نہ ان میں کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا۔ ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کرتے رہیں۔ یونانیوں کو اپنے شہر سے (بیشک) نکال دیں' جو شہر سے نکلے گا' اس کی جان و مال بھی محفوظ رہے گی۔ جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت المقدس) میں رہنا چاہے' اس کو بھی امن ہے' جزیہ اس پر بھی لازم ہوگا' جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے' تو وہ اور ان کے گرجے اور صلیب بھی محفوظ رہیں گے۔......

جو کچھ اس میں تحریر ہے' اس پر خدا' اس کے رسول' خلفاء اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ (طبری جلد ۵' صفحہ ۲۴۰۵)

بیت المقدس سمیت جو ملک اور قومیں فتح کی گئیں' ہر ایک کو اس کے مذہب کے مطابق نہ صرف یہ کہ امان دی گئی بلکہ ان کے تمام مذہبی حقوق کی حفاظت کی گئی۔

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں سے معاہدہ

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ کیا اس میں ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے بارے میں ایسے الفاظ درج تھے جس کے مطابق مسلمانوں کی طرح انہیں تمام حقوق میسر آتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور میں
غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت

جان کی حفاظت:۔ خلفاء راشدینؓ کے دور میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ جان و مال کی حفاظت پر زور دیا جاتا تھا۔ قتل کے بعد قصاص میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی تھی' اس سلسلے میں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

CamScanner

غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا:۔

✹— ایک بار قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاتل کو گرفتار کر کے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا، ورثاء نے اسے قتل کر دیا۔

✹— حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک مسلمان نے ذمی (غیر مسلم، پناہ گزین) کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی نے خلیفہ کے سامنے آ کر معافی کا اعلان کر دیا، اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

"کیا تم نے کسی دھمکی میں آ کر تو معاف نہیں کیا۔" (نصب الرایہ)

✹— حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے۔ دور خلافت میں قتل و غارت کے عام واقعات نہایت کم پیش آئے۔

مال کی حفاظت:۔

خلفاء راشدینؓ نے ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے پاس ہی رہنے دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا خریدنا بھی مسلمانوں کے لئے ناجائز قرار دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام فوجیوں کو دوسرے ملکوں میں زراعت کے پیشے سے روک کر اپنے اپنے ملکوں میں زراعت کی اجازت دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مسلمان اور یہودی کی جائیداد کا تنازعہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا، خلافت کے دور میں کوئی شخص کسی کے مال اور جائیداد پر ناجائز قبضہ نہیں کر سکتا تھا۔ ڈکیتی، چوری اور رہزنی کے خطرات سے ان کا دور مکمل محفوظ تھا۔ ہر مجرم کو موقع پر سزا دی جاتی تھی، سزا ایسی ہوتی کہ معاشرے کو اس سے عبرت حاصل ہوتی۔

CS CamScanner

حضرت عمرؓ کے دور میں غیر مسلموں کی رائے کا احترام

دور خلافت میں تمام ملکی انتظامات میں رعایا کو شریک کیا گیا' حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کو اپنی قوم سے متعلق اصلاحات قائم کرنے اور رائے دینے کی آزادی تھی' چنانچہ عراق کے معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے غیر مسلم اہل رائے کی تجویز کو منظور کیا۔

(کتاب الخراج صفحہ ۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کے دور میں غیر ملکوں کے ساتھ ملکی افراد کو تجارت کی مکمل آزادی تھی۔ مصر کے قبطی اور افریقہ کے افراد مال تجارت لیکر عرب میں آتے اور یہاں کے تاجر دوسرے ملکوں میں اموال تجارت پہنچاتے' دور خلافت میں تجارت مکمل آزاد تھی' کسی قسم کا تجارتی ٹیکس نہیں لگایا گیا تھا۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے اہم واقعات

- غیر مسلموں کے جو لوگ اپاہج اور نادار ہوتے ان کا جزیہ سرے سے معاف کر دیا جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا' جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حیرہ کے عیسائیوں کے وظائف مقرر کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جذامی عیسائیوں کے لئے بیت المال سے روزینہ مقرر کیا۔ (فتوح البلدان علامہ بلاذری)

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (کتاب الخراج صفحہ ۷۲)

دار تحقیق
امیر عزیمت لائبریری

قائد سپاہ صحابہ

علامہ ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

کا مختصر تعارف

- **پیدائش** ۳ مارچ ۱۹۵۳ء
- **تعلیم** ابتدائی تعلیم جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۹۶۳ء

دار العلوم کبیروالا ضلع خانیوال ۱۹۷۱-۷۲ء
جامع باب العلوم کہروڑپکا ضلع لودھراں ۱۹۷۳-۷۴ء
جامع خیر المدارس ملتان ۱۹۷۵ء

- **بی اے** پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۸ء

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی

کی اہم تصانیف

صفحات

- خلافت و حکومت 432
- صحابہ کرام کی آئینی حیثیت 416
- سپاہ صحابہ کا نصب العین اور تقاضے 104
- رہبر و رہنما 350
- تحریک آزادی ہند کے نامور سپوت 107
- فیصل اک روشن ستارہ 700
- تدوین تاریخی دستاویز 744

قائد سپاہ صحابہ

علامہ ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

سرگزشت و خدمات

- ۱۹۷۳ء جمعیت طلباء اسلام پنجاب کے نائب صدر
- ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت میں حصہ، ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ میں پابند سلاسل رہے۔
- ۱۹۷۶ء ناظم جمعیت علماء اسلام فیصل آباد
- ۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ میں نمایاں حصہ لیا۔ فیصل آباد، ملتان، وہاڑی کی جیلوں میں قید رہے۔
- ۱۹۷۸ء دار العلوم فیض عام سمندری کی بنیاد رکھی
- ۱۹۸۰-۸۱ء جامعہ فاروقیہ میں تدریس، شعبہ تصنیف و تالیف کے انچارج رہے۔
- ۱۹۸۲ء تنظیم کاروان اہلسنت میں شمولیت
- ۱۹۸۵ء مولانا حق نواز شہید سے رفاقت کا آغاز
- فروری ۱۹۸۶ء سپاہ صحابہ میں شمولیت
- ۱۹۸۷ء سنٹرل جیل فیصل آباد میں نظربندی
- مارچ ۱۹۹۰ء سپاہ صحابہ کی سرپرستی اور مولانا حق نواز شہید کی جانشینی
- ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء پہلی مرتبہ وزیر اعظم پاکستان کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔
- ۱۹۹۲ء بین الاقوامی سطح پر سپاہ صحابہ کی باقاعدہ تشکیل
- ۱۹۹۳ء کے آغاز میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خان کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔
- جنوری ۱۹۹۴ء صدر پاکستان فاروق لغاری کے سامنے سپاہ صحابہ کا موقف پیش کیا۔
- دسمبر ۱۹۹۴ء تاریخی دستاویز کی اشاعت

CamScanner

سپاہ صحابہ کے کارکنوں کے مطالعہ کیلئے لازمی کتابیں

سپاہ صحابہ کے کارکنوں کیلئے [illegible] خصوصی رعایت

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
سپاہ صحابہ کیا ہے؟ کیا چاہتی ہے؟ اردو/انگلش	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	5 روپے	افسران حکومت کے نام	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	15 روپے
سپاہ صحابہ کا نصب العین اور اس کے تقاضے اردو/انگلش	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	35 روپے	خمینی ازم اور اسلام انگریزی/اردو	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	40 روپے
پیغام توحید و سنت	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	25 روپے	حقیقت مذہب شیعہ	مولانا شیر علی	15 روپے
اسلام کیا ہے؟ انگریزی/اردو	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	20 / 22 روپے	بطلان مذہب شیعہ	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	15 روپے
رہبر و رہنما	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	120 روپے	ایرانی انقلاب اور شیعیت	مولانا منظور احمد نعمانی	45 روپے
اسلام میں صحابہ کرام کی آئینی حیثیت	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	150 روپے	تاریخ مذہب شیعہ	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	45 روپے
حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	فرقہ واریت کیا ہے	ایم آئی صدیقی	10 روپے
حضرت سیدنا عمر فاروقؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	شیعہ اور قرآن	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	40 روپے
حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	سپاہ صحابہ کی پارلیمانی جدوجہد	محمد اقبال	25 روپے
حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	معیار صحابیت	ڈاکٹر علامہ خالد محمود	40 روپے
حضرت سیدنا حسن بن علیؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	مولانا حق نواز شہید کی پندرہ تقاریر	از مولانا محمد ضیاء القاسمی	
حضرت سیدنا حسین بن علیؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کی پندرہ تقاریر	محمد اقبال	
حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	رشتہ فاروقؓ و علیؓ	حافظ محمد اقبال رنگونی	25 روپے
حضرت سیدہ عائشہؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	اسلام کے بارے میں شیعہ اثنا عشری کا نقطہ نظر	ایم آئی صدیقی	
حضرت سیدہ فاطمہؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	حکایات صحابہؓ	مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ	
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	تحفہ شیعیت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق	مولانا محمد تقی عثمانی	
حضرت خالد بن ولیدؓ	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	10 روپے	رد الروافض	مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی	
قادیانی غیر مسلم کیوں؟ انگریزی/اردو	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	25 روپے	الشیعہ والسنۃ	علامہ احسان الٰہی ظہیر	
گستاخ صحابہ کی شرعی سزا	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	15 روپے	ارشاد الشیعہ	حضرت مولانا سرفراز خان صفدر	
خلافت و حکومت	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	200 روپے	ایک ہزار سوال کا جواب	مولانا مہر محمد میانوالی	
مولانا حق نواز شہید کا تعارف مجلد	ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی	15 روپے	خلفائے راشدین	علامہ عبدالستار تونسوی	
اصحاب رسولؐ	سید نور الحسن بخاریؒ		اہلسنت پاکٹ بک	علامہ دوست محمد قریشی	
دفاع حضرت معاویہؓ	حضرت قاضی مظہر حسین چکوال		تاریخ کالا پانی	مولانا جعفر تھانیسری	45 روپے

پتہ: ادارہ اشاعت المعارف ◎ ریلوے روڈ فیصل آباد ۰۴۱ ۶۲۰۰۲۲

CS CamScanner